

FREDERICK ENGELS

فریڈرک انگلز

THE ORIGIN OF FAMILY, PRIVATE
PROPERTY AND STATE

خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز

فہرست

1884 کے پہلے ایڈیشن کا دیباچہ

1891 کے چوتھے ایڈیشن کا دیباچہ

پہلا باب

تہذیب کے ماقبل تاریخی دور

عبد و حشت

عبد بربریت

دوسرا باب

خاندان

تیسرا باب

ایروکواں لوگوں کا گن

چوتھا باب

یونانی گن

پانچواں باب

ایتھر میں ریاست کا ظہور

چھٹا باب

روم میں گن اور ریاست

ساتواں باب

کیلیٹ اور جرمون لوگوں میں گن

آٹھواں باب

جرمن لوگوں میں ریاست کا آغاز

نواں باب

بربریت اور تہران

ترسلی نوٹ

ناموں کا شاریہ

ادبی اور افمانوی شخصیتیں

نسلی گروہوں کے نام

1884 کے پہلے ایڈیشن کا دیباچہ

مندرجہ ذیل ابواب 1 میں، ایک اعبار سے، ایک وصیت کو پورا کیا گیا ہے۔ خود کارل مارکس کا خیال تھا کہ مارگن کی تحقیقات کے نتیجوں کو ان نتیجوں کے ساتھ ملا کر پیش کیا جائے، جن پر وہ (کسی حد تک میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم دونوں) تاریخ کا مادی نقطہ نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد پہنچ تھے اور اس طرح ان کی پوری اہمیت کو صاف کریں۔ کیونکہ مارگن نے اپنے ڈھنگ سے امریکہ میں تاریخ کے مادی تصور کرنے سے سرے سے دریافت کیا تھا جس کا مارکس چاہیس برس پہلے پتہ لگا تھا اور عہد بریت اور عہد تہذیب کا مقابلہ کر کے اس صورت کی مدد سے اہم

سو اون پر وہ بھی انہیں تجویں پر پہنچا جوں پر مارکس پہنچ چکا تھا۔ اور جس طرح جمنی کے سرکاری ماہرین اقتصادیات برسوں تک "سرمایہ" سے نہیت سرگرمی سے سرقہ بھی کرتے تھے اور برابر اسے چپ چاپ دبادینے کی کوشش بھی کرتے تھے، اسی طرح کاسلوک انگلستان کے علم "ماقبل تاریخ" کے نمائندوں نے مارگن کی کتاب "قدیم سماج" (1) کے ساتھ کیا۔ میرے مرحوم دوست کو جو کام پورا کرنے کا موقع نہ نصیب ہو سکا اسی سلسلے کی ایک حقیر کوشش میری یہ کتاب ہے۔ لیکن مارگن سے اس نے جو طویل اقتباسات (2) لئے ان پر اس کے اپنے تقیدی حاشیے بھی ہیں جوں کو میں نے یہاں جہاں کہیں ممکن ہوا، حق کر دیا ہے۔

مادی تصور کے مطابق تاریخ میں فیصلہ کرن چیز، آخر میں فوری زندگی کی پیداوار اور پیداوار پیداوار، لیکن خود اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک طرف ذرائع زندگی یعنی غذا، کپڑے، رہنے کے لئے گھر وغیرہ اور ان چیزوں کے لئے ضروری اوزاروں کی تیاری ہے۔ اور دوسری طرف خود انسانوں کے پیدائش یعنی انسانی نسل کو بڑھانے کا کام ہے۔ (3) کسی خاص تاریجی عہد یا کسی خاص ملک کے لوگ جن سماجی اداروں کے تحت زندگی برقرار رہتے ہیں ان کو بنانے میں دونوں قسم کی پیدائش کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایک طرف وہ محنت کے ارتقا کی حالت سے اور دوسری طرف خاندان ان کے ارتقا کی حالت سے معین ہوتے ہیں۔ محنت کا ارتقا جتنا کم ہو اوس لئے پیداوار کا جم جم اور سماج کی دولت جتنی کم ہو، اتنی ہی سماجی نظام میں جنسی تعلقات کی اہمیت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس سماجی نظام کے اندر، جو جنسی تعلقات پہنچی ہے، محنت کی پیداوار قوت برادر بڑھتی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ذاتی ملکیت اور تباہی میں اضافہ ہوتا ہے، دولت کا فرق بڑھتا ہے، دوسروں کی محنت کی طاقت کو استعمال کرنے کا امکان بڑھتا ہے اور اس طرح طبقاتی تضاد کی بندیا تیار ہوتی ہے۔ نے سماج عناصر بڑھتے ہیں جوئی پشت کی مدت میں سماج کے پرانے ڈھانچے کو نئے حالات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں یہاں تک کہ آخر میں دونوں کے بے میل ہونے کی وجہ سے پورا انقلاب ہو جاتا ہے۔ پرانا سماج جس کی بنیاد بخشی گروہوں پر تھی، نئے ابھرنے والے سماجی طبقوں کی ٹکروں سے ٹوٹ پھٹ جاتا ہے، اس کی جگہ ایک نیا سماج جنم لیتا ہے جو اپنے آپ کو ریاست کی شکل میں منتظم کرتا ہے، جس کی نیچے کی اکائیاں جنسی تعلقات کی بنیاد پر بننے والے گروہ نہیں بلکہ علاقائی گروہ ہوتے ہیں۔ اس سماج میں خاندانی نظام پوری طرح ملکیت کے نظام کے ماتحت ہوتا ہے اور اس میں وہ طبقاتی تضاد اور طبقاتی بندوچہ دخوب کھل کر بڑھتی ہے، جو ابھی تک کی ساری لکھی ہوئی تاریخ کی اصلیت ہے۔

مارگن کی عظمت یہ ہے کہ اس نے ہماری لکھی ہوئی تاریخ کی اس ما قبل تاریخی بنیادی اور اس کی نمایاں خصوصیتوں کا پتہ لگایا اور اس کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ اس کی عظمت اس بات میں بھی ہے کہ اس نے شہابی امریکہ کے انڈینوں کے ان گروہوں میں جو جنسی تعلقات پہنچی تھے، قدیم ترین یونانی، روی اور جرمی تاریخ کی

سب سے اہم پہلیوں کو، جن کو ابھی تک حل نہیں کیا جا سکتا تھا، سلخانے کی کنجی کو حرج نکالی۔ لیکن اس کے کتاب کوئی ایک دن کا کام نہیں تھی۔ تقریباً چالیس برس تک جب تک کوہا اپنے موداد کو پوری طرح سمجھ لیتے میں کامیاب نہیں ہو گیا، وہ اس کے ساتھ اچھا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی کتاب ہمارے زمانے کی گنتی کی چند عہد آفریں کتابوں میں سے ایک ہے۔

آنندہ صفات میں پڑھنے والا عام طور پر آسانی سے پہچان لے گا کہ کون سی باتیں مارگن کی کتاب سے لی گئی ہیں اور کون سی میں نے بڑھائی ہیں۔ ان تاریخی حصوں میں جہاں یونان و روم سے بحث کی گئی ہے، میں نے اپنے آپ کو مارگن کے فراہم کئے ہوئے موداتک محدود نہیں رکھا بلکہ میرے پاس جو کچھ موداد موجود تھا، اس کو بھی استعمال کیا۔ جن حصوں میں کیلئے اور جرمن لوگوں سے بحث کی گئی ہے وہ زیادہ تر میرے اپنے ہیں۔ اس موضوع پر مارگن کے پاس صرف پرانی اور پہلے کی استعمال کی ہوئی چیزیں تھیں اور جہاں تک جرمی کے حالات کا تعلق ہے، اس ایک تایت کو چھوڑ کر اس کے پاس صرف مسٹر فری من کے مہل، برل خیالات کی غلط بیانیاں تھیں۔ مارگن کی اقتصادی دلیلیں اس کے اپنے مقصد کے لئے بھلے ہی کافی رہی ہوں، لیکن میرے لئے وہ بالکل ناکافی تھیں۔ انہیں میں نے نئے سرے سے مرتب کیا ہے۔ اور آخری بات یہ کہ جہاں کہیں مارگن کا قول صاف صاف نقل نہیں کیا گیا، وہاں سمجھی تیجوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

"26 مئی 1884 کے قریب لکھا گیا۔ اور مندرجہ ذیل کتاب میں شائع ہوا"

F. Engels. Der Ursprung der Familie, des Privateigenthums und des staats. Hottingen Zurich, 1884

حوالہ جات:

1-Ancient society, or Reseaches in the Lines of Human Progress from Savagery Through Barbarism to Civilization. By H. Morgan.
London, MacMillan and Co., 1877

(قدیم سماج یا عہدو حشت سے لے کر اور عہد بربریت سے ہوتے ہوئے عہد تہذیب تک انسانی ارتقا کے راستوں کی تحقیقات۔) یہ کتاب امریکہ میں چھپی اور لندن میں مشکل سے ملتی ہے۔ مصنف کا چند برس ہوئے انتقال ہو گیا۔ (نوٹ از اینگلر۔)

[نوٹ: مورگن کی کتاب مارکسیٹس امنٹرنسیٹ marxists.org پر مہیا ہے۔ دیکھئے Morgan]

(Archive

2۔ اینگریبہاں کارل مارکس کے مارگن کے "قدیم سماج" کے خلاصے کا ذکر کر رہے ہیں (دیکھئے "مارکس اور انگریز کی دستاویزات" جلد 9)۔ (ایڈیٹر)

3۔ یہاں انگریز نے ذرائع زندگی کی پیدائش کے ساتھ انسانی نسل کو بڑھانے کے کام کو بھی سماج اور سماجی اداروں کے ترقی کو تعین کرنے والا سبب بتا کر غلطی کی ہے۔ "خاندان" ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز" کے اصل متن میں انگریز نے خود ٹھوس مواد کا تجویز کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سماج اور سماجی اداروں کی ترقی سب سے زیادہ جس چیز پر منحصر ہے وہ مادی پیداوار کا طریقہ ہے۔ (ایڈیٹر)

1891 کے چوتھے ایڈیشن کا دیباچہ

اس کتاب کے پچھلے بڑے ایڈیشن تقریباً چھ میں سے نایاب ہیں اور نازر (1) کا کچھ دنوں سے یہ تقاضا رہا ہے کہ میں اس کا ایک نیا ایڈیشن تیار کر دوں۔ کچھ زیادہ ضروری کاموں میں مصروف رہنے کی وجہ سے ابھی تک میں اس کام کو پورا نہیں کر سکا۔ پہلے ایڈیشن کو شائع ہوئے سات برس کا عرصہ گز گیا اور اس مدت میں خاندان کی ابتدائی شکلوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اہم اضافہ ہوا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ اضافہ اور اصلاح و ترمیم کو کام کو محنت کے ساتھ کیا جائے۔ خاص کر اس لئے کہ اس نئے ایڈیشن کے لئے چھپائی کی مستقل پلٹیں تیار کرنے کا ارادہ ہے جس کی وجہ سے آئندہ کچھ عرصے کے لئے کتاب میں کوئی تبدیلی کرنا میرے لئے ناممکن ہو جائے گا۔

الہذا میں نے پوری کتاب پر احتیاط کے ساتھ نظریاتی کی ہے اور کئی جگہ نئی باتوں کا اضافہ کیا ہے۔ جن میں میرا خیال ہے سائنس کی موجودہ حالت کا پورا دیہاں رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس دیباچے میں میں باخون سے مارگن تک خاندان کی تاریخ کے بارے میں خیالات کے انتقا کا مختصر حال بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ یہ خاص کر اس لئے بھی ضروری ہے کہ ماقبل تاریخی عہد کے انگریز مورخ جن میں جارحانہ وطن پرستی موجود ہے، آج بھی انتہائی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ قدیم سماج کے تاریخ کے بارے میں ہمارے تصورات میں مارگن کی دریافتیوں نے جوانقلاب پیدا کر دیا ہے، اس کو اپنی خاموشی کے حریب سے دبادیں حالانکہ مارگن کی تحقیقات کے تیجوں کو اپنا بنا

لینے میں انہیں ذرا تامل نہیں ہوتا۔ دوسرے ملکوں میں بھی اگر یزوں کی اس مثال پر اکثر عمل کیا جاتا ہے۔
میری کتاب کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ سب سے پہلا ترجمہ اطالوی میں ہوا۔

L, origine della famiglia, della privata a dellw stato, versione
riveduuta dall'autore, di Pasquale Martignetti, Benevento,
1885.

اس کے بعد رومانیہ کی زبان میں ایک ترجمہ ہوا۔

Origina familie, proprietatei private si a sttului, traducere de joan
Contempranal, Nade jdes.

کے نام سے (2) یا سی سے شائع ہونے والے رسائل میں ستمبر 1885 سے مئی 1886 کلا۔ اس کے بعد نمازی
زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔

Familjens, Private jendommenns og Statens Oprindelse, Dansk,
af Forfatteren gennemgaaet Udgave, besorget af Garson Trier,
København , 1888

آنری راوے کا کیا ہوا فرانسیسی ترجمہ جو موجودہ جرمن ایڈیشن پر ہے، ابھی پریس میں ہے۔

اس صدی کے ساتویں دہائی کے شروع تک خاندان کی تاریخ جیسی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس شعبے میں علم تاریخ
پر اس وقت تک موسیٰ کی توریت کا اثر حاصل تھا۔ خاندان کی پوری شکل کو توریت میں جتنی تفصیل سے بیان کیا گیا
ہے اتی تفصیل سے اس کا بیان اور کہیں نہیں ملتا۔ چنانچہ اس کو نہ صرف خاندان کی سب سے قدیم شکل مان لیا گیا تھا
 بلکہ..... کثرت زوجی کے نظام کو الگ کر کے اس کو اور موجودہ زمانے کے بوڑھا خاندان کو ایک ہی چیز سمجھ لیا
 گیا تھا، گویا خاندان اصل میں کسی تاریخی ارتقا سے گزرنا ہی نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ بس اتنا مانا جاتا تھا کہ ممکن ہے
 قدیم زمانے میں آزاد جنسی تعلقات کا کوئی دور ہا ہو۔ اس میں شکنہ نہیں کہ یک زوجی کے علاوہ مشرق کی کثرت
 زوجی اور ہندوستان اور تبت میں کثرت شوہری کا حال بھی لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا۔ لیکن یہ تینوں شکلیں اس وقت
 تک کسی تاریخی سلسلے کی کڑیاں نہیں تھیں اور آپس میں بلا کسی تعلق کے ایک دوسرے کے متوازی دکھائی دیتی
 تھیں۔ یہ امر کہ قدیم زمانے کے کچھ لوگوں میں اور آج کل کے کچھ وحشیوں میں بھی نسل باپ سے نہیں بلکہ ماں

سے چلتی ہے اور اس لئے ان میں صرف عورت کے سلسلہ نسب کو یہ صحیح سمجھا جاتا ہے، اور یہ کہ موجودہ زمانے کے بہت سے لوگوں میں چند مخصوص گروہوں کے اندر..... جن کے بارے میں اس وقت تک زیادہ قریب سے چھان بننے والیں کی گئی تھی..... شادی کرنے کی ممانعت ہے، اور یہ کہ یہ رواج دنیا کے سبھی حصوں میں پایا جاتا ہے.... یہ بتیں لوگوں کو معلوم تھیں اور نئی مثالیں برابر سامنے آ رہی تھیں۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان سے کیا نتیجہ نکالا جائے۔ یہاں تک کہ ای۔ بی۔ نیڈر کی کتاب "بینی نوع انسان کی ابتدائی تاریخ اور تہذیب کے ارتقا کی تحقیقات" (1865) میں ان باتوں کو اسی طرح کی "عجیب و غریب رسوم" کے زمرے میں ڈال دیا گیا ہے جیسے بعض وحشیوں میں جلتی لکڑی کو لو ہے کے اوزاروں سے نہ چھوٹے کاررواج، اور اسی طرح کی دوسری مہمل اور بے معنی مذہبی بتیں۔

خاندان کی تاریخ کا مطالعہ 1861 سے شروع ہوا جب باخون کی کتاب "مادری حق" عائز ہوئی۔ اس کتاب میں مصنف نے مندرجہ ذیل خیالات پیش کئے ہیں:

1۔ انسانوں میں شروع میں آزاد جنسی تعلقات کا رواج تھا۔ مصنف نے اسے hetairism (کئی عورتیں رکھنے کا رواج) کے غیر موزوں نام سے پکارا ہے۔

2۔ اس آزاد جنسی تعلق کی وجہ سے کسی کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا باپ کون ہے۔ اس لئے نسب کا سلسلہ صرف ماں سے مادری حق کے مطابق ہی.... چل سکتا تھا اور ابتدائی مقدم زمانے کی قوموں میں یہ بات پائی جاتی تھی۔

3۔ چوتھے والدین میں صرف ماں کے بارے میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا تھا، اس لئے عورتوں کی بڑی قدر و منزلت ہونے لگی اور باخون کی رائے میں یہ اتنی بڑھ گئی کہ پوری طرح عورت کاراج (gynaecocracy) ہو گیا۔

4۔ یک زوجی کا نظام جس میں عورت پر صرف ایک مرد کا حق مانا جاتا ہے، اس کے قائم ہونے کا مطلب ایک قدیم مذہبی اصول کی خلاف ورزی (یعنی اصل میں اس عورت پر دوسرا مددوں کے قدیم روایتی حق کی خلاف ورزی) تھی۔ اور اس لئے اس کی تلاشی کرنے یا اس کا ہر جاندا کرنے کے لئے عورت کو ایک خاص مدت کے لئے غیر مددوں کے حوالے کرنا پڑتا تھا۔

باخون کو قدیم کلاسیکی ادب کے بے شمار لکڑوں میں ان بیانات کے ثبوت ملے جنہیں اس نے بڑی محنت سے سیکھا کیا۔ اس کی رائے میں "کئی عورتیں رکھنے کے رواج" سے یک زوجی تک اور مادری حق سے پوری حق تک جو ارتقا ہوا ہے.... خاص کر یونانیوں میں مذہبی خیالات کے ارتقا کی پرولت، پرانی روائی دیومالا میں جو پرانے

روائی خیالات کی حامل تھی، نئے خیالات کے نمائندے، نئے دیوتاؤں کے درآنے کی بدولت ہوا جنہوں نے پرانے دیوتاؤں کو دھکیل کر، بہت پچھپے کر دیا۔ چنانچہ باخون کی رائے میں مردا و عورت کے باہمی تعلقات اور سماجی حیثیت میں جو تاریخی تبدلیاں ہوئی ہیں، ان کے وجہ ان خارجی حالات کی ترقی نہیں جن میں انسان زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ انسانوں کے ذہن میں زندگی کے ان حالات کا مذہبی عکس ہے۔ چنانچہ باخون کا کہنا ہے کہ ایسکلیس کا "آرسطیا" اس کٹکٹش کی ڈرامائی تصویر پیش کرتا ہے جو زوال پری ما دری حق اور ابھرتے ہوئے فتح مند پدری نظام کے حق میں سورمائی عہد میں چھڑی تھی۔ کلینیم نسترانے اپنے عاشق ایگس تھس کی خاطرا پنے شہر آگاممنان کو قتل کر دیا جوڑوئے کی جگہ سے لوٹا ہی تھا۔ لیکن اس کا بینا آرطس جو آگاممنان سے پیدا ہوا تھا، باپ کے قتل کا بدل لینے کے لئے اپنی ماں کو مارڈا تا ہے۔ اس پر ما دری حق کی عفریتی محافظ ایرینیشن آرطس کا پچھا کرتی ہیں کیونکہ ما دری حق کے مطابق ماں کا قتل سب سے عگین جنم ہے جس کی کوئی ملائی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اپلو، جس نے اپنے ہاتھ غیبی کے ذریعہ آرطس کو اس جرم کی ترغیب دلوائی تھی اور اتنہ جسے ثالث بنا بجا تا ہے، آرطس کو بچاتے ہیں۔ یہ دونوں دیوی دیوتا نئے نظام کے نمائندے ہیں جس کی بنیاد پدری حق پر ہے۔ اتنہ دونوں فریقوں کی بات سنتی ہے آرطس اور ایرینیوں میں جو بحث ہوتی اس میں پورے اختلاف کا خلاصہ سامنے آ جاتا ہے۔ آرطس کہتا ہے کہ کلینیم نسترانے دوہرا جرم کیا ہے۔ اپنے شہر کو قتل کر کے اس نے میرے باپ کو بھی مارڈا لا ہے۔ اس لئے ایرینیشن میرے پیچھے کیوں پڑی ہیں؟ کلینیم نسترا کو، جس کا جرم کہیں زیادہ بڑا ہے، انہوں نے کیوں سزا نہیں دی؟ جواب قابل غور ہے۔

"اس نے جس مرد کو قتل کیا، اس سے اس کا خون کا کوئی رشتہ نہیں تھا۔" (3)

جس مرد سے خان کا کوئی رشتہ نہ ہو، چاہے وہ قاتلہ کا شہر ہی کیوں نہ ہو، اس کے خون کی تلاadi ہو سکتی ہے اور ایرینیوں کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ ان کا کام خون کے رشد داروں کے قتل کا انتقام لیتا ہے، اور ان میں بھی سب سے زیادہ نفرت انگیز قتل، ما دری حق کے مطابق، ماں کا قتل ہے۔ اب آرطس کے طرف سے اپلو بحث میں شریک ہوتا ہے۔ اتنہ، ایریو بیگاٹھر سے... لیجنی ایچنتر کے چیزوں (جبوں) سے.... اس مسئلے پر اپنے رائے دینے کو کہتی ہے۔ ملزم کو بری کر دینے اور سزاد ہینے، دونوں کے حق میں برابر برابر ووٹ پڑتے ہیں۔ تب عدالت کی صدر کی حیثیت سے اتنہ اپنا ووٹ آرطس کے حق میان دیتی ہے اور اسے بری کر دیتی ہے۔ ما دری حق کے مقابلہ میں پدری حق کے جیت ہوتی ہے۔ خود ایرینیوں کے الفاظ میں "چھوٹے سسلہ نسب کے دیوتا" ایرینیوں پر فتح حاصل کرتے ہیں اور ایرینیشن آخر میں نیا عہدہ قبول کر کے نئے نظام کی خدمت کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔

"آرسطیا" کی یعنی لیکن بالکل صحیح توجیہ جس حصے میں دی گئی ہے وہ پوری کتاب کے سب سے اچھے اور خوبصورت

ٹکڑوں میں ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ خود باخون کو بھی ایرینیوں، اپلو اور اس تھنہ میں کم سے کم اتنا ہی عقیدہ ہے جتنا ایسا ملکیس کو اپنے زمانے میں تھا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باخون کو واقعی یقین ہے کہ یونان کے سورائی عہد میں مادری حق کو ہٹانا اور اس کی جگہ پدری حق قائم کرنا انہیں دیوبندیوں کا مجزہ اور کارنامہ تھا۔ ظاہر ہے کہ مذہب کو دنیا کی تاریخ کا روح رواں بتلانے والا نظریہ آخر میں محض مخفی توں کی بھول جملوں میں پہنچ کر ہی دم لے گا۔ اس نے باخون کی ضمیم کتاب کو پڑھنا کافی مشکل کام ہے اور بہت زیادہ سودمند بھی نہیں۔ لیکن ان سب باتوں سے باخون کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آتی کیونکہ وہ اس راہ کا خضر تھا۔ وہ پہلا آدمی تھا جس نے قدیم زمانے کی اس حالت کے بارے میں، جس میں آزاد جنسی تعلقات کا رواج تھا، محض لفاظی سے کام نہیں لیا بلکہ اس کے بجائے یہ ثابت کر دکھایا کہ قدیم کلام کا یہ ادب میں اس حالت کے بہت سے آثار بکھرے پڑے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یونانی اور ایشیائی لوگوں میں یہ زوجی کا رواج ہونے سے پہلے وہ حالت پائی جاتی تھی جس میں نصر مددوں کا ایک سے زیادہ عورتوں سے جنسی تعلق ہوتا تھا بلکہ عورتوں کا بھی ایک سے زیادہ مددوں سے جنسی تعلق ہوتا تھا اور اس سے کسی مرد جو اصول کی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی۔ اس نے ثابت کیا کہ یہ رواج تواب نہیں رہا لیکن اس کا اثر باقی ہے۔ صرف ایک مرد سے شادی کا حق خریدنے کے لئے عورتوں کو مجبور ہونا پڑتا تھا کہ ایک مدد و دائرے کے اندر اپنے آپ کو غیر مددوں کے حوالے کریں۔ اور ان وجوہات سے شروع میں خاندان عورتوں سے ایک ماں کے بعد دوسرا ماں سے چلا کرتا تھا۔ یہ زوجی کا رواج ہونے کے بعد بھی بہت دنوں تک عورتوں سے نسل چلے کا رواج قائم رہا لانکہ اس وقت یہ بات یقین کے ساتھ کبھی جاسکتی تھی یا کم از کم ماں کی جاتی تھی کہ پچھے کا باپ کون ہے۔ اور شروع میں چونکہ پچھے کی صرف ماں کے بارے میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا تھا اس لئے ماں کا اور عام طور پر عورتوں کا درجہ سماج میں بہت اونچا تھا۔ بعد میں انہیں کبھی یہ درج نہیں ملا۔ باخون نے یہ تمام باتیں اتنی صفائی سے نہیں کیں۔ اس کے مہمی صوفیانہ نظریہ نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔ لیکن اس نے ثابت کر دیا کہ یہ تمام باتیں صحیح ہیں۔ اور 1861 میں یہ ایک پورا انقلاب تھا۔

باخون کی ضمیم کتاب جرمن میں لکھی گئی تھی..... یعنی اس قوم کی زبان میں جس کو اس زمانے میں موجودہ خاندان کی ماقبل تاریخی حالت میں سب سے کم درج پی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب کو کسی نے نہیں جانا۔ اس شعبے میں اس کا جو جائزیں ہوا، وہ 1865 میں سامنے آیا مگر اس نے باخون کا نام بھی نہیں سناتا۔

یہ جانش ف۔ میکلین ہے۔ وہ اپنے پیشو و کابا لکل الٹ تھا۔ ایک اگر صوفی اور صاحب کمال تھا تو دوسرا بے رس اور نشک وکیل۔ ایک میں اگر زنگینی اور شاعرانہ خیال آرائی تھی، تو دوسرا عدالت میں بحث کرنے والے وکیل کی طرح سمجھی ممکن دلیلوں کا طومار کھڑا کر دیتا تھا۔ میکلین نے قدیم اور موجودہ زمانے کی بہت سی وحشی، بربادی

اور مہذب قوموں میں بھی شادی کی ایک ایسی شکل کا پتہ لگایا جس میں دلہا کو، اکیلے یا اپنے دوستوں کے ساتھ، دہن کو اس کے رشتہداروں کے بیہاں سے زبردستی بھگا لے جانے کا سوا نگ رچا ناپڑتا تھا۔ شاید یہ رواج کسی پرانے رواج کی بھی ہوئی نشانی ہے جس میں ایک قبیلے کے مرد قبیلے کے باہر کی، دوسرا قبیلے کی لڑکیوں کی لڑکیوں کو جوچ چوچ زبردستی اغوا کر لے جاتے تھا اور طرح یہویاں لاتے تھے۔ مگر اس "اغوائی شادی" کی ابتدا کیسے ہوئی ہو گی؟ جب تک مردوں کو اپنے قبیلے کے اندر کافی عورتیں مل سکتی تھیں اس وقت تک اس طریقے کو اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسی طرح یہ بھی کثردیکھنے میں آتا ہے کہ غیر ترقی یافتہ لوگوں میں کچھ ایسے گروہ ہوتے ہیں (1865 کے لگ بھگ ان گروہوں کو اور قبیلوں کو ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا) جن کے اندر شادی کرنے کی ممانعت ہے جس کی وجہ سے مردوں کو اپنے لئے یہویاں، اور عورتوں کو اپنے لئے شہر ان گروہوں کے باہر ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور لوگوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ ایک گروہ کے مردوں کو اپنے گروہ کی عورتوں سے ہی شادی کرنی پڑتی ہے۔ میلکیتین نے بھلی قسم کے گروہوں کو گوت باہر شادی کرنے والے گروہ، اور دوسرے کو گوت اندر شادی کرنے والے گروہ کا نام دیا۔ اور پھر بلاکسی مزید دردسری کے یہ طریقے کو گوت باہر شادی کرنے والے اور گوت اندر شادی کرنے والے "قبیلوں" میں ایک ایسا تضاد ہے جوخت کے ساتھ قائم گوت باہر شادی کرنے کو رواج کے بارے میں اس کی اپنے چھان میں سے ہی صاف صاف اس بات کا ثبوت مل جاتا کہ اگرچہ سبھی یا زیادہ تصورتوں میں نہیں تو کم از کم بہت سی صورتوں میں یہ تضاد صرف اس کے تجھیں کی اتنی ہے، پھر بھی اس نے اسے اپنے سارے نظریے کے بنیاد بنا دالا۔ چنانچہ اس کے مطابق گوت باہر شادی کرنے والے قبیلے صرف دوسرے قبیلوں سے ہی یہویاں لاتے ہیں اور چونکہ عہد و حشمت میں مختلف قبیلوں کے درمیان مستقل جگ کے حالت رہتی تھی، اس لئے یہ صرف اغوا کے ذریعے ہی ممکن تھا۔

میلکیتین اس کے بعد سوال کرتا ہے۔ گوت باہر شادی کرنے کا رواج کیسے شروع ہوا؟ ایک گوت یا خاندان کے اندر یا بہت قریبی رشتہداروں کے ساتھ جنہی تعلق کی ممانعت کے تصورات سے اس کو کوئی مطلب نہیں کیونکہ یہ چیزیں تو بہت بعد کی ہیں۔ لیکن لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مارڈا نے کے رواج سے اس کا تعلق ہو سکتا ہے۔ یہ رواج بہت سے ڈھنی لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ اس سے الگ الگ ہر قبیلے میں مردوں کی کثرت ہو جاتی ہے جس کا لازمی اور فوری نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ایک عورت پر مشترک طور پر کئی مردوں کا قبضہ ہونے لگا یعنی نشرت شوہری کا رواج ہو گیا۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچکی مال کا پتہ تو رہتا تھا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا باپ کون ہے۔ اس لئے نسل صرف مال سے چلتی تھی اور اس معاملہ میں مرد کی کوئی اہمیت نہیں تھی، یعنی مادری حق قائم تھا۔ قبیلے کے اندر عورتوں کے کیابی کثرت شوہری کی وجہ سے کسی حد تک کم ضرور ہو جاتی تھی لیکن پوری طرح دور نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی کا

ایک اور نتیجہ یہ تھا کہ دوسرے قبیلوں کی عورتوں کو باقاعدہ، زبردستی انہوں کیا جاتا تھا۔ میکلین نے لکھا ہے۔

"گوت باہر شادی کرنے کا رواج، اور ایک ایک عورت کے متعدد شوہروں کا رواج، دونوں کے وجہ ایک ہے... مردوں اور عورتوں کے تعداد میں توازن کا نہ ہونا۔ اس لئے ہمیں مجبور ہو کر اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے کہ جن نسلوں میں گوت باہر شادی کرنے کا رواج ہے، ان سب میں شروع میں کئی کئی شوہروں کا رواج تھا... اس لئے ہمیں اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ گوت باہر شادی کرنے والی نسلوں میں قرابت داری کا پہلا نظام و تھا جو صرف ماں کے ذریعہ خون کے رشتہوں کو مانتا تھا۔" (میکلین "قدیم تاریخی کا مطالعہ" 1886ء۔ " قدیم

شادی" (4) صفحہ (124)

میکلین کی خوبی یہ ہے کہ اس نے اس بات کی طرف توجہ دلائی جسے وہ گوت باہر شادی کرنے کا رواج کہتا ہے اور یہ بتایا کہ اس کی کتنی بڑی اہمیت اور کتنا عام رواج تھا۔

لیکن یہ سمجھنا غلط ہو گا کہ گوت باہر شادی کرنے والے گروہوں کو اس نے دریافت کیا تھا۔ اور یہ کہنا تو اور بھی غلط ہو گا کہ اس نے ان کو سمجھ لیا تھا۔ پہلے کے ان بہت سے مشاہدہ کرنے والوں کے علاوہ جن کی مختصر یادداشتوں نے میکلین کے لئے مواد کا مام دیا، لیتھم نے (تشریحی علم انسان، 1859ء) میں ہندوستان کے مانگر لوگوں میں اس دستور کاٹھیک ٹھیک اور بالکل صحیح حال بیان کیا تھا اور بتایا تھا کہ دنیا کے سبھی حصوں میں عام طور پر اس کا رواج پایا جاتا ہے۔ خود میکلین نے اپنی کتاب میں اس حصے کو نقل کیا ہے۔ اور ہمارا مار گن بھی، 1847ء میں ہی، ایریو کو اس لوگوں کے بارے میں اپنے خطوط میں (جو کہ "American Review" میں شائع ہوئے تھے) اور 1851ء میں "ایریو کو اس لوگوں کی انجمن" (6 نامی اپنی کتاب میں بتا چکا تھا کہ اس قبیلے میں بھی یہ دستور موجود تھا اور اس نے دستور کی بالکل صحیح تفصیل بیان کئی تھی۔ اس کے بر عکس ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ باخون کے صوفیانہ خیال آرائی نے مادری حق کے بارے میں جتنی ابھسن پیدا کی تھی اس سے کہیں زیادہ اچھنے میکلین کی وکیلانہ ذہنیت نے اس موضوع کے بارے میں پیدا کی ہیں۔ میکلین نے ایک اور تقابل ذکر کامیاب کیا کہ اس نے یہ پتہ لگایا کہ شروع میں نسل مان سے چلتی تھی۔ حالانکہ جسیسا کہ بعد میں اس نے خود اعتماد کیا، باکون اس سے پہلے ہی اس بات کا پتہ لگا چکا تھا۔ لیکن اس معاملے میں بھی اس کے رائے بہت صاف نہیں ہے۔ وہ براہر "محض عورتوں کے ذریعہ قرابت داری (kinship through females only)" کا ذکر کرتا ہے اور اس جملے کو، جو ایک ابتدائی دور کے لئے بالکل صحیح تھا، ارتقا کے بعد کے ادوار پر بھی چسپا کرتا ہے، جبکہ نسل اور وراثت کا سلسلہ تو یقیناً ابھی تک عورتوں سے چلتا تھا مگر قرابت داری مرد کی طرف سے بھی مانی جانے لگی تھی اور اس کا انہصار بھی ہونے لگا تھا۔ یہ ایک قانون داں کی محدود ذہنیت ہے جو اپنے لئے ایک بالوچ قانونی اصطلاح گھر تھا ہے اور پھر اسے بلا کسی

ردو بدل کے ان حالات پر بھی چپاں کرتا ہے جو اس دوران میں بدل گئے ہیں اور جن پر وہ اصطلاح اب صادق
خوبی آتی

میکلین کا نظریہ بادی انصاف میں قابل قول ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کے نظر میں بھی اس
کے مضبوط بنیاد نہیں تھی۔ کم سے کم یہ بات خود اس کو بھی کھلکھلی ہے کہ (جھوٹ مٹ کے دکھاوے کے) انواع کا
رواج صاف طور پر انہیں نسلوں میں ہے اور وہی اس کو دھوم دھام سے مناتی ہیں جن میں قرابت داری مرد کی طرف
سے ہوتی ہے۔ (یعنی جن میں مرد سے نسل چلتی ہے) (صفحہ 140)۔ ایک اور جگہ اس نے لکھا ہے کہ "یہ ایک
عجیب بات ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، اب ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں گوت باہر شادی کرنے کے روایج کے
ساتھ ساتھ قرابت داری کے سامنے پرانی ٹکھل موجود ہوا اور وہاں بچوں کو مارڈا لئے کا ستور بھی ہو" (صفحہ 146)۔
ان دونوں باتوں سے اس کے طرز فکر کی براہ راست تردید ہوتی ہے اور ان کے خلاف وہ محض نئے اور پہلے سے بھی
زیادہ اچھے ہوئے مفروضات پیش کرتا ہے۔

پھر بھی انگلینڈ میں اس کے نظرے کا بڑے زوروں سے خیر مقدم ہوا اور لوگوں نے اس کی بڑی تعریف کی۔
وہاں عام طور پر میکلین کو خاندان کی تاریخ کا بانی اور اس شعبے کا سب سے ممتاز عالم مان لیا گیا۔ گوت باہر شادی
کرنے والے اور گوت اندر شادی کرنے والے "قبیلوں" میں اس نے جو تصادماً قائم کیا تھا، وہ چند مستثنیات اور ردو
بدل کو مان لیئے کے باوجود مردیہ خیال کی بنیاد بنا رہا جس کی اس حیثیت کو سمجھی تسلیم کرتے تھے۔ اس تضاد نے
لوگوں کی آنکھوں پر ایسا پرده ڈال دیا جس سے اس شعبے میں آزادی کے ساتھ چھان میں کرنا اور کوئی خاص ترقی کرنا
ناممکن ہو گیا۔ چونکہ انگلینڈ میں اور اس کی دیکھادیکھی دوسرے ملکوں میں بھی میکلین کے اہمیت کو بہت بڑھا پڑھا
کرتا تا ایک فیشن سا ہو گیا ہے، اس لئے اس کے مقابلے میں یہ بتانا ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ گوت باہر شادی کرنے
والے اور گوت اندر شادی کرنے والے "قبیلوں" میں ایک بالکل غلط تصادماً کھڑا کر کے میکلین نے جو تقاضاں پہنچا یا
اس کے مقابلے میں اس کے چھان میں سے فائدہ بہت کم ہوا ہے۔

اس دوران میں، جلد ہی ایسے بہت سے واقعات سامنے آگئے جو میکلین کے بنائے ہوئے خوبصورت
چاکھے میں ٹھیک نہیں بیٹھتے تھے۔ میکلین شادی کی صرف تین صورتوں سے وقف تھا۔ ایک شوہر کی بہت سی بیویاں
یعنی نشرت ازواج، ایک بیوی کے بہت سے شوہرینی کثرت شوہری، اور ایک میاں ایک بیوی یعنی یک زوجی۔
لیکن جب ایک بار لوگوں نے اس مسئلے کے طرف توجہ کی تو اس بات کے نت نئے ثبوت ملنے لگے کہ ناترقی یا نات
لوگوں میں شادی کی ایسی صورتیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں مردوں کا ایک گروہ مشترک طور پر عورتوں کے ایک گروہ
کا مالک ہوتا۔ اور لو باک نے (1870 میں اپنی کتاب "تہذیب کی ابتداء" (7) میں) اس گروہ داری شادی)

Communal marriage کو ایک تاریخی حقیقت مان لیا۔

اس کے فوراً بعد ہی 1871 میں مارگن نئی اور کئی پہلوؤں سے فیصلہ کرن شہادتیں لے کر سامنے آیا۔ اس کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ ایر و کواس لوگوں میں قرابت داری کا جوانوکھا طریقہ رائج ہے، وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں رہنے والے سبھی آدمی بائیوں میں پایا جاتا ہے اور اس طرح وہ ایک پورے بر عالم میں پھیلا ہوا ہے حالانکہ قرابت داری کا یہ سلسلہ ان رشتتوں کے بالکل برعکس ہے جوہاں کے مردیہ ازدواجی نظام سے پیدا ہوتی ہیں۔ تب اس نے امریکہ کی وفاقی حکومت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ دوسرا قوموں میں قرابت داری کے جو صورتیں پائی جاتی ہیں ان کے بارے میں معلومات فراہم کرے۔ اور اس کام کے لئے اس نے خود سوالات اور جدول تیار کئے۔ ان سوالوں کے جواب آئے ان سے مارگن کو پتہ چلا کہ (1) امریکہ کے انڈینوں میں قرابت داری کا جو سلسلہ پایا جاتا ہے، اس کا رواج ایشیا کے بہت سے قبیلوں میں بھی ہے اور کسی قدر بدی ہوئی صورت میں افریقہ اور آسٹرالیا میں بھی۔ (2) اس کی پوری توجہ ایک قسم کے گروہ دارشادی سے ہو جاتی ہے جو ہوائی میں اور آسٹرالیا کے دوسرے جزویوں میں پائی جاتی ہے اور اب مٹنے لگی ہے۔ اور (3) شادی کی اس شکل کے ساتھ ساتھ انہیں جزویوں میں قرابت داری کا ایک ایسا سلسلہ پاتا جاتا ہے جس کی توجہ صرف اس بات وہ ہو سکتی ہے کہ پہلے دہاگروہ دارشادی کی ایک اس سے بھی زیادہ ابتدائی شکل رائج تھی جواب مٹ بھی ہے۔ مارگن نے جمواد جمع کیا اور اس سے جو نتیجہ کا لے، ان کو اس نے 1871 میں اپنی کتاب "ہم خندافی اور رشتہ داری کے نظام" (8) میں شائع کیا اور اس طرح بحث کے دائرے کو بے حد و سیع کر دیا۔ اس نے پہلے قرابت داری کے نظاموں کو لیا اور ان کے روشنی میں اور ان کے مطابق خاندان کی شکلوں کو نئے سرے سے مرتب کیا اور اس طرح انسان کے مقابل تاریخی کھالت کی چھان بیں اور اس کے زیادہ گھرے مطالعے کے لئے ایک نیاراستہ کھول دیا۔ اس طریقے کو صحیح مان لینے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ میکلین کے خوبصورت محل ہوا میں بکھر جاتا۔

میکلین نے اپنی کتاب "قدیم شادی" (قدیم تاریخ کا مطالعہ، 1876ء) کے ایک منے ایڈیشن میں اپنے نظریے کی پر زور حمایت کی۔ حالانکہ اس نے خود نہایت مصنوعی طور پر محض فرضی با توں کی بنیاد پر خاندان کی تاریخ مرتب کی ہے مگر لوباک اور مارگن سے اس کا مطالبہ ہے کہ وہ اپنی ہربات کے لئے ثبوت پیش کریں اور یہ ثبوت ایسے ہوں جن میں جدت کی گنجائش نہ ہو، جیسے ثبوت اسکاٹ لینڈ کی عدالتیں میں مانے جائیں۔ اور یہ مطالبہ وہ آدمی کرتا ہے جو جرمونوں میں ایک شخص کی ماں کے بھائی اور بہن کے بیٹے کے درمیان قریبی تعلق ہونے کی بات سے (تایت، "جرمنی"، باب 20) سیزرا کی اس روپرٹ سے کہ بریوں (9) لوگ دس بارہ کی تعداد میں مل کر مشترک بیویاں رکھتے تھے اور برابری لوگوں میں مشترک بیویوں کے رواج کے بارے میں قدیم زمانے کے

مصنفوں کی تمام رپورٹوں سے، بلاکسی تامل کے نتیجہ نکالتا ہے کہ ان تمام لوگوں میں کثرت شوہری کارروائی تھا! اس کی باتوں کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کوئی سرکاری وکیل اپنا مقدمہ پیش کرتے ہوئے تو ہر طرح کی من مانی کرتا لیکن مخالف فریق کے وکیل سے مطالکہ کرتا ہے کہ وہ اپنے ہر لفظ کو ثابت کرنے کے لئے بالکل کے اور قانونی طور سے بالکل صحیح ثبوت پیش کرے۔

اس کا دعویٰ ہے کہ گروہ دارشادی محض تخلیل کی اڑان ہے اور اس طرح وہ بخون سے بھی بہت پچھچہ رہ جاتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مارگن نے جس چیز کو قرابت داری کا نظام سمجھا ہے، وہ شاستہ اور مہذب آداب معاشرت کے متعلق احکام سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ریڈائلین لوگ اجنبیوں اور گورے آدمیوں سے بھی "بھائی" یا "باپ" کہ کربات کرتے ہیں۔ یہ تو یہی ہی بات ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ چونکہ کیتوںکے پادریوں اور راہبیہ عوقلوں کو لوگ "فادر" (باپ) اور "مر" (ماں) کہتے ہیں اور چونکہ راہب اور راہبیہ عورتیں، اور یہاں تک کہ انگلینڈ میں فری میں ان لوگ اور کرافٹ یونیون کے ممبر بھی جلوسوں میں ایک دوسرے کو بھائی بھن کہتے ہیں، اس لئے باپ، ماں بھائی، بہن وغیرہ الفاظ مختص القاب ہیں اور اس سے زیادہ ان کا کوئی مطلب نہیں۔ مختصر یہ کہ میکلین

کے دلائل بہت کمزور تھے۔

لیکن ایک بات رہ گئی ہے جس پر کسی نے میکلین کی تردید نہیں کی۔ گوت باہر شادی کرنے والے اور گوت اندر شادی کرنے والے "قبیلوں" میں اس نے جو اضافہ قائم کیا تھا اور جس پر اس کا سارا ذہن اپنے کھڑا تھا، وہ ذرا بھی نہیں ہلا۔ بھی نہیں بلکہ وہ اب بھی خاندان کی پوری تاریخ کا محور مانا جاتا تھا۔ لوگ یہ مانتے تھے کہ میکلین نے اس تصادم کی وجہ کو تھی وہ ناکافی تھی اور اس سے خود ان واقعات کی تردید ہوتی تھی، جن کو میکلین نے پیش کیا تھا۔ لیکن خود اس تصادم کو، اس خیال کو کہ دو بالکل عیحدہ اور خود مختار قسم کے قبیلے ہوتے ہیں، جن میں سے ایک طرح کے قبیلوں کے مرد اپنے قبیلے کے اندر کی ہی عورتوں سے شادی کرتے ہیں مگر دوسری طرح کے قبیلوں میں اس طرح کی شادی کی بالکل ممانعت ہوتی ہے.... ان باتوں کو لوگ الہامی کتابوں کی طرح ناقابل انکار صداقت سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر ژریتا یوں کی کتاب "خاندان کا آغاز" (1874) (10) اور خود لو باک کی کتاب "تہذیب کا آغاز" (چوتھا ایڈیشن 1882) کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

یہی وہ نقطہ ہے جہاں مارگن کی خاص تصنیف "قدیم سماج" (1877) بحث میں شامل ہوتی ہے۔ میری یہ کتاب اسی کتاب پر مبنی ہے۔ جن باتوں کو 1871 میں مارگن نے نہایت مہم طریقے سے محسوس کیا تھا، یہاں ان کی پوری سمجھ بوجھ کے ساتھ نہایت وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ مارگن کہتا ہے کہ گوت اندر شادی کرنے اور گوت باہر شادی کرنے میں کوئی تفاہ نہیں۔ ابھی تک ایسا کوئی "قبیلہ" نہیں ملا ہے جس میں صرف گوت باہری

شادی کرنے کا رواج ہو لیکن جس زمانے میں گروہ دار شادی کا رواج تھا... اور زیادہ امکان اسی بات کا ہے کہ کسی نہ کسی زمانے میں اس کا رواج ہر جگہ تھا..... تب قبیلے کے اندر کی گروہ ایسے ہوا کرتے تھے جن میں ایک دوسرے سے ماں کی طرف سے غونام کا رشتہ ہوتا تھا۔ یہ گروہ گن کی کھلاتے تھے اور ان کے اندر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ اس لئے کسی بھی گن کے مرد قبیلے کے اندر ہی اپنے لئے بیویاں حاصل کر سکتے تھے اور عام طور پر وہ یہی کرتے تھے، مگر انہیں اپنے گن کے باہر ہی بیویاں حاصل کرنی پڑتی تھیں۔ اس طرح جبکہ گن، بختی سے گوت باہر شادی کرنے کے اصول پر عمل کرتا تھا، تب قبیلہ جس میں کئی گن شامل ہوتے تھے، اتنی یہ بختی سے گوت اندر شادی کرنے کے اصول پر عمل کرتا تھا۔ میکلین نے بناوٹی ڈھنگ سے جو محل کھڑا کیا تھا، اس کے آخری کھنڈر بھی اس کی تاب نہ لا کر زمین پر آ رہے۔

لیکن مارگن کو اس سے ہی اطمینان نہیں ہوا۔ امریکہ کے قدیم باشندوں کا گن اس کے لئے ایک ذریعہ بن گیا جس کی مدد سے اس نے تحقیق کے اس شعبے میں، جس میں اب وہ داخل ہو رہا تھا، دوسرا فصل کن قدم اٹھایا۔ مادری حق کی بنیاد پر منظم شدہ گن میں اس نے گنوں کی ابتدائی شکل دریافت کی جس سے بعد والے وہ گن پیدا ہوئے جو پوری حق کی بنیاد پر منظم ہوئے۔ جنہیں ہم قدیم زمانے کی مہذب قوموں میں پاتے ہیں۔ اس طرح یونانی اور روی گن جو اس کے پہلے کے سچی مورخوں کے لئے پہلی ہونے ہوئے تھے، امریکہ کے آدمی بائیوں میں پائے جانے والے گن کی روشنی میں سمجھ میں آگئے اور قدیم سماج کی پوری تاریخ کے لئے ایک نئی بنیاد پر گئی۔

ابتداً مادری حق والے گن کے بارے میں یعنی بات معلوم ہوئی تھی کہ وہ پوری حق والے گنوں سے، جو مہذب قوموں میں پائے جاتے ہیں، پہلے کی منزل ہیں۔ قدیم سماج کی تاریخ میں اس نئی دریافت کی وہی اہمیت ہے جو علم حیات کے لئے ڈارون کے نظریہ ارتقا کی اور علم اقتصادیات کے لئے مارکس کے قدر زائد کے نظریہ کی۔ اس سے مارگن پہلی مرتبہ خاندان کی تاریخ کی ایک ایسی روپ ریکھاتا ہے کہ میا بہو جس میں ارتقا کی کم از کم بنیادی منزلوں کی مجموعی حیثیت سے عارضی طور پر، اور اس وقت تک جتنا مواد مکھا اس کو دیکھتے ہوئے جس حد تک ممکن تھا، اس حد تک متعین کر دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے اس سے قدیم سماج کی تاریخ کے مطابعے میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اب مادری حق والا گن وہ مخور ہے جس کے گرد یہ پورا عالم گھومتا ہے۔ اس کا پتہ لگنے کے بعد اب ہمیں معلوم ہے کہ ہماری تحقیق کے کام کا رخ کیا ہو، کس چیز کے چھان میں کی جائے اور اس چھان میں کے نتیجوں کو کس طرح ترتیب دیا جائے۔ چنانچہ مارگن کی کتاب شائع ہونے کے بعد، پہلے کے مقابلے میں اس شعبے میں بہت تیزی سے ترقی ہو رہی ہے۔

مارگن نے جن باتوں کا پتہ لگایا ہے، انہیں اب انگلینڈ کے مقابلہ تاریخی عہد کے مورخ بھی مانے لے گے ہیں یا

یوں کہتے کہ انہوں نے چپ چاپ ان تمام باتوں کو اپنالیا ہے۔ لیکن ان میں شاید ہی کوئی یہ مانے پر تیار ہو کہ ہمارے نقطہ نظر میں جو انقلاب ہوا ہے، اس کا سہرا مارگن کے سر ہے۔ انگلینڈ میں اس کی کتاب کے بارے میں جہاں تک ہو سکتا ہے لوگ چپ سادھے رہتے ہیں اور خود مارگن کو بڑی سر پرستی کے انداز میں اس کی پرانی کتابوں کی تعریف کر کے بنٹادیا جاتا ہے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جن چون کرتقید کی جاتی ہے اور دراصل جو اس کی عظیم دریافتیں ہیں ان پر خاموشی کی ایسی مہر لگا دی جاتی ہے جو کبھی ٹوٹنے میں نہیں آتی۔ "قدیم سماج" کا پرانا یہ یشن اب نایاب ہے۔ امریکہ میں اس طرح کی کتابیں چھاپنے میں کوئی نفع نہیں۔ انگلینڈ میں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مارگن کی کتاب کو باقاعدہ جان بوجھ کر دبایا گیا ہے۔ اور اس عہد آفرین کتاب کا واحد ایڈیشن جو اس وقت بازار میں مل سکتا ہے، وہ جرمن زبان میں ہے۔

ہمارے ماقبل تاریخی عہد کے مانے ہوئے مورخوں کی اس سرد مہری کا کیا سبب ہے؟ اس سرد مہری کو ایک سازش کا نتیجہ نہ سمجھنا بہت مشکل ہے.... خاص طور پر اس لئے کہ یہ حضرات محض تکلفاً اور اخلاصاً مارگن کی کتابوں سے ان گنت اقتباس اپنی کتابوں میں شامل کرتے ہیں اور طرح طرح سے بھائی چارے کا اظہار کیا کرتے ہیں۔ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مارگن امریکی ہے اور ماقبل تاریخی عہد کے انگریز مورخوں کو یہ مانے میں وقت ہوتی ہے کہ مواد جمع کرنے میں ان کی نہایت قابل تعریف محنت کے باوجود، عام نقطہ نظر کے لئے، جس پر اس مواد کی ترتیب اور ندویں کا اخصار ہے، انہیں دو بڑے غیرملکی عالموں، باغوں اور مارگن کا سہرا لینا پڑتا ہے؟ جرمن کو تو وہ کسی طرح برداشت بھی کر سکتے ہیں لیکن امریکی کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں؟ کسی امریکی کو دیکھ کر ہر انگریز کو حب الوطنی کا دورہ پڑنے لگتا ہے۔ میں جن دنوں امریکہ میں خاتون مجھے اس کی نہایت مصکحہ خیز ثالیں دیکھنے کو ملیں (3)۔ اس کے ساتھ ایک بات اور ہے۔ میکلین کو ایک طرح سے سرکاری طور پر انگلتان کی ماقبل تاریخی تحقیقات کا بانی اور رہنمایان لیا گیا تھا۔ اور ماقبل تاریخی عہد کے مورخوں میں یہ اخلاق اور شائستگی کا تقاضا سمجھا جاتا تھا کہ میکلین نے تاریخی نظریے کی جو بنادی ٹیکھی عمارت کھڑی کی تھی، اس کا تذکرہ نہایت احترام سے کیا جائے۔ یہ نظریہ بچوں کے قتل سے لے کر کثرت شوہری، اغوا کے ذریعے شادی اور مادری حق کے خاندان تک حادی ہے۔ ایک دوسرے سے بالکل الگ اور مختلف، دو قسم کے "قیلیوں" یعنی گوت باہر شادی کرنے والے اور گوت اندر شادی کرنے والے "قیلیوں" کے بارے میں ذرا سا بھی شک ظاہر کرنا بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے جب مارگن نے ان سبھی مقدس خیالات کی جڑ کاٹ دی تو گویا اس نے بہت بڑا گناہ کیا۔ اور پھر مارگن نے اس مسئلے کو اس طرح سلجھایا کہ اس کے بارے میں بات کہتے ہی پوری چیز فوراً صاف ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میکلین کے وہ پرستار جو ابھی تک انہوں کی طرح گوت باہر شادی کرنے اور گوت اندر شادی کرنے کے روایوں کے بیچ میں بھکر رہے تھے، اب

اپنا سر پیٹنے لگے اور چلانے لگے کہ تم بھی کیسے احمد ہیں کہ اتنی ذرا سی بات کا اتنے دونوں تک خود پہنچنیں لگا سکے۔ مارگن کا یہ قصور اس کے لئے کافی تھا کہ سرکاری علاماں کو سردہ بھری سے نظر انداز کر دیں۔ لیکن مارگن نے اتنے یہ پر قاعع نہیں کی۔ اس نے ان کی تنجیوں کا پیالہ لمبی کر دیا۔ اس نے تہذیب کو جس تباول پر اکرنے والے سماج کو، جو ہماری موجودہ سماج کی بنیادی صورت ہے، اپنی تقید کا اس طرح ہدف بنایا جس سے فوریے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس نے صرف اتنا ہی نہیں کیا، اس نے سماج کی آئندہ تبدیلیوں کا ذکر کچھ ایسے الفاظ میں کیا جنہیں کارل مارکس استعمال کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے جیسا کیا ویسا پایا۔ میکلین نے نہایت غصے میں اس پر یہ الزم اگایا کہ "تاریخی طریقے سے اس کو عداوت ہے" اور پروفیسر ٹیریا تیلوں نے جنیوا میں 1884 میں اس رائے کی حمایت کی۔ کیا یہی وہ موسیو ٹیریا تیلوں نہیں تھے جو 1874 میں (اپنی کتاب "خاندان کا آغاز" میں) میکلین کے گوت باہر شادی کرنے کے رواج کے گورکھ دھندرے میں بھٹک رہے تھے اور جنہیں مارگن نے ہی اس سے نجات دلائی تھی!

یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ قدیم سماج کی تاریخ نے مارگن کی تحقیقات کی بدولت اور کون سی باتوں میں ترقی کی۔ اس کتاب کی دوران میں جہاں کہیں اس کی ضرورت ہو گئی تذکرہ کیا جائے گا۔ مارگن کی اہم تصنیف کوشائی ہوئے چودو برس کا عرصہ گزر گیا۔ اس دوران میں قدیم انسانی سماج کے بارے میں ہمارے پاس بہت سا نیا معاویج ہو گیا ہے۔ علم انسان کے عاملوں، سیاحوں اور ماقبلی تاریخ کے ماہروں کے علاوہ تقابلی قانون کے مطالعہ کرنے والوں نے بھی اس شبیہ میں منے مواد اور نقطہ ہائے نظر کا اضافہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کچھ خاص باتوں کے متعلق مارگن کے بعض مفروضے کمزور پڑ گئے ہیں اور کہیں کہیں بے بنیاد ثابت ہوئے ہیں لیکن کہیں بھی نئے مواد نے اس کے بنیادی خیالات کو بدلت کر ان کی جگہ نئے تصورات قائم نہیں کئے ہیں۔ قدیم سماج کی تاریخ کے مطالعہ میں مارگن نے جو ترتیب قائم کی تھی وہ بنیادی طور پر آج بھی صحیح ہے۔ ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ اس زبردست ترقی کے باñی کا نام چھپانے کی جتنی کوشش کی جاتی ہے، اس کی بتائی ہوئی بنیادی باتوں کو لوگ اتنا ہی روز بروز مانتے جاتے ہیں۔ (11)

فریڈرک اینگر

16 جون، 1891 لندن

رسالے اور کتاب دونوں کی اصل سے مقابلہ کیا گیا۔

Die Neue Zeit Bd. 2, No 41

رسالے میں 1891ء 1890ء شائع ہوا اور مندرجہ ذیل کتاب کی صورت میں نکلا۔

Friedrich Engels. Der Ursprung der Familie, des Privateigenthums und des Staats, Stuttgart, 1891

حوالہ جات

- 1-ناشر کا نام دیجس تھا۔ (ایڈٹر) 1891ء
- 2-Tylor E.B. "Researches into the Early History of Mankind and the Development of Civilization, London, 1865) (Editor) (ایڈٹر)
- 3- ایمکلس "آسٹیا۔ ایمیڈ۔" (ایڈٹر) 1886ء
- 4-Mac-Lennan J.F."Studies in Ancient History, comprising a Reprint of Primitive Marriage" ,London, 1886) (ایڈٹر)
- 5-Latham R.G, "Descriptive Ethnology", Vols, 1.11, London 1859 (ایڈٹر)
- 6-Morgan L.H. " League of the Ho-de-no-sau-nee, or Iroquois",Rochester, 1851. (ایڈٹر)
- 7-Lubbock J, " The Origin of Civilisation and the Primitive Condition of Man , Mental and Social Condition of Savages", London, 1870. (ایڈٹر)
- 8-Morgan L.H, "System of Consanguinity and Affinity of the Human Family". Washington, 1871. (ایڈٹر)
- 9-بریتان..... پانچویں اور چھٹی صدی میں انگلیسکن سلطنت سے پہلے برطانیہ کی کیٹ آبادی کا نام تھا۔ (ایڈٹر)
- 10- Giraud. Teulon a, "Les origines de la famille", Geneve, Paris, 1874. (Editor)
- 11- ستمبر 1888ء میں نیویارک سے واپسی کے وقت میری ملاقات امریکی کانگرس کے ایک سابق ممبر سے ہوئی جو راجحہ کے حلے سے پہنے گئے تھے۔ وہ لیوس مارگن کو جانتے تھے۔ لیکن بدقتی سے وہ مجھے مارگن کے بارے میں

کچھ زیادہ نہیں بتا سکے۔ انہوں نے بتایا کہ مارگن را چھر میں خانگی زندگی برکرتا تھا۔ اپنے پڑھنے لکھنے کے علاوہ اسے اور چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کا بھائی فوج میں کرمل تھا اور وائٹنشن میں جنگی محکمے میں کسی عبدے پر تھا۔ اپنے بھائی کی مدد سے مارگن نے حکومت کو اس بات پر آمادہ کر، یا تھا کہ وہ اس کی تحقیقات میں دلچسپی لے اور اس کی کتابوں کو سرکاری خرچ سے چھاپے۔ کاگرس کے ان سابق ممبر کا کہنا تھا کہ جب تک وہ کاگرس کے ممبر تھے خود انہوں کے بھی مارگن کی مدد کی تھی۔

پہلا باب تہذیب کے مقابل تاریخی دور

مارگن پہلا شخص ہے جس نے ماہرِ حنفی کی گہری واقفیت کے ساتھ انسان کے مقابل تاریخی دور میں ایک مخصوص نظم و ترتیب پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سوائے اس صورت کے جگہ مزیداً ہم مواد ملنے کی وجہ سے تبدیلیاں کرنا ضروری ہو جائے، امید کی جا سکتی ہے کہ اس نے جو دو جدیدی کے ہے وہ قائم رہے گی۔

عہد و حشت، عہد بر بریت اور عہد تہذیب، ان تین خاص ادوار میں قدر رہتا مارگن کا تعلقِ شخص پہلے دو سے اور اس عبوری دور سے ہے جو تیر سے عہد کی طرف لے جاتا ہے۔ ان دو عہدوں میں سے ہر عہد کو وہ ذرائعِ زندگی کی پیداوار کی نشوونما کے مطابق ابتدائی، درمیانی اور آخری ادوار میں تقسیم کرتا ہے کیونکہ جیسا کہ مارگن کا کہنا ہے "علم فطرت پر انسان کی ساری برتری کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ذرائعِ زندگی کی پیداوار میں اس نے کتنی مہارت حاصل کی ہے۔ انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس نے غذا کی پیداوار پر پوری قدرت حاصل کر لی ہے۔ انسانی ترقی کی بڑی منزاوں کا کم و بیش بر اہ راست تعلق ذرائعِ زندگی کے دلیلوں کی توسعہ کے ساتھ ہے۔" (1)

خاندان کا ارتقا بھی اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے لیکن اس میں ہمیں ایسی کوئی قطعی بنیاد نہیں ملتی جس سے مختلف ادوار کی حد بندی کی جاسکے۔

دور و حشت

1- ابتدائی دار

یہ نسل انسانی کے بچپن کا دور ہے۔ انسان ابھی تک اپنے ابتدائی مسکن یعنی گرم یا نیم گرم علاقوں کے جنگلوں میں رہتا تھا اور کم از کم ایک حد تک درختوں پر بیسرا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اتنی دنوں تک بڑے بڑے شکاری جانوروں اور درندوں سے بچا رہا۔ پھل، گری دار میوے اور جڑیں، یہی اس کی غذا تھی۔ اس دور میں اس کا اصلی کارنامہ یہ تھا کہ اس نے بولنا سیکھا۔ تاریخی زمانی میں ہمیں جن لوگوں کا حال ملتا ہے ان میں سے کوئی بھی اس قدیم حالت میں نہیں تھا۔ اگرچہ یہ زمانہ ہزاروں برس تک رہا ہوا گا پھر بھی اس کا کوئی برآہ راست ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن جب ایک بار ہم یہ مان لیتے ہیں کہ انسان عالم یوپی سے پیدا ہوا ہے تو پھر اس عبوری دور کو بھی مانا ضروری ہے۔

2- دریائی دور

اس کے ابتداء وقت سے ہوتی ہے جب چھلی (جس میں کیکڑے، گھونگھے اور دوسروے دریائی جانوروں کو بھی شامل کرتے ہیں) غذا میں کام آنے لگی اور آگ کا استعمال ہونے لگا۔ یہ دونوں لازم و ملودم ہیں کیونکہ چھلی آگ کے استعمال کے بعد ہی اچھی طرح کھانے کے کام آنے لگتی ہے۔ اس نئی غذانے انسان کو موسم اور مقام کی قید سے آزاد کر دیا۔ دریاؤں اور ساحلوں کے ساتھ ساتھ چل کر انسان اپنی اس وحشت کی حالت میں بھی کرہ زمین کے بڑے حصے پر پھیل گیا۔ ابتدائی پتھر کے دور کے بڑھنے، کھر درے پتھر کے اوزار..... جن کو قدیم ججری دور کے اوزار کہتے ہیں جو سب کے سب یا زیادہ تر اسی دور کے ہیں اور کبھی برابعٹوں میں کھمرے پڑے ہیں۔ انسان کی اس نقل و حرکت کا ثبوت ہیں۔ نئے نئے علاقوں میں جا کر لئے، برابر نئی چیزوں کی تلاش کی دھن میں لگے رہئے اور اب اس کے ساتھ رگڑ سے آگ جلانے کے فن پر قدرت پالیئے سے انسان کو کھانے کی نئی نئی چیزوں ملتی رہیں، جیسے غدائی جڑیں اور گنٹھیاں جو گرم را کھیل میں یا زمین میں کھدی ہوئی آگ کی بھیٹوں میں پکالی جاتی تھیں، اور ابتدائی ہتھیاروں یعنی لٹھی اور بھالے کی ایجاد کے بعد ہتھیار میں مارے ہوئے جانور بھی غذا میں شامل کئے جانے لگے۔ محض ہتھیاری قویں جن کا اکثر کتابوں میں ذکر آتا ہے یعنی ایسی قویں جو محض ہتھیار پر گزارہ کرتی ہوں، کبھی نہیں رہیں۔ ہتھیار کا نتیجہ اتنا غیر لائقی ہوتا ہے کہ محض اس کے سہارے زندگی گزارنا ممکن ہی نہیں رہیں۔ کھانے کے چیزوں کا مانا ب بھی نہایت غیر لائقی تھا جس کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں آدم خوری کا

رواج شروع ہوا اور بہت دنوں تک جاری رہا۔ آئٹر بیلیا کے باشندے اور بہت سے پلینیز آج بھی دھشت کے اس درمیانی دور میں ہیں۔

3۔ آخری دور

اس کی ابتدائی کمان کی ایجاد سے ہوئی جس کی وجہ سے جنگی جانوروں کا گوشہ ندا کا باقاعدہ جزو بن گیا اور شکار کا عام رواج ہو گیا۔ تیر، کمان اور اس کی تاثر ایک چیز ہے تھیا ہے جس کو ایجاد کرنے کے لئے بہت دنوں کے تجربے، تیزی اور ذہانت کی ضرورت تھی اور اسی لئے یہ بھی ضروری تھا کہ اس کے ساتھ بہت سی دوسری ایجادوں سے بھی واقفیت ہو۔ اگر ہم ان قوموں کا موازنہ ان سے کریں جو اگرچہ تیر اور کمان سے تو واقع تھیں مگر برلن بنا نہیں جانتی تھیں (مٹی کے برلن بنانے کے جن سے مار گن کے رائے میں عہد بربریت کے طرف تغیری کی ابتداء ہوتی ہے) تو ہم دیکھیں گے کہ اس ابتدائی دور میں یہی لوگ گاؤں میں یعنی لگے ہیں، ذراائع زندگی کی پیداوار پر کسی حد تک قدرت حاصل ہو چکی ہے "لکڑی کے برلن بھائیوں بناۓ جاتے ہیں، انگلیوں سے (کر گھے کے بغیر) درختوں کی چھال کے ریشوں سے طرح طرح کی چیزیں بنائی جاتی ہیں، درخت کی چھال اور بید کی ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں، اور پھر (ججر جدید) کے پاش کئے ہوئے چکنے اوزار بنائے جاتے ہیں۔ پھر بڑی حد تک آگ اور پھر کی کلہاڑی کی مدد سے درخت کا تاکھو کرنا اور ڈوپی تیار ہونے لگی اور کہیں کہیں کمان بنانے کی لکڑی اور تنہ بھی کاٹے جانے لگے تھے۔ مثال کے طور پر شمال مغربی امریکہ کے انڈیون میں یہ بھی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ تیر کمان سے تو واقع مگر برلن بنانا بالکل نہیں جانتے۔ تیر کمان عہد و حشت میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو عہد بربریت میں لوہے کی تلوار اور عہد تہذیب میں بارود کے تھیا ریتی توپ بندوق، یعنی وہ تیصلہ کہ تھیا ہے۔

عہدہ بربریت

1۔ ابتدائی دار

اس کی ابتدائی کے برلن بنانے سے ہوئی۔ اس فن کی ابتداء بعض جگہوں میں یقیناً اور شاید کہی جگہوں میں اس طرح ہوئی کہ ٹوکریوں یا لکڑی کے برتوں کو آگ سے بچانے کے لئے ان پر مٹی کا لیپ چڑھایا جانے لگا۔ اس

طرح جلدی یہ اندازہ ہو گیا کہ اندر کا برتن نکال لینے پر بھی منی کے سامنے سے کام پڑ سکتا ہے۔ اس نقطتک مم مان سکتے تھے کہ ایک خاص زمانے تک سبھی قوموں میں خواہ وہ کسی مقام سے تعلق رکھتی ہوں، ارتقا کا راستہ ایک ہی ہے۔ لیکن بربیت کے ساتھ ہم ایک ایسے دور میں داخل ہوتے ہیں جس میں دو ہڑے براعظموں کی قدرتی خصوصیتوں کا فرق اپنا اثر دکھانے لگتا ہے۔ عہد بربیت کے نمایاں خصوصیت جانور پالنا، ان کی نسل بڑھانا اور پودوں کی کاشت کرنا ہے۔ اب جہاں تک مشرقی براعظم یعنی پرانی دنیا نے قدیم کا تعلق ہے، بیہاں پالنے کے قابل تقریباً سبھی جانور اور ایک کوچھوڑ کر کاشت کے قابل سبھی انسان موجود تھے۔ جبکہ مغربی براعظم یعنی امریکہ میں پالنے کے قابل ایک ہی دو دھپلے پالنے والا جانور تھا جسے لاما کہتے ہیں اور جو صرف جنوب کے ایک حصے میں پایا جاتا ہے، اور کاشت کے قابل صرف ایک انسان۔ مکا..... تھا مگر وہ تھا سب سے اچھا۔ قدرتی حالات کے اس فرق کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس زمانے سے دونوں شم کرہ ارض کے باشندے الگ الگ اپنی ڈگر پر چلنے لگے اور ارتقا کے مختلف ادوار کے نتیجے کی حد فاصل دونوں جگہ اپنی الگ الگ خصوصیتوں کی حامل ہو گئی۔

2- درمیانی دور

اس کی ابتداء مشرق میں جانور پالنے سے اور مغرب میں آب پاشی کے ذریعہ غذائی پودوں کی کاشت کرنے اور مکان بنانے کے لئے کچھی اینٹیوں اور پتھر کے استعمال سے ہوتی ہے۔
پہلے ہم مغرب کو لیں گے کیونکہ یورپ والوں کی فتح کے وقت تک امریکہ کے لوگ کہیں بھی اس دور سے آگئے نہیں بڑھتے۔

امریکہ میں رہنے والے انڈینوں کا جب پتہ چلا تو اس وقت وہ عہد بربیت کے ابتدائی دور میں تھے (مسی پیشی مشرق میں رہنے والے سبھی انڈین اسی دور سے گزر رہے تھے) اس وقت وہ کسی حد تک مکنی اور شاپیڈ لوکی، تربوز اور دوسرا سے پھلوں کی بھی کاشت کرنے لگے تھے۔ اسی سے انہیں اپنی غذا کا بڑا حصہ ملتا تھا۔ یہ لوگ باڑوں سے گھرے ہوئے گاؤں میں لکڑی کے مکانوں میں رہا کرتے تھے۔ شمال مغرب کے قبلے، خاص کروہ جو دریائے کولمبیا کے علاقوں میں رہتے تھے، اس وقت بھی عہد و حشت کے آخری دور میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ نہ برتن بنانا جانتے تھے اور نہ کاشت کرنا۔ دوسری طرف نیو میکسیکو کے پونبلو انڈین کہلانے والے لوگ میکسیکی لوگ، وسطی امریکہ اور پیرو کے باشندے، فتح امریکہ کے وقت عہد بربیت کے درمیانی دور میں تھے۔ وہ لوگ ڈھوپ میں سکھائی ہوئی اینٹیوں یا پتھر کے قلعہ نما مکانوں میں رہتے تھے۔ وہ ان باغوں میں جن میں مصنوعی ذرا رخ سے آب پاشی ہوتی تھی، بکنی کی اور موسم اور جگہ کے مطابق اور دوسرے اناجوں کی کاشت کرتے تھے۔ بھی ان کی غذا کا سب

سے برا ذریعہ تھا۔ انہوں نے کچھ جانور بھی پال رکھتے تھے اور پیرود کے باشندوں نے لاما۔ اس کے علاوہ کئی دھاتوں کے استعمال سے واقف تھے مگر لوہے کا استعمال بالکل نہیں جانتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ وہ پتھر کے ہتھیاروں اور اوزاروں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تھے۔ اپین والوں نے ان کے ملک کو فتح کرنے کے بعد ان کی آزاد نشونما کا سلسلہ روک دیا۔

مشرق میں بربریت کے درمیانی دور کی ابتداءں جانوروں کے پالنے سے ہوئی جود و حددیتے تھے اور جن کا گوشت کھایا جاتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس دور میں بہت دنوں تک پودوں کی کھیتی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ مویشی پالنے اور جانوروں کے بڑے بڑے جھنڈ اور یوڑ بنا نے کی وجہ سے ہی آریا اور سامی لوگ عہد بربریت کے باقی لوگوں سے مختلف ہو گئے تھے۔ یورپ اور ایشیا کے آریوں میں مویشیوں کے نام آج بھی مشترک ہیں لیکن قابل کاشت پودوں کے نام نہیں ملتے۔

عدمہ اور مناسب جگہوں میں جانوروں کے ریوڑ اور جھنڈ بننے سے گلابانی کی زندگی کا آغاز ہوا، سامیوں میں دجلہ اور فرات کے مرغزاروں میں اور آریوں میں ہندوستان کے میدانوں اور آمودریا اور سیر دریا اور دان اور دنپر کی وادیوں میں۔ مویشی پالنا غالباً انہیں چراگاہوں کی سرحدوں پر شروع ہوا ہوگا۔ اسی لئے بعد میں آنے والی نسلوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گلابانی کرنے والی قوموں کا آغاز انہی جگہوں میں ہوا ہوگا حالانکہ دراصل یہ علاقے ایسے تھے جو انسانیت کا گھوارہ ہونا تو دور کی بات تھی، ان کے وحشی آباؤ اجداد کے لئے اور عہد بربریت کے ابتدائی دور کے لوگوں کے لئے بھی گویا بالکل ناقابل رہائش تھے۔ دوسری طرف یہ بات تھی کہ عہد بربریت کے درمیانی دور کے لوگ ایک بارگہ بانی کی زندگی اختیار کر لینے کے بعد یہی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اپنے ان ہرے بھرے سیراب میدانوں اور چراگاہوں کو چھوڑ کر ان جنگلوں میں لوٹ جائیں جہاں ان کے آباؤ اجداد رہا کرتے تھے۔ بیہاں تک کہ جب آریوں اور سامی لوگوں کو اور بھی شمال اور مغرب کی طرف بڑھنے پر مجبور ہونا پڑا تب بھی مغربی ایشیا اور یورپ کے جنگلی علاقوں میں بستا ان کے لئے ممکن نہیں ہوا۔ وہاں وہ صرف اسی وقت آباد ہو سکے جب انہوں نے انانج کی کھیتی سے ایسی حالت پیدا کر لی کہ ان ناموافق علاقوں میں بھی اپنے مویشیوں کے لئے چارہ فراہم کے سکیں اور خاص کر جاڑوں میں گزارہ کر سکیں۔ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان لوگوں نے انانج کی کھیتی پہلے پہل مویشیوں کو کھلانے کے لئے شروع کئی تھی اور انسان کی خوارک کے لئے اس کو اہمیت بعد میں حاصل ہوئی۔

آریوں اور سامیوں کو گوشت اور دودھ بے افراط ملتا تھا۔ بچوں کی نشوونما پران غذاوں کا بہت مفید اثر پڑتا ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ ان دونوں نسلوں نے اور لوں سے زیادہ ترقی کی۔ سچ پوچھئے تو نیو میکسیکو کے پونبلو اندی جن کی

نہ مذکور ساگ تر کاری رہ گئی ہے ان امدادیوں کے مقابلے میں چھوٹے دماغ کے ہوتے ہیں جو بربریت کے ابتدائی دور میں ہیں اور خوب گوشہ اور مچھلی لکھاتے ہیں۔ بہرحال، اس دور میں آدم خوری رفتہ رفتہ بند ہو گئی اور اگر کہیں باقی بھی رہی تو محض ایک نہجی رسم کے حیثیت سے یا جادو ٹونے کی شکل میں۔ اور اس دور میں یہ دونوں قریب قریب ایک ہی چیز ہیں۔

3۔ آخری دور

اس کی ابتداء زمانے سے ہوئی جب کچھ لوہے کو پگھلا کر صاف کیا جانے لگا، اور جب حروفِ تجھی کے لکھنے کا فن ایجاد ہوا اور ادبی تحریروں میں اس سے کام لیا جانے لگا تو رفتہ رفتہ یہ دور ختم ہو کر تہذیب کر عہد میں مل گیا۔ جیسا کہ ہم اپر بتا چکے ہیں اس دور کو آزادی کے ساتھ صرف مشرقی یہم کرہ کے لوگ ہی پورا کر سکے۔ اس دور میں بیدار میں جتنی ترقی ہوئی اتنی پہلے کے تمام ادوار میں کل ملا کر بھی نہیں ہوئی تھی۔ سور مائی عہد کے یونانی، روم کے تعمیر سے کچھ پہلے کے اطالوی قبیلے، تاسیت کے زمانے کے ہر من اور والینگ (4) کے زمانے کے نارمن اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسی دور میں ہمیں پہلے پہل لوہے کے ہل ملتے ہیں جنہیں جانور چالایا کرتے تھے۔ اسی کی وجہ سے بڑے پیمانے پر کھینچ کرنا..... کاشت کاری..... ممکن ہو گئی۔ اور اس زمانے کے نقطہ نظر سے ذرا رُخ زندگی میں لامحدود اضافہ ہوا۔ جنگل صاف کئے گئے، کھینچ اور چارہ گاہیں بنائی گئیں۔ اور یہ کام لوہے کی کلہاڑی اور پھاٹوڑے کے لغیر، وسق پیمانے پر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسی کے ساتھ آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں میں گنجان بستیاں بس گئیں۔ کاشتکاری سے پہلے صرف بہت ہی مخصوص حالات پانچ لاکھ آدمیوں کو ایک مرکزی رہنمائی کے تحت لاسکتے تھے۔ زیادہ ترین قیاس بات یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔

ہومر کی نظموں خصوصاً "ایلیڈ" میں ہمیں بربریت کا آخری دور اپنے عروج پر ملتا ہے۔ لوہے کے اتھے اوزار، دھوکتی، با تھک سے چلنے والی بچکی، کہاڑا کا چاک، تسل نکانا اور شراب بنانا، دھاتوں کے صاف کرنے کا ترقی کر کے فن کی حیثیت اختیار کرنا، گاڑی اور جنگلی ترھ، تختوں اور کٹیوں سے پانی میں چلنے والے جہاز بنانا، فن تعمیر کی ابتداء، فصلیوں سے گھرے ہوئے شہر جن میں میٹا اور فصلیں نما دیواریں ہوتی تھیں، ہومر کی رزمیہ نظیمیں اور پوری دیو مالا.... یہ ہے وہ اہم ترین و راشت جس کو لے کر یونانیوں نے بربریت سے تہذیب کے عہد میں قدم رکھا۔ اب ذرا اس کے مقابلے میں ہم ان جمنوں کو دیکھیں جن کی تصویر سیزرا اور خود تاسیت نے کھینچی ہے۔ وہ تمدن کی اس منزل کی دلیل پر کھڑے تھے جہاں سے آگے بڑھ کر ہومر کے زمانے کے یونانی ایک زیادہ اوپری منزل میں داخل

ہونے کی تیاری کر رہے تھے۔ دونوں کامواز نہ کرنے سے معلوم ہو گا کہ بربریت کے آخری دور میں پیداوار نے بہت ترقی کر لی تھی۔

مارگن کے خاکے کے مطابق وحشت اور بربریت سے ہوتے ہوئے تہذیب کی ابتدائی منزلوں تک انسانی ارتقا کے جو تصویر میں نے کھینچی ہے، اس میں بہت سی اتنی باتیں ہیں۔ یہ باتیں ناقابل تردید کھیلی ہیں کیونکہ انہیں براہ راست پیداوار سے لیا گیا ہے۔ پھر بھی ہماری داستان کے ختم ہونے تک اس تصویر کے جو نقوش ابھریں گے، ان کے مقابلے میں یہ نگہ بہت ہلکے اور سچکیے ہیں۔ صرف اسی وقت یہ ممکن ہو گا کہ بربریت سے تہذیب تک کے تغیرات کی پوری تصویر اور دونوں کے نمایاں فرق کو پیش کیا جائے۔ فی الحال مارگن نے ادوار کو جس طرح تقسیم کیا ہے، اسے عام لفظوں میں ہم یوں پیش کر سکتے ہیں: عہد و حشت جس میں انسان قدرت کے خزانے سے زیادہ تر وہی چیزیں لیتا تھا جو کھانے پینے کے لئے تیار ملتے تھیں۔ انسان کو زیادہ تر ایسے اوزار تیار کرتا تھا جن سے ان چیزوں کو لینے میں آسانی ہو۔ عہد بربریت جس میں انسان نے مویشی پالا اور کھیتی کرنا لیتی اپنی محنت سے قدرت کی زرخیزی کو بڑھانے کا طریقہ سیکھا۔ تہذیب کا عہد جس میں انسان نے قدرت کی نعمتوں سے مزید کام لینا سیکھا اور صنعت و حرفت اور فنون کی واقفیت حاصل کی۔

حوالہ جات

1- دیکھئے "مارکس اور اینگریز کی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 4 (ایڈیٹر)

دوسرا باب

خاندان

مارگن نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ایروکو اس لوگوں میں گزارا، جو آج بھی ریاست نیو یارک میں رہتے ہیں۔ انہیں کے ایک قبیلے (سینیکا) نے اسے اپنا لیا تھا۔ مارگن نے ایک عجیب و غریب چیز یہ دیکھی کہ ان لوگوں میں

قربت داری کا جو نظام قائم ہے اس میں اور ان کے اصلی خاندانی تعلقات میں تضاد ہے۔ ان میں عام طور پر یہ رواج تھا کہ ایک ایک جوڑ آئے، میں شادی کرتا تھا اور فرقین میں سے کوئی بھی آسمانی کے ساتھ اس رشتے کو تو زکتا تھا۔ مارگن اس کو "جوڑ اخادران" کہتا تھا۔ ایسے شادی شدہ جوڑے کی اولاد کو بھی جانتے اور مانتے تھے اور کسی کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ باپ، ماں، بیٹا، بیٹی، بھائی اور بہن کس کو کہا جائے۔ لیکن حقیقت میں ان اصطلاحوں کا استعمال بالکل اٹھنے ڈھنگ سے ہوتا تھا۔ ایرود کو اس لوگ صرف اپنی ہی اولاد کو نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی اولاد کو بھی بیٹا بیٹی کہتے اور وہ انہیں باپ کہتے تھے۔ اس کے برعکس بہن کی اولاد کو وہ بھانجنا بھانجی کہتے اور وہ انہیں ماموں پکارتی تھی۔ دوسرا طرف ایرود کو اس عورتیں اپنی اولاد کو ساتھ رکھنے والی بھائیوں کی اولاد کو بیٹا بیٹی کہتیں اور وہ انہیں ماں کہتیں۔ اس کے برعکس بھائی کی اولاد کو وہ بھتیجا بھتیجی کہتیں اور وہ انہیں پھوپھی کہتی۔ بھائیوں کی اولاد آپس میں ایک دوسرے کو بھائی بہن کہا کرتی اور اسے طرح بہنوں کی اولاد بھی ایک دوسرے کو بھی کہتی۔ لیکن اس کے برعکس ایک عورت اور اس کے بھائی کی اولاد ایک دوسرے کو میرے پھوپھرے بھائی یا بہن کہہ کر پکارتی۔ اور یہ محض کوری اصطلاحیں نہیں ہیں بلکہ ان کے پیچھے خون کے رشتوں کی قربت، ان کے ہم جد ہونے اور ان کی برابری اور نابرابری کے خیالات کام کر رہے ہیں اور یہ خیالات قربت داری کے ایک مکمل نظام کے بنیاد کا کام دیتے ہیں جس میں ایک ایک شخص کے سینکڑوں مختلف رشتوں کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ نظام یہ صرف امریکہ کے تمام اندیشوں میں پایا جاتا ہے (جن میں ابھی تک کوئی اس سے متعلق نہیں ملا) بلکہ اس کا رواج جوں کا توں، بلا کسی تبدیلی کے ہندوستان کے قدیم باشندوں میں، دکن کے دراوڑ اور شمالی ہندوستان کے گوڑا قبیلوں میں پایا جاتا ہے۔ جنوبی ہندوستان کے تاملوں میں اور یا است نیویارک میں ایرود کو اس قبیلے کے سینیکا لوگوں میں رشتہ داری کی جو صورتیں پائی جاتی ہیں وہ دوسو سے زیادہ رشتوں میں آج بھی دونوں جگہ ایک ہیں۔ اور امریکہ کے سارے اندیشوں کی طرح ہندوستان کے ان قبیلوں میں بھی خاندان کی مردم بہ شکل سے پیدا ہونے والے تعلقات میں اور ہم خاندانی کے نظام میں تضاد ہے۔

اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ عبد و حشت اور عہد بر بریت میں سمجھی لوگوں کے بیہاں سماجی نظام کے اندر قربت داری کی ایک فیصلہ کرن اہمیت ہوتی ہے۔ لہذا ایک ایسے وسیع نظام کی توجیہ محض الفاظ کے ذریعہ نہیں کی جاسکتی۔ ایک ایسا نظام جو عام طور سے سارے امریکہ میں اور اسی طرح ایشیا میں بھی ایک بالکل مختلف نسل کے لوگوں میں پھیلا ہوا ہے اور جس کی کم و بیش بدلتی ہوئی صورتیں سارے افریقہ اور آسٹریلیا میں پائی جاتی ہیں۔ ایسے نظام کی تاریخی توجیہ ضروری ہے۔ اس کی توجیہ اس طرح نہیں کی جاسکتی جس طرح مثال کے طور پر میکین نے کرنے کی کوشش کی تھی۔ باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی اور بہن کی اصطلاحیں محض رسمی نہیں بلکہ ان کے ساتھ باہمی حقوق اور فرائض کا ایک مخصوص

ہمیں اور بہت ہی واضح تصورات والبستہ ہے جو مجموعی طور پر ان لوگوں کے سماں جیسے آئین کا ایک ضروری حصہ ہوتا ہے اور اب اس کی توجیہ مل گئی ہے۔ جزیرہ ہائے سینڈیچ (ہوائی) میں موجودہ صدی کے ابتدائی نصف حصے تک خاندان کی ایک ایسی شکل موجود تھی جس میں ٹھیک اسی طرح کے باپ اور ماں، بھائی اور بہن، بیٹے اور بیٹی، بچہ اور بچہ، سنتھج اور بنتھج ہوتے تھے جس طرح کے امریکی اور قدیم ہندوستانی ہم خاندانی کے نظام کو ضرورت تھی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ہم خاندانی کا جو نظام ہوائی میں رائج تھا، اس میں اور وہاں کے خاندان کے اصلی صورت میں بھی تصادم یا۔ وہاں بھی چھپرے، پھوبھیرے، میرے اور خلیرے بھائی بہن، حقیقی بھائی بہن سمجھ جاتے تھے۔ اور وہ سب صرف اپنی ماں اور اس کی اپنی بہنوں کی مشترک اولاد تصور کے جاتے تھے۔ چنانچہ اگر امریکہ کے ہم خاندانی نظام کی تہہ میں خاندان کی ایک زیادہ قدیم شکل تھی جو امریکہ میں تو رائج نہیں رہی لیکن ہوائی میں اب بھی پائی جاتی ہے تو ہوائی کا ہم خاندانی نظام خاندان کی ایک اور بھی قدیم شکل کی طرف اشارہ کر رہا ہے، جس کا وجود اگرچہ آج کہیں ثابت نہیں کیا جاسکتا پھر بھی کبھی نہ کبھی ضرور رہا ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم خاندانی کا وہ نظام جو اس سے مناسبت رکھتا ہے، کبھی قائم نہ ہوتا۔

مارگن کا کہنا ہے کہ "خاندان ایک زندہ اور متحرک چیز ہے۔ وہ بھی ایک حال پر نہیں رہتا۔ جس طرح سماج نیچے سے اوپر کے طرف ترقی کرتا ہے، اسی طرح خاندان بھی نیچے سے اوپر کی طرف ترقی کرتا رہا۔ اس کے بر عکس ہم خاندانی کا نظام میں کوئی بڑی تبدیلی صرف اسی وقت ہوتی ہے جب خاندان میں کوئی بڑی تبدیلی ہو بکھی ہو۔" اس پر مارکس نے یہ اضافہ کیا کہ "یہی بات عام طور سے سیاسی، قانونی، مذہبی اور فلسفیہ نظام جلد اور بے جان ہو جاتا ہے اور اگرچہ رئی طور پر اس کا ڈھانچہ باقی رہتا ہے پھر بھی خاندان ترقی کر کے اس سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ لیکن جس طرح پیرس کے قریب ایک ایسے جانور کے ڈھانچے کی بہیوں سے جس کے پھر کھنے کی تھیلی ہوتی ہے، کیوں نہ یقین کے ساتھ اس نتیجے پر بچنا کہ یہ ڈھانچے پیٹ کی تھیلی میں بچے کو کھکھلے جانے والے کسی جانور کا ہے، اور ایسے جانور اگرچہ اب نہیں ملتے مگر اس علاقے میں ضرور کبھی رہتے ہوں گے، اسی طرح تاریخی طور پر پرانے زمانے سے ہمیں ہم خاندانی (سکوتری) کا جو نظام ملا ہے، اس سے ہم بھی اتنے ہی یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے مناسبت رکھنے والی خاندان کی ایک شکل کبھی رائج ہوگی جو اب مٹ پچکی ہے۔

ہم خاندانی کے وہ نظام اور خاندان کی وہ شکلیں جن کا ابھی ذکر ہوا موجودہ زمانے کے موجودہ نظاموں اور شکلوں سے مختلف ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان میں ہر بچے کے کئی کئی باپ اور ماں کیں ہوتی ہیں۔ ہم خاندانی کے امریکی نظام کے مطابق، جس سے ہوائی والا خاندان مناسبت رکھتا ہے، بھائی اور بہن ایک ہی بچے کے باپ اور ماں نہیں ہو سکتے۔ اس کے بر عکس ہم خاندانی کا ہوائی والا نظام جس خاندان پر مبنی ہے، اس میں بھی رواج تھا۔ ہمیں

خاندان کا، وائی والا نظام جس خاندان پرمنی ہے، اس میں بھی رواج تھا۔ ہمیں خاندان کی مختلف شکلیں ملتی ہیں اور یہ ان شکلوں سے بالکل مختلف ہیں جو عام طور پر مروج ہانی جاتی ہیں۔ خاندان کے روایتی صور کے ساتھ ساتھ یک زوجی ہے جس میں کچھ مردوں کے لئے کثرت ازدواج اور شاید کچھ عورتوں کے لئے کثرت شوہری کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن اس صورت میں اس حقیقت پر چپ چاپ پر دہڑاں دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اخلاق پرست کم نظر اکثر کیا کرتے ہیں..... کہ سرکاری سماج کی عائدی کی ہوئی بندشیں خاموشی اور اتنی ہی پاشری کے ساتھ عمل میں توڑی جاتی ہیں۔ اس کے بر عکس قدیم سماج کی تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں ایسے حالات کا پتہ چلتا ہے جن میں مرد متعدد یوں سے شادی کرتے تھے اور ان کی یوں متردد شوہروں سے۔ اور اس لئے ان کی اولاد سہوں کی مشترک اولاد بھی جاتی تھی۔ ان حالات میں رفتہ رفتہ تبدیلی ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ بالکل مست گئے اس ان کی جگہ پر ایک مرد اور ایک عورت کے بیاہ کا رواج ہوا۔ ان تبدیلوں کی نوعیت یہ تھی کہ مشترک شادی کے تعلق کا دائرہ جو شروع میں بہت وسیع تھا اور جس میں بہت سے لوگ آسکتے تھے، رفتہ رفتہ محدود ہوتا گیا حتیٰ کہ آخر میں اس میں بھی ایک عورت اور ایک مرد رہ گئے۔ چنانچہ آج کل عام طور پر اسی کا رواج ہے۔ اس طرح خاندان کی کچھلی تاریخ خربت کرنے میں حال سے اضافی کی طرف جانے ہوئے، مارکن اپنے اکثر رفیقوں کی طرح ایک ایسی قدمی منزل پر جا پہنچا جبکہ قبیلے کے اندر جنی تعلقات کی مکمل آزادی تھی۔ ہر عورت ہر مرد کے لئے رواتی اور اسی طرح ہر مرد ہر عورت کے لئے۔ ایک اسی قدمی حالت کا تذکرہ گزشیہ صمدی سے ہی ہوتا آرہا ہے لیکن یہ تذکرہ نہایت عام لفظوں میں کیا جاتا تھا۔ باخون پہلا آدمی تھا جس نے اس حالت کا تجیدی سے مطالعہ کیا اور تاریخی اور مذہبی روایات میں اس کے آثار ڈھونڈھنے کی کوشش کی۔ باخون نے یہ ایک نہایت گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ آج ہمیں معلوم ہو چکا کہ اس نے جن آثار کا پتہ لگایا وہ ہمیں آزاد جنسی تعلقات کے سماجی دور تک واپس نہیں لے جاتے بلکہ اس کے بعد کے سماجی دور تک پہنچاتے ہیں جس میں گروہ دار شادی کا رواج تھا۔ اور قدیم سماجی دور اگرچہ کچھ کم رہا ہو گا تو اس کا تعلق اتنے قدیم زمانے سے ہے کہ ہم یہ امید نہیں کر سکتے کہ کچھترے ہوئے وحشیوں میں، جن کی ترقی رک گئی ہے، اس کے وجود کا کوئی براہ راست ثبوت مل سکے۔ باخون کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنی تحقیقات میں اس سوال کو پیش پیش رکھا۔ (2)

انسان کی جنسی زندگی کے اس ابتدائی دور کو ماننے سے انکار کرنا آج کل ایک فیشن سا ہو گیا ہے۔ اس کا مقصد انسانیت کو اس "کنک" سے بچانا ہے۔ اس سلسلے میں ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس کی کوئی براہ راست شہادت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے حیوانات کی مثال بھی پیش کی جاتی ہے۔ لینیر نیونے جیوانی دنیا سے بہت سے واقعات جمع کر کے ("شادی اور خاندان کا ارتقاء" 1888) (3) یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حیوانوں کی کوشش کی کہ حیوانوں

میں بھی پوری طرح آزاد جنسی تعلق ایک ابتدائی اور ادنیٰ سطح کی چیز ہے۔ لیکن ان تمام واقعات سے میں صرف اس نتیجے پر پہنچوں کہ جہاں تک انسان اور اس کے ابتدائی حالات زندگی کا تعلق ہے، ان سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ ریڑھ کی بڑی والے جانوروں میں نزاور مادہ بہت دنوں تک جوڑا بنائے رہتے ہیں..... اس کی وجہ جسمانی ہے۔ مثلاً پرندوں میں مادہ کو اندر سے سینے کے زمانے میں مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن پرندوں میں جوڑوں کی وفاداری کی مثالوں سے انسانوں کے لئے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ انسان پرندوں کی نسل سے نہیں ہے۔ اور اگر ایک نزاور ایک مادہ کا جوڑا ہی تمام خوبیوں کی معراج ہے تو پھر شرافت کا سہرا کچھوے کے سر بندھنا چاہئے۔ اس کے جسم میں پچاس سے دو سو تک حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے کے اندر نزاور مادہ کے پورے جنسی اعضا موجود ہوتے ہیں۔ اس کی ساری زندگی ان دوسو میں سے ہر ایک حصے میں خود اپنے ہی ساتھ جنسی عمل کرنے میں گزر جاتی ہے۔ اگر ہم دورہ پلانے والے جانوروں کو ہی دیکھیں تو ہمیں ان میں جنسی زندگی کی سبھی شکلیں میں گی۔ آزاد جنسی تعلق کے ساتھ ساتھ گروہ دار شادی کی طرف اشارے بھی ملتے ہیں، ایک نر کے لئے کئی مادا کیں اور ایک نزاور ایک مادہ کا تعلق بھی ملتا ہے۔ لیکن ان میں ایک مادہ سے کئی نزوں کا تعلق نہیں پاتا جاتا۔ یہ صرف انسانوں میں ہی ممکن تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے سب سے قریبی رشتہ داروں لمحنی چوپایوں میں بھی نزاور مادہ کے ملنے کی زیادہ ممکن صورتیں پائی جاتی ہیں اور اگر ہم اس دائرے کو اور بھی محروم کر دیں اور محض چار انسان نما لگوروں کو لیں تو لیتیر نیو ہمیں بتائے گا کہ ان میں کہیں ایک نزاور ایک مادہ کا تعلق پایا جاتا ہے اور کہیں ایک نر کے ساتھ کئی مادا کیں ہوتی ہیں۔ دوسری طرف سورے جس کی رائے ٹریا تیلوں نے نقل کی ہے، کہتا ہے کہ وہ ایک نزاور ایک مادہ کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ اپنی کتاب "انسانی شادی کی تاریخ" (4) میں وسٹ مارک نے انسان نما لگوروں میں ایک نزاور ایک مادہ کے ساتھ رہنے کے تعلق جو حال میں دعوے کئے ہیں اس سے بھی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔ مختصر یہ کہ سبھی رواستیں کچھاں قسم کی ہیں کہ غریب لیتو ریو کو آخر یہ مان لینا پڑا کہ "دودھ پلانے والے جانوروں میں ڈھنی ارتقا کی سطح اور جنسی تعلق کی شکل میں کوئی خاص ربط نہیں ہے۔" اور اپنی کتاب "حیوانی سماج" (5) میں صاف کہتا ہے کہ "جاروں میں سب سے اعلیٰ سماجی گروہ جو دیکھنے میں آتا ہے، جھنڈیاں گول ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کئی خاندانوں سے مل کر بنتا ہے۔ لیکن خاندان اور غول میں شروع ہی سے تضاد ہوتا ہے۔ ان کی ترقی میں اٹی نسبت ہوتی ہے۔"

ان باتوں سے ظاہر ہے کہ آدم نما بندروں کے خاندان اور دوسری سماجی گروہ بندیوں کے بارے میں ہمیں یقینی طور پر تقریباً کچھ نہیں معلوم۔ جو باتیں معلوم بھی ہیں وہ ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔ اور یہ کوئی تجب کی بات نہیں کیونکہ جنسی انسانوں کے قبیلوں کے بارے میں بھی ہمیں جو کچھ معلوم ہے وہ باتیں بہت متضاد ہیں اور ان

کو تقدیمی نظر سے جانچنے اور چھان میں کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن بندروں کے سماجوں کا مطالعہ انسانی سماج کے مقابلے میں اور بھی مشکل ہے۔ ان کے بارے میں جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ بھروسے کے قابل نہیں ہے لہذا ان سے جو نتیجہ نکالے جاتے ہیں انہیں فی الحال ٹھکردا رینا پڑتے ہے۔

لیکن اپناس کی کتاب سے جو عبارت ابھی نقل کی گئی اس میں ہمارے لئے ایک بہت اچھا اشارہ موجود ہے۔ اعلیٰ حیوانوں میں غول اور خاندان لازم و ملزم نہیں بلکہ ان میں آپس میں مکارا ہوتا ہے۔ اپناس نے بڑی خوبی سے دکھایا ہے کہ جوڑا ملنے کے زمانے میں زروں کے آپس کے رشک و رقبت کے وجہ سے غول میں مل جل کر رہنے والوں کا شیرازہ منتشر ہونے لگتا ہے یہ کچھ عرصے کے لئے ٹوٹ جاتا ہے۔

"جہاں خاندان کی شیرازہ بندی مصبوط ہے وہاں غول شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔ اس کے برکس جہاں آزاد جنسی تعلق یا کثرت ازدواج ہے وہاں گویا قدرتی طور پر غول بن جاتے ہیں.... غول بننے کے لئے ضروری ہے کہ خاندان کی بندشیں ڈھیلی پڑ چکی ہوں اور فرد پھر آزاد ہو گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ پرندوں میں منظم جمنڈ شاذ و نادر ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے برکس دودھ پلانے والے جانوروں میں کم و بیش منظم سماج موجود ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں فرد خاندان کے اندر جذب نہیں ہوا ہے چنانچہ ابتداء میں غول کے اجتماعی احساس (ضمیر اجتماعی) کا سب سے بڑا ڈھن خاندان کا اجتماعی احساس ہے، تم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ اگر ایک ایسے ہمایہ بیتت قائم ہو سکی ہے جو خاندان سے زیادہ اعلیٰ ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر ایسے خاندان شامل تھے جن میں بندیدی تبدیلی ہو چکی تھی۔ اور یہی ممکن ہے کہ ٹھیک اسی وجہ سے یہ خاندان بعد میں اپنے آپ کو پہلے سے کہیں زیادہ موافق حالات میں نئے سرے سے منظم کر سکے۔" (اپناس۔ ایضاً (پہلا باب) ٹریاتپور نے اپنی کتاب "شادی اور خاندان کا آغاز" 1884 (6) میں نقل کیا۔ صفحات 520-518)

اس سے ظاہر ہے کہ جیوانی سماجوں سے بلاشک انسانی سماجوں کی باہت کچھ نتیجہ نکالے جاسکتے ہیں، لیکن محض منفی اعتبار سے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ریڑھ کی بڑی و اعلیٰ حیوانوں میں خاندان کی صرف دو شکلیں پائی جاتی ہیں، ایک نر کی کئی ناداں کیں یا ایک نر اور ایک مادہ کے جوڑے۔ دونوں شکلوں میں بالغ نر یا شوہر ایک ہی ہو سکتا ہے۔ نر کے رشک و رقبت کا جذبہ جس سے خاندان کا بندھن اور اس کی حدود دونوں ظاہر ہوتی ہیں جیوانی خاندان اور غول میں ملکر پیدا کرتا ہے۔ غول جو کہ ایک اعلیٰ سماجی شکل ہے، جوڑا ملنے کے زمانے میں کہیں بالکل ناممکن ہو جاتا ہے، کہیں اس کے بندھن ڈھیلی پڑ جاتے ہیں اور کہیں اس کا شیرازہ بالکل منتشر ہو جاتا ہے۔ نر کے

رشک و رقبت کی وجہ سے اس کا مسلسل ارتقا بہر حال مشکل ہو جاتا ہے۔ صرف اتنا ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حیوانی سماج اور قدیم انسانی سماج یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حیوانی سماج اور قدیم انسانی سماج میں آپس میں تضاد ہے اور قدیم انسان جب حیوانیت کی منزل سے قدم آگے بڑھا رہا تھا تو اسے خاندان کی کوئی واقفیت نہیں تھی اور اگر تھی بھی تو ایک ایسے خاندان کی جو حیوانوں میں نہیں پایا جاتا۔ دُمبارک نے شکاریوں کی روپرٹوں کی نیاد پر کہا ہے کہ گوریلا اور شمپانزی انگوروں میں غول پندی کی سب سے اوچیٰ شکل ایک زراور ایک مادہ کا جوڑا ہے۔ اس شکل میں یعنی اسکیلے بھی، وہ نہتا جیوان جوانانیت کے عالم میں قدم رکھ رہا تھا، چھوٹی تعداد میں زندہ رہ سکتا تھا۔ حیوانیت کی منزل سے ترقی کر کے آگے بڑھنے اور نظرت میں ترقی کا یہ سب سے بڑا قدم اٹھانے کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے ضرورت تھی کہ دفاع اور بچاؤ کے لئے فرد کی ناکافی طاقت کی جگہ غول کی متحده طاقت اور مشترک کوشش لے لے۔ آدم نما بندراج جن حالات میں رہتے ہیں، اس قسم کے حالات سے نکل کر انسانی منزل میں پہنچانا بالکل ناممکن ہو گا۔ ان انسان نما بندروں کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بھکلی ہوئی شاخ ہے جو رفتہ رفتہ مت چلی ہے، یا بہر حال جس کازوال ہونے لگا ہے۔ یہی وجہ، بہت کافی کہ ان کے اور قدیم انسان کے خاندان کی شکلوں کا آپس میں موازنہ کر کے جو نیچے نکالے جاتے ہیں، ان کو قبول نہ کیا جائے۔ حیوانیت سے انسانیت کا ارتقا جن وسیع اور پاہیدار گروہوں کے ذریعے ممکن تھا، ان کے بنی کی پہلی شرط یہ تھی کہ بالغ نزوں میں ایک دوسرا کے لئے روا دری وہ اور رشک و رقبت کا جزو ہم ہو چکا ہو۔ اور یہ پوچھنے تو خاندان ان کی سب سے ابتدائی شکل کون سی ہے جس کا پاکا ثبوت تاریخ میں ملتا ہوا اور جو آج بھی کہیں دیکھنے میں آتی ہے۔ وہ گروہ دار شادی ہے جس میں مردوں کا پورا کا پورا گروہ اور عورتوں کا پورا گروہ ایک دوسرا سے تعلق رہتا ہے، جس میں رشک و رقبت کی گنجائش کم ہی ہوتی ہے۔ اور پھر ارتقا کے ایک اور بعد کے دور میں کثرت شوہری کی متفہی صورت ملتی ہے جو رشک و رقبت کے جذبے کے بالکل منانی ہے اور اس لئے جانوروں میں بالکل نہیں پائی جاتی۔ لیکن گروہ دار شادی کی جو شکلیں ہمیں ملتی ہیں، ان کے ساتھ ایسے پیچیدہ حالات وابستہ ہوتے ہیں کہ لازمی طور پر ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے پہلے جنسی تعلق کی کچھ ان سے بھی زیادہ ابتدائی اور سادہ شکلیں رہی ہوں گی۔ اور اس طرح، آخری تجربہ میں، ہم آزاد جنسی تعلق کے ایک دور میں پہنچ جاتے ہیں جو حیوانیت سے انسانیت کی طرف تغیر کا درجہ بھی تھا۔ جانوروں میں شادی کی شکلوں کا حوالہ دے کر ہم ایک بار پھر اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے ہے سمجھا گیا تھا کہ ہم ہمیشہ کے لئے آگے بڑھ پکے ہیں۔

تو پھر آزاد جنسی تعلق کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ کہ آج کل جنسی تعلقات پر جو پابندیاں لگی ہوئی ہیں، یا جواب سے پہلے کے زمانوں میں لگی ہوئی تھیں، وہ اس وقت نہیں تھیں۔ ہم رشک و رقبت کی دیواروں کو

گرتے ہوئے دیکھے ہیں۔ اگر کوئی پاریفی ہے تو وہ یہ کہ رشک و رقبات کا جذبہ نہیں بلکہ کے زمانے کی پیداوار ہے۔ محramات کے ساتھ جنسی تعلق کے تصور پر بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ نصرف شروع میں بھائی بہن شوہر اور بیوی کی حیثیت سے رہتے تھے بلکہ کئی انسانی گروہوں میں آج بھی والدین اور پیغاف کے ریاستوں کی نسلیں (7) "میں بتایا ہے کہ آبناۓ یہ نگ کے کلویات لوگوں میں، الاسکا کے نزدیک رہنے والے کلویاں لوگوں میں، اور برطانوی شہلی امریکہ کے اندر وہی علاقے کے طینہ لوگوں میں اس کارواج اب بھی پایا جاتا ہے۔ لیورینو نے بھی بتایا ہے کہ چھپیا قبیل کے اندھیں لوگوں میں، چلی کے رہنے والے لوگوں میں، کیرے بین اور ہند چین کے کرین لوگوں میں بھی اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ پاچھویں، ایوانیوں، سکائی خنوں اور ہنوں وغیرہ کے بارے میں جو روایتیں قدیم یونانیوں اور رومیوں میں ملتی تھیں ان میں بھی اس چیز کا ذکر ملتا ہے۔ اس اصول کے اختراع سے پہلے محramات میں جنسی تعلق معیوب ہے (اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک اختراع ہے اور نہایت مفید اور اہم ہے) والدین اور ان کی اولاد کے درمیان جنسی تعلقات، الگ الگ پشتوں کے مختلف افراد کے جنسی تعلقات سے زیادہ قابل نفرت نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ مختلف پیڑھیوں کے افراد کے درمیان جنسی تعلق تو آج انتہائی نگ نظر، اخلاق پر سست ملکوں میں پایا جاتا ہے اور اس پر کسی خاص نفرت کا اظہار بھی نہیں کیا جاتا۔ بلکہ حق پوچھتے تو ساٹھ برس سے اوپر کی "دہ شیزا" میں "بھی، اگر کافی دولت مند ہوں تو تمیں برس کے قریب کے نوجوانوں سے شادی کرتی ہیں۔ لیکن خاندان کی ان قدیم ترین شکلوں سے جو تمیں معلوم ہیں، اگر ہم محramات کے ساتھ جنسی تعلق کے تصور کو جو ان سے وابستہ ہیں (جو تصور ہمارے اپنے تصورات سے بالکل مختلف اور اکثر صورتوں میں بالکل متفاہد ہیں) الگ کر دیں، تو جنسی تعلق کی ایسی شکل رہ جاتی ہے جس کو آزاد جنسی تعلق کا ہی نام دیا جاستا ہے۔ آزاد جنسی تعلق اس لئے کرسم ورواج نے آگے چل کر جو پاندیاں لگائیں ان کا اس وقت کوئی وجوہ نہیں تھا۔ لیکن اس سے لازمی نتیجہ نہیں آکتا کہ روزانہ دادھند آزاد جنسی تعلق کا بازار گرم رہتا تھا۔ ایک محمد دامت کے لئے الگ جوڑے بنا کر رہنے کا رواج عقل یا امکان سے باہر نہیں تھا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ گروہ دار شادی میں بھی اب زیادہ تر ایسے ہی جوڑے دیکھنے میں آتے ہیں۔ وسٹر مارک نے سب سے بعد میں خاندان کی اس قدیم شکل کو مانے سے انکار کیا ہے۔ اگر اس کی تعریف کے مطابق ہر وہ تعلق شادی ہے جس میں مرد اور عورت بچہ پیدا ہونے تک ساتھ رہتے ہیں، تو کہا جاسکتا کہ اس طرح کی شادی آزاد جنسی تعلق کی حالتوں میں بھی ہو سکتی تھی، اور وہ آزاد جنسی تعلق، یعنی جنسی تعلق پر سرم ورواج کی لگائی ہوئی پاندیوں کے نہ ہونے کی ضد نہیں تھی۔ وسٹر مارک بلاشبہ یہ نقطہ نظر لے کر چلا ہے کہ "آزاد جنسی تعلق کا مطلب ہے کہ انفرادی رجحانات کو دبانتا پڑتا ہے" اور اس لئے "اس کے سب

سے کچی ٹکل عصمت فروشی ہے۔"

اس کے برعکس میرا خیال یہ ہے کہ جب تک ہم قدیم حالات کو چکلہ گھروں کی عینک سے دیکھنا بند نہیں کریں گے، تب تک ہم انہیں بالکل نہیں سمجھ سکیں گے۔ گروہ دار شادی پر غور کرتے وقت ہم اس بات کا پھر ذکر کرنے والے ہیں۔

مارگن کی رائے میں آزاد جنسی تعلق کی اس ابتدائی حالت سے، شاید بہت شروع میں ہی، یہ شکلیں پیدا ہوئیں:

1۔ سگوتریا یک جدی خاندان

یہ خاندان کی پہلی منزل ہے۔ یہاں شادی پیڑھیوں کے مطابق گروہوں میں ہوتی ہے۔ خاندان کے دائرے کے اندر ابھی دادا اور دادیاں ایک دوسرے کے شوہرا اور بیوی ہوتے ہیں۔ ان کے بچوں کی یعنی ماوں اور باپوں کی بھی ہیئت ہوتی ہے۔ اور ان کے بچوں سے پھر شترک شوہروں اور بیویوں کا ایک تیسرا دادرہ تیار ہو جاتا ہے۔ ان کے بچے یعنی پہلی پیڑھی کے پڑپوتے اور پڑپوتیاں، چوتھے دائرے کے شوہرا اور بیویاں بن جاتے ہیں۔ اس طرح خاندان کی اس شکل میں صرف سلف اور خلف، ماں باپ اور ان کے بچے (ہماری آج کل کی زبان میں) ایک دوسرے کے ساتھ شادی کے حقوق اور ذمہ داریاں نہیں قبول کر سکتے۔ بھائی، بہن دو اور نزدیک کے چچیرے، نعمیرے، پھوپھیرے بھائی بہن سب ایک دوسرے کے بھائی، بہن ہوتے ہیں اور ٹھیک اسی لئے وہ سب ایک دوسرے کے شوہرا بیوی ہوتے ہیں۔ اس منزل پر بھائی بہن کے رشتے میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق رکھتے ہیں اور یہ عام چلن ہوتا ہے۔ (8) ٹھیٹھ صورت میں ایسے خاندان میں ایک جوڑے کی اولاد ہوگی اور پھر ان میں ہر پیڑھی کے اولاد، سب کی سب، ایک دوسرے کی بھائی بہن ہوگی اور ٹھیک اسی وجہ سے وہ سب کے سب ایک دوسرے کے شوہرا بیوی ہوں گے۔ سگوت خاندان بالکل مٹ چکا ہے۔ سب سے کم مہذب قوموں میں بھی، جن کا حال تاریخ میں ملتا ہے، خاندان کی اس شکل کا کوئی شوت نہیں ملتا جس کی جائج کی جاسکے۔ لیکن ہوائی میں سگوتری یا ہم خاندانی کا جو ظلم ملتا ہے، اور جو آج بھی پولیپری یا کے سمجھی جزیروں میں پھیلا ہوا ہے، وہ ہمیں اس نتیج پر پہنچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ خاندان کی یہ شکل کسی زمانے میں ضروری ہوگی۔ اس میں

سگوتری یا ہم خاندانی کے ایسے درجے ملتے ہیں جو خاندان کی اس شکل کے اندر ہی پیدا ہو سکتے تھے۔ اور خاندان کا بعد کا تمام ترقا بھی، جو کہ اس شکل کو ایک ضروری ابتدائی منزل کی حیثیت سے لازمی بنادیتا ہے، ہمیں اسی نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

2۔ پنانوان خاندان

اگر تنظیم میں ترقی کا پہلا قدم یہ تھا کہ والدین اور بچوں میں آپس میں جنسی تعلق کا سلسلہ بند ہوا، تو اس کا دوسرا قدم یہ تھا کہ بھائی بہنوں میں بھی اس تعلق کو ختم کیا گیا۔ چونکہ بھائی بہنوں کی عمر میں زیادہ فرق نہیں ہوتا اس لئے یہ قدم، پہلے کے مقابلے میں زیادہ اہم اور کہیں زیادہ مشکل تھا۔ یہ قدم رفتہ رفتہ ہی اٹھایا گیا تھا۔ پہلے شائد گے بھائی بہنوں میں (یعنی جو ایک ماں سے ہوں) جنسی تعلق کو بند کیا گیا ہوگا۔ وہ بھی شائد شروع میں اکادمیا معااملے میں ایسا کیا گیا ہوگا اور بعد میں یہ عام اصول بن گیا ہوگا۔ (ہوائی میں موجودہ صدی میں بھی اس عام اصول کے استثنائے تھے)۔ اور آخر میں بڑھتے بڑھتے رشتے کے بھائی بہنوں، یا ہماری آج کل کی اصطلاح میں قریب یا دور کے پچھیرے، میرے، خلیرے اور پھوپھرے بھائی بہنوں کی شادی پر پابندی لگی ہوگی۔ مارگن کے الفاظ میں "قدرتی انتخاب کے اصول پر عمل درآمد کی یہ ایک اچھی مثال ہے۔"

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جن قبیلوں میں یہ قدم اٹھا کر قریبی رشتہ داروں سے جنسی تعلق قائم کرنا اور بچ پیدا کرنا روک دیا گیا، انہوں نے ان قبیلوں کے مقابلے میں کہیں جلدی اور زیادہ مکمل ترقی کی جن میں بھائی بہنوں کی شادی کا رواج تھا اور اسے ضروری فرض سمجھ کر کیا جاتا تھا۔ اور اس قدم کا بڑا از بردست اثر پڑا۔ اس کا ایک ثبوت گنوں کا ادارہ ہے جو برادر است اسی قدم کا نتیجہ تھا اور اس سے بہت دور تک گیا تھا۔ گن کا ادارہ بربریت کے عہد میں اگر دنیا کی سب نہیں تو زیادہ تر قوموں میں سماجی نظام کی نیازی دھکا اور یونان و روما میں تو ہم اس سے برادر است تمدن کے عہد میں داخل ہوتے ہیں۔

ہر قدم میں خاندان حد سے حد چند پشتون کے بعد بٹ جاتا تھا۔ بربریت کے درمیانی دور کے آخری حصے تک بھی، ہر جگہ بلا اتنی قدیم کمیونٹی مشترک گھرانے میں رہنے کا رواج تھا۔ اور اس کی وجہ سے خاندانی برادری کی ایک آخری حد متعین ہو جاتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ لکنی بڑی ہو سکتی ہے۔ اس میں حالات کے مطابق رو بدل ہو سکتا تھا لیکن ہر جگہ یہ بات بڑی حد تک متعین ہوتی تھی۔ جب ایک ماں کی اولاد میں جنسی تعلق معیوب سمجھا جانے لگا تو لازمی تھا کہ پرانی خاندانی بردریوں کی تقسیم پر اور نئی خاندانی برادری (Hausgemeinden) کی بنیاد پر

اس نئے لصور کا اثر پڑے (یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ خاندانی برادری اور خاندانی گروہ ایک ہی چیز ہو)۔ بہنوں کا ایک یا ایک سے زیادہ گروہ ایک گھرانے کے بنیادی مرکز بن جاتے تھے اور ان کے سے بھائی دوسرے گھرانے کے۔ اس طریقے سے یا اس ملتے جلتے کسی اور طریقے سے، سگوترا یعنی یہ جویں خاندان سے ترقی کر کے خاندان کی وہ شکل پیدا ہوئی جس کو مارگن پونالوان خاندان کہتا ہے۔ جزیرہ ہوائی کے رواج کے مطابق بہت سی بہنوں کے خواہ وہ گلی بینیں ہوں یادہ تین درجے تک کی ہم جدی بینیں مشترک شوہر ہوتے تھے جن کی وہ مشترک بیویاں ہوتی تھیں۔ لیکن ان کے بھائیوں کو اس رشتے سے الگ رکھا جاتا تھا۔ وہ اب ان کے شوہر نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ شوہر لوگ اب ایک دوسرے کو بھائی نہیں کہتے تھے اور اپنے پوچھتے تو اب ان کا آپس میں بھائی ہونا ضروری بھی نہیں تھا۔ وہ ایک دوسرے کو "پونالوا" یعنی سکھی کہا کرتی تھیں۔ خاندان کی بناوٹ کی یہی قدیم کلاسیکی صورت تھی جس میں آگے چل کر متعدد تبدیلیاں ہوئیں۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ خاندان کے ایک مخصوص دائرے کے اندر سمجھی شوہر اور سمجھی بیویاں مشترک ہوتے تھیں لیکن بیویوں کے بھائی ... ابتداء میں سے بھائی اور آگے چل کر ہم جدی بھائی بھی۔ ... اس دائرے سے الگ رکھے جاتے تھے۔ اور اسی طرح دوسری طرف شوہروں کی بینیں بھی اس دائرے اس الگ رکھی جاتی تھیں۔

رشتے ناتوں کے وہ سمجھی مارچ جن کا اظہار امر کی نظام میں ہوتا ہے، خاندان کی اس شکل میں ہمیں پوری صحت کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ میری ماں کی بہنوں کے پچے میرے باپ کے بھی بچے ہوتے ہیں۔ اور وہ سب میرے بھائی بہن ہوتے ہیں۔ لیکن میری ماں کے بھائیوں کے بچے اب اس کے بھتیجے بھتیجیاں کہلاتے ہیں اور میرے باپ کی بہنوں کے بچے، اس کے بھانجے بھانجیاں۔ اور وہ سب میرے بھرے پھوپھیرے بھائی بہن ہیں کیونکہ میری ماں کی بہنوں کے شوہر اس کے بھی شوہر ہوتے ہیں اور میرے باپ کے بھائیوں کی بیویاں اس کی بھی بیویاں ہیں ... اگر عملہ میشد ایسا نہیں ہوتا تو اس کو مانا جاتا ہے ... پھر بھی بھائیوں اور بہنوں میں جنی تعلق کی سماجی ممانعت کی وجہ سے اب رشتے کے بھائی بہن جواب تک بلا امتیاز اپنے بھائی بہن سمجھے جاتے تھے، اب وہ درجوب میں بٹ جاتے ہیں کچھ تو پہلے کی طرح ہم جدی بھائی بہن رہتے ہیں باقی کو یعنی ایک طرف بھائیوں کی اولاد کو اور دوسری طرف بہنوں کی اولاد کو اب آپس میں بھائی بہن نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے والدین یا ماں باپ میں سے کوئی ایک یادوں مشرک نہیں ہو سکتے اور اس لئے پہلی باری ضروری ہوا کہ بھانجے بھانجیوں اور میرے، پھوپھیرے بھائی بہنوں کا امتیاز قائم کیا جائے جو پہلے کے خاندانی نظام میں بے معنی ہوتا۔ سگوترا یا ہم خاندانی کا امریکی نظام، خاندان کی ہر اس شکل میں جس کی بنیاد انفرادی شادی پر ہو، نہایت مہمل اور بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن پونالوان خاندان کی بنیاد پر اس نظام کی ایک ایک بات معقول اور فطری ثابت ہوتی ہے۔ جس حد

تک سگوتری یا ہم خاندانی کے اس نظام کا روایج تھا، کم سے کم اسی حد تک، پونالوان خاندان کا یا اس سے ملتے جلتے کسی اور شکل کا روایج رہا ہوگا۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خاندان کی یہ شکل ہوائی میں موجود تھی اور اگر امر مکمل میں اپنی سے گئے ہوئے سابقہ ہسپانوی راہبیوں کی طرح کے دھرماتما پادری ان غیر مسکنی رشتہوں کو صرف "بدکاری" (9) نہ سمجھتے تو غالباً سارے پولینیز یا میں خاندان کی یہی شکل موجود ہوتی۔ سیزر کے زمانے میں برطانیہ والے بربریت کی درمیانی منزل سے گزر رہے تھے۔ اور جب سیزر ان کے بارے میں کہتا ہے کہ "دُس اور بارہ بارہ کے گروہوں میں وہ لوگ مشترک یویاں رکھتے تھے اور زیادہ تر بھائی بھائی مشترک یویاں رکھتے تھے اور باپ اور بیٹے ساتھ ساتھ "تو ظاہر ہے کہ یہ بات گروہ دارشادی پر ہی صادق آئتی ہے۔ عہد بربریت کی ماوں کے دیا بارہ بیٹے اتنے بڑے نہیں ہو سکتے تھے کہ وہ مشترک یویاں رکھ سکیں۔ لیکن امریکہ میں پائے جانے والے سگوتری نظام میں جو کہ پونالوان خاندان سے مطابقت رکھتا ہے، بھائیوں کی تعداد بہت بڑی ہوتی ہے کیونکہ ایک آدمی کے دور و نزدیک کے رشتے کے سبھی بھائی گے بھائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیزر کا یہ فقرہ "باپ اور بیٹے ساتھ ساتھ "شاید غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس نظام میں یہ ناممکن نہیں ہے کہ باپ اور بیٹے یا ماں اور بیٹی شادی کے ایک ہی گروہ میں ہوں، اگرچہ باپ اور بیٹی یا ماں اور بیٹے ایک ہی گروہ میں نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ہبہ و ڈاؤں اور دوسرا سے قدیم مصنفوں نے وحشی اور بربار لوگوں میں یو یوں کے مشترک ہونے کے بارے میں جو باتیں لکھی ہیں، وہ بھی گروہ دارشادی کی کتاب شکل یا اس سے ملتی جلتی کسی اور شکل کے بنیاد پر یہ آسانی سے سمجھی جاسکتی ہیں۔ واٹن اور کئے نے اپنی کتاب "ہندوستان کے باشندے" (10) میں دریائے گنگا کے شمال میں رہنے والے اودھ کے ٹھاکروں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس پر بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "وہ بڑی تعداد میں تقریباً بغیر کسی فرق اور امتیاز کے" (معنی جنسی مفہوم میں) "ساتھ رہتے ہیں اور جب دو آدمیوں کی شادی ہوتی ہے تو یہ رشتہ بھض بجائے نام ہوتا ہے۔"

زیادہ تر صورتوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گن کے ادارے کے اہنہ بارہ راست پونالوان خاندان سے ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ آسٹریلیا کا شادی بیاہ کا طبقاتی نظام بھی اس کا نقطہ آغاز ہو سکتا تھا (9)۔ آسٹریلیا کے باشندوں میں گن موجود ہیں لیکن ان میں پونالوان خاندان کا وجود نہیں ہے۔ ان کے یہاں گروہ دارشادی کے ایک اور زیادہ بھوٹی شکل ملتی ہے۔

گروہ دار خاندان کی بھی شکلوں میں جہاں یہ بات یقین کے ساتھ کبھی جاسکتے کہ بچے کی ماں کون ہے وہاں کہیں بھی اس کا یقین نہیں ہوتا کہ اس کا باپ کون ہے۔ اگرچہ عورت اپنے پورے خاندان کے بھی بچوں کو اپنا کہتی

ہے اور سب کے ساتھ مال کا سامانہ کرتی ہے، پھر بھی دہی یہ جانتی ہے کہ کوئی اس کے اپنے بیٹن سے ہے اور کوئی نہیں۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جہاں کہیں گروہ دار شادیوں کا روواج ہوتا ہے وہاں صرف مال کی اولاد کا پتہ چلتا ہے اس لئے نسل صرف مال سے چلتی ہے۔ سمجھی وحشی قوموں میں اور ان قوموں میں بھی جو بربریت کے ابتدائی دور میں ہیں بھی بات پائی جاتی ہے۔ باخون کا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اسی نے پہلے پہل یہ بات دریافت کی۔ محض مال کی جانب سے نسل کا سلسہ اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی بنیاد پروراش کے جو رشتہ قائم ہوئے، ان کو وہ مادری حق کا نام دیتا ہے۔ اختصار کی خاطر میں اسی اصطلاح کو بقرار رکھنا چاہتا ہوں حالانکہ یہ لفظ بہت موزوں نہیں کیونکہ سماج کی ترقی کے اس منزل پر قانونی مشہوم میں حقوق کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

اگر پونالوان خاندان کے دمغصوص گروہوں میں سے ہم ایک گروہ کو لے لیں یعنی اس گروہ کو جس میں کئی مال جائیاں اور رشتے کی کہنیں ہوتی ہیں (یعنی وہ جو گلی بہنوں کی اولاد ہیں، پہلی، دوسرا پشت اور آگے تک) اور جس میں ان کے ساتھ ان کے بچے اور مال کی طرف سے ان کے سگے اور رشتے کے بھائی بھی شامل ہوتے ہیں (جو ہمارے مفروضے کے مطابق ان کے شوہر نہیں ہو سکتے) تو یہ انہیں اشخاص کا دائرہ ہو گا جو گن کی ابتدائی شکل میں اس ادارے کے رکن ہوتے ہیں۔ ان سھوون کی مشترک مورث اعلیٰ ایک عورت ہوتی ہے۔ اس کے کنبے کی لڑکیاں اس کی اولاد ہونے کی وجہ سے ہر پشت میں ایک دوسرے کی کہنیں ہوتی ہے لیکن ان بہنوں کے شوہر اب ان کے بھائی نہیں ہو سکتے یعنی وہ اس مورث اعلیٰ عورت کی اولاد نہیں ہو سکتے اور اس لئے وہ اس سکو تری گروہ میں جو آگے چل کر گن بنا، شامل نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان کے بچے اس گروہ میں شامل ہیں کیونکہ مال کی نسل ہی فیصلہ کن ہے اور یہ اس لئے کہ صرف اسی کا یقین ہے۔ جب ایک مرتبہ بھی مال جائے بھائیوں اور بہنوں میں اور ان میں بھی جو مال کی طرف سے دور کے رشتے کے بھائی بہن ہیں، جنی تعلقات پر روک لگادی جاتی ہے تو یہی گروہ گن میں بدل جاتا ہے..... یعنی مال کی جانب سے رشد داروں کا ایک نہایت محدود حلقة ہن جاتا ہے جنہیں آپس میں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور اس وقت سے یہ دوسرے عام سماجی اور منزہی اداروں سے اپنے آپ کو برابر تقویرت پہنچاتا رہتا ہے اور اپنے قبیلے کے دوسرے گنوں سے اپنے کو علیحدہ کرتا جاتا ہے۔ آگے چل کر ہم اس پر زیادہ تفصیل سے غور کریں گے۔ لیکن جب ہم پاتے ہیں کہ پونالوان خاندان سے گن کا ارتقا محض منطقی ضرورت کے طور پر ہی ثابت نہیں بلکہ ظاہر بھی ہے تو پھر تقریباً پورے ووثق کے ساتھ یہ کہنے کی بنیاد مل جاتی ہے کہ ان تمام قوموں میں گن کا سراغ ملتا ہے یعنی تقریباً سبھی غیر متمدن اور متمدن قوموں میں پہلے خاندان کی یہ شکل موجود تھی۔

جس وقت مارگن نے اپنی کتاب لکھی اس وقت تک گروہ دار شادی کے بارے میں ہماری واقعیت بہت کم

تھی۔ اس وقت آسٹریلیا کے باشندوں میں، جو طبقوں میں بڑے ہوئے تھے، گروہ دارشادی کے رواج کے بارے میں کچھ بتیں معلوم تھیں۔ اس کے علاوہ مارگن نے 1871 میں وہ ساری چیزیں شائع کر دی تھیں جو اسے ہوائی کے پنانوالان خاندان کے بارے میں معلوم ہو سکیں۔ پنانوالان خاندان سے ایک طرف تو امریکی ائمہ یونیورسٹیوں میں پایا جانے والا سگوتری یا ہم خاندانی کا نظام پوری طرح سمجھ میں آ جاتا تھا اور اسی نظام سے مارگن کی تمام چھان بین کی ابتداء ہوئی تھی۔ دوسری طرف اس سے مادری حق والے گن کے ارتقا کی پہلی کڑی میں جاتی تھی۔ اور آخر میں، وہ آسٹریلیا کے طبقوں کے مقابلہ میں ارتقا کی زیادہ اوپنی منزل کی نمائندگی کرتا تھا۔ اس لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ مارگن نے کیوں پنانوالان خاندان کو، جوڑا خاندان سے پہلے کی، ارتقا کی ایک ضروری منزل قرار دیا۔ اور یہ بھی مان لیا کہ پہلے زمانے میں اس کا عام رواج تھا۔ اس کے بعد تھیں گروہ دارشادی کی اور بھی کئی شکوؤں کا پتہ چلا ہے اور اب ہم جانتے ہیں کہ اس معاملے میں مارگن حد سے زیادہ آگے گئے گیا تھا۔ پھر بھی خوش قسمتی سے اس کو اپنے پنانوالان خاندان میں گروہ دارشادی کی اعلیٰ ترین اور بنیادی (کالائیک) شکل مل گئی جس سے ایک زیادہ اوپنی منزل کی طرف خاندان کے ارتقا کو زیادہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

گروہ دارشادی کے تعلق ہم اپنی معلومات میں سب سے زیادہ بنیادی اضافے کی لئے ایک انگریز پادری لاریفریسون کے احسان مند ہیں۔ اس نے برسوں شادی کی اس شکل کا مطالعہ اس کے اصلی وطن آسٹریلیا میں رہ کر کیا تھا۔ اسے جنوبی آسٹریلیا میں ماڈنٹ گیر کے علاقے میں رہنے والے جھشیوں میں اس کے ارتقا کا سب سے ابتدائی دور ملا تھا۔ وہاں پورا قبیلہ دو بڑے طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک کا نام تھا گروہ کی اور دوسرے کا کومائٹ۔ ان میں سے ہر طبقے کی ہر عورت کا پیدائشی شوہر اور وہ اس کی پیدائشی بیوی ہوتی تھی۔ افراد کا نہیں بلکہ پوری کی پوری جماعت کا، پورے کے پورے طبقے کا، ایک دوسرے کے ساتھ بیاہ ہوتا تھا۔ اور یہ خیال رہے کہ یہاں عمر کے فرق یا کسی خاص خونی رشتہ کی وجہ سے کوئی پابندی نہیں لگتی تھی۔ پابندی صرف ایک ہی تھی اور وہ یہ کہ اپنے طبقے کے اندر کسی کے ساتھ جنسی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ کومائٹ طبقے کی ہر عورت کروہ کی طبقے کے ہر مرد کی بیوی تھی اور چونکہ مادری حق کی رو سے کومائٹ عورت کے بطن سے پیدا ہونے ہوئی لڑکی بھی کومائٹ تھی، اس لئے وہ لڑکی بھی کروہ کی طبقے کی ہر مرد کی، جس میں اس کا باپ بھی شامل تھا، پیدائشی بیوی تھی۔ ہر حال اس طبقاتی تنظیم نے، جیسا کہ ہم اس کو جانتے ہیں، یہاں اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اس لئے یہ تنظیم یا تو ایک ایسے زمانے میں قائم ہوئی ہو گی جبکہ بہت قریبی رشتہ داروں کے ساتھ جنسی تعلق پر پابندی لگانے کی تمام تردھندی خواہشات کے باوجود مال باپ اور بچوں کے جنسی تعلق کو بہت زیادہ معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا..... اور ایسی صورت میں یہ طبقاتی نظام را راست آزاد جنسی تعلق کی حالت سے پیدا ہوا ہوگا.... اور یا پھر طبقوں کے قائم ہونے سے پہلے ہی مال باپ اور بچوں کے جنسی

تعلق پر سرم درواج نے پابندی لگا کر کی ہو گئی اور ایسی صورت میں موجودہ حالت اس کے بعد ارتقا کی پہلی منزل تھی۔ وہ دوسرا مفروضہ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے آسٹریلیا میں والدین اور اولاد کے درمیان جسی تعلق کی کوئی مثال نہیں ملی ہے۔ عام طور پر گوت باہر شادی کی بعد کی شکل، یعنی مادری حق والے گن کے وجود کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ ایسے تعلقات کی جو ممانعت تھی وہ اس کے قائم ہونے سے پہلے سے موجود ہے۔ جنوبی آسٹریلیا کے موئٹ گمبیر کے علاوہ یہ دو طبقے والا نظام اس سے اور زیادہ مشرق میں دریائے ڈارلنگ کے کنارے اور شمال مشرق میں کوئی نہیں میں بھی پایا جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ نظام دو دو رنگ پھیلا ہوا تھا۔ اس نظام میں صرف ماں جائے بھائی بہنوں میں، بھائیوں کی اولاد میں اور ماں کی طرف سے بہنوں کی اولاد میں شادی کرنا منع ہے کیونکہ یہ سب ایک ہی طبقے میں شامل ہیں۔ اس کے بعد بھائی بہنوں کے بچوں میں شادی کی اجازت ہے۔ بہت قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے اور بچے پیدا کرنے پر پابندی لگانے کے لئے، دریائے ڈارلنگ کے ساحل پر نیو ساؤنٹھ و میز میں کیلاروئی قبیلے میں اور کبھی کئی قدم اتحانے گئے تھے۔ وہاں پرانے دو طبقے بٹ کر چار چار ہو گئے تھے اور ان چار طبقوں میں سے ہر طبقے کی شادی دوسرے کے ایک طبقے کے ساتھ ہوتی تھی۔ پہلے دو طبقے پر ایک طور پر ایک دوسرے کے شوہرا دیوبوی ہوتے تھے۔ ان کے بچے تیرے یا چوچتے طبقے میں شامل ہو جاتے جس کا انحصار اس بات پر تھا کہ ماں کا تعلق پہلے طبقے سے ہے یا دوسرے سے۔ اسی طرح تیرے اور چوچتے طبقے کی شادی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی تھی اور ان کی اولاد پھر پہلے یا دوسرے طبقے میں شامل ہوتی۔ اس طرح ایک پشت کے لوگ ہمیشہ پہلے اور دوسرے طبقے میں ہوتے تھے اور دوسری پشت کے لوگ ہمیشہ تیرے اور چوچتے میں۔ اور اس کے بعد کی پشت کے لوگ پھر پہلے یا دوسرے طبقے میں ہوتے تھے۔ اس نظام میں ماں کی جانب سے (یعنی میرے، خلیرے) بھائیوں اور بہنوں کے بیٹے بیٹیوں میں شادی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے پوتیوں میں ہو سکتی ہے۔ یہ ایک عجیب یقیدہ نظام ہے جس کی پیچیدگی اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس پر، ہر صورت آگے جل کر، مادری حق والے گن کا پیوند لگا دیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں ہم اس تفصیل میں نہیں جائیں گے۔ مختصر یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنے اور بچے پیدا کرنے کے درواج پر پابندی لگانے کا جذبہ بار بار اثر انداز ہوتا رہا ہے لیکن مقصد کا واضح احساس نہ ہونے کی وجہ سے وہ آپ ہی آپ گویا اندھیرے میں راستہ ٹوٹ لئے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔

گروہ دار شادی آسٹریلیا میں اب بھی طبقہ دار شادی ہے، جس میں مردوں کے پورے طبقے کی جو اکثر اس براعظتم کے طول و عرض میں بکھرا ہوا ہوتا ہے، عورتوں کے ایک پورے طبقے سے جو اسی طرح بکھرا ہوتا ہے، شادی ہوتی ہے۔ یہ گروہ دار شادی زیادہ نزدیک سے دیکھنے پر اتنی بھی امک اور قبل نفرت نہیں معلوم ہو گی جتنی ان کم

ظرفون کو معلوم ہوتی ہے جن کے خیالات پھلکنے والے گھروں کے تصور سے داغدار ہو چکے ہیں۔ اس کے برعکس کتنے ہی برس گزرنے تھے مگر کسی کے وہم و مگان میں بھی نہیں تھا کہ گروہ دارشادی جیسی کوئی چیز ہے۔ اور اس پوچھتے تو ابھی حال میں پھر اس کے وجود کو ماننے سے انکار کیا گیا ہے۔ سطحی نظر سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک قسم کی ڈھنلی ڈھالی ک زوجی ہے اور کہیں کہیں کثرت ازواج ہے جس میں کبھی کھمار بے وفائی بھی کی جاتی ہے۔ ان ازدواجی تعلقات کو متعین کرنے والے قانون کا پیچہ لگانے کے لئے برسوں مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ فیسوں اور ہاوٹ نے کیا تھا (11) (اپنی عملی شکل میں تو ان تعلقات میں ایک عام یورپین کو وہی چیز نظر آتی ہے جو خود اس کے اپنے ملک میں رائج ہے) جس قانون کے مطابق آسٹریلیا کا ایک جنسی جب ایک خیسے سے دوسرا نخیسے میں اور ایک قبیلے سے دوسرا قبیلے میں حکومتا ہوا اپنے وطن سے ہزاروں میل دور، اجنبی لوگوں میں پہنچ جاتا ہے، جن کی زبان بھی وہ نہیں سمجھ سکتا تو وہاں اسے اکثر ایسی عوامیں مل جاتی ہیں، اور جس قانون کے مطابق ایک شخص جس کی کئی یورپیاں ہوں، اپنی ایک یورپی کورات میں اپنے مہمان کے پاس تھج دیتا ہے۔ جہاں یورپ والوں کو محض بدکرداری اور بے راہ روی اور بے قانونی نظر آتی ہے، وہاں دراصل قانون کی پوری فرم اروائی ہے۔ وہ عوامیں اس اجنبی مرد کے ازدواجی طریقے سے تعلق رکھتی ہیں اور اس لئے اس کی پیدائشی یورپیاں ہیں وہی اخلاقی قانون جوان کو ایک دوسرا کے لئے جائز کرتا ہے وہی قانون ازدواجی طبقے سے باہر جنسی تعلقات پر پابندی لگاتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر ذات برادری اور قبیلے سے باہر کرنے کی سزا دیتا ہے۔ جب کبھی عورتوں کو انغوآ کیا جاتا ہے، جیسا بعض جگہ اکثر ہوتا ہے اور بعض علاقوں میں ہمیشہ ہی ہوتا ہے، تو اس میں بھی تختی کے ساتھ اس طبقہ داری قانون کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

یہاں عورتوں کے انغو سے یہ ظاہر ہونے لگتا ہے کہ انفرادی شادی کے طرف قدم اٹھایا جا پکا ہے۔ کم سے کم جوڑا شادی کی صورت میں تو یہاں اس کی ایک جھلک ملتی ہی ہے۔ ایک نوجوان مرد جب خود یا اپنے دوستوں کی مدد سے لڑکی کو انغو اکر کے لے جاتا ہے تو یہ بعد مگر وہ سب اس کے ساتھ ہم بتسری کرتے ہیں۔ لیکن یورپی وہ اسی نوجوان کی تھجی جاتی ہے جس نے اس کو انغو کیا ہے۔ اور اس کے برعکس اگر وہ انغو کی ہوئی عورت اس مرد کے پاس سے بھاگ جائے اور دوسرا مرد کے ہاتھوں میں پڑ جائے تو وہ اس دوسرا کی یورپی ہو جائے گی اور پہلے مرد کا حق ختم ہو جائے گا۔ غرضیکہ گروہ دارشادی کے نظام میں، جو عام طور پر ابھی تک قائم ہے، اس کے پہلو بہ پہلو اور اس کے اندر انفرادی رشتے، زیادہ یا کم عرصے کے لئے جوڑا بنا کر رہے اور کئی کئی یورپیاں رکھتے کارواج بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ گروہ دارشادی کا نظام یہاں بھی رفتہ رفتہ مت رہا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ یورپ کے اثر کی وجہ سے پہلے کون مست گا... گروہ دارشادی کا نظام یا آسٹریلیا کے جوشیوں کی وہ نسل جس میں اس کا رواج ہے۔

بہر حال، پورے کے پورے طبقوں کی شادی، جس کا رواج آسٹریلیا میں پایا جاتا ہے، گروہ دارشادی کی سب سے ادنیٰ اور ابتدائی شکل ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے پونالوان خاندان اس کے ارتقا کی سب سے اعلیٰ شکل ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی شکل کا تعلق خانہ بدوس و خشیوں کی سماجی حالت سے ہے اور دوسرا کے لئے قدیم کی نوٹی برا دریوں کی کم و بیش مستقل بستیاں ضروری تھیں۔ اور اس کے بعد ہم براہ راست ارتقا کی دوسرا اور اس سے اعلیٰ منزل میں پہنچ جاتے ہیں۔ بلاشک ان دونوں کے نئے کیس ارتقا کی چند روایاتی منزلیں بھی ملیں گی لیکن ابھی تو ہم نے تحقیق و تفییش کا دروازہ کھولا ہی ہے۔

3۔ جوڑا خاندان

کم یا زیادہ عرصے کے لئے جوڑا بنا کرہنے کا رواج گروہ دارشادی کے دونوں میں ہی یا اس سے کچھ پہلے شروع ہو چکا تھا۔ مرد کی کئی بیویاں ہوتی تھیں جن میں ایک خاص بیوی ہوتی تھی (جس کو سب سے چیلیتی بیوی کہنا دشوار ہو گا) اور عورت کے متعدد شوہروں میں وہ اس کا خاص شوہر ہوتا تھا۔ یہ بھی ایک وجہ تھی جس سے پادریوں کو بڑی الگ بھن ہوئی۔ انہیں گروہ دارشادی میں کبھی بیویوں کی عام سامنے جھے داری اور آزاد جنسی تعلق دکھائی دیا اور کبھی محض زنا کاری نظر آئی۔ لیکن جیسے جیسے گن کی ترقی ہوئی اور ایسے "بھائیوں" اور "بہنوں" کے طبقہ بڑھتے گئے جن میں شادی نہیں ہو سکتی تھی ویسے ویسے لوگوں کی جوڑوں میں رہنے کی عادت بھی لازمی طور پر بڑھتی گئی۔ گن نے خون کے رشتہ داروں میں شادی کرو کنے کے رجحان کو تقویت دے کر، اس چیز کو اور آگے بڑھایا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اپر کو اس اور امریکہ کے اکثر دوسرے انہیں قبیلوں میں جو بربریت کے ابتدائی دور میں ہیں، ان سبھی رشتہ داروں میں شادی کی ممانعت ہے جن کو ان کا نظام رشتہ دار مانتا ہے۔ اور ایسے رشتہ داروں کی کئی سوتیں ہیں۔ شادی پر پابندیوں کی اس بڑھتی ہوئی چیزیں گروہ دارشادی کو زیادہ ناممکن بنادیا۔ اس کی جگہ جوڑا بنا کر رہنے والا خاندان آیا۔ اس میں ایک مرد اور ایک عورت ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن مرد کوئی بیویاں کرنے اور گاہے بگاہے بے وفائی کرنے کا حق رہتا ہے۔ حالانکہ یہ تھی کہ معاشری و جہوں سے کئی شادیوں کے حق سے بہت کم مرد فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دوسرا طرف عورت جب تک ساتھ رہتی ہے، اس سے پوری وفاداری کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اسے زنا کاری کی نہایت سخت سزا دی جاتی ہے۔ لیکن مرد عورت جب چاہیں آسمانی سے شادی کے اس رشتے کو توڑ سکتے ہیں اور نیچے پہلے کی طرح اب بھی صرف ماں کے ہوں گے۔

خون کے رشتہ داروں میں آپس میں شادی پر پابندیاں برابر بڑھتی جا رہی تھیں۔ اور اس میں قدرتی انتخاب کا اصول بھی اپنا اثر دکھار رہا تھا۔ مارگن کے لفظوں میں "سگوتری باہر گنوں میں شادی کی وجہ سے جسمانی اور ذہنی اعتبار سے زیادہ تنومند اور قوی نسل پیدا ہوئی۔"

جب دوسری پر تقبیل کرایک ہوتے ہیں تو ایک نئی کھوپڑی اور دماغ کی نشونما ہوتی ہے جس کی لمبائی اور چوڑائی دونوں کی صلاحیتوں کے برابر ہوتی ہے۔ (12)

چناچرگن کی بنیاد پر جو قبیلے قائم ہوئے انہوں نے اپنے سے زیادہ پسمندہ قبیلوں پر فوقيت حاصل کر لیا اپنی مثال کے ذریعے انہیں اپنے نقش قدم پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا۔

غرضیکہ ما قبل تاریخی زمانے میں خاندان کے ارتقا کی صورت یہ تھی کہ وہ دائرہ جس کے اندر مرد اور عورت کو آپس میں شادی کرنے کی آزادی تھی، روز بروز محدود ہوتا جا رہا تھا۔ شروع میں پورا قبیلہ اس دائرے میں آ جاتا تھا۔ لیکن آگے چل کر پہلے قربتی اور پھر دور کے رشتہ دار اس دائرے سے باکل دینے کے اور آخر میں تو لوگ بھی اس دائرے سے خارج کر دینے کے جن سے محض شادی کا رشتہ تھا، یہاں تک کہ عملًا ہر قسم کی گروہ دار شادی ناممکن ہو گئی۔ اور آخر میں صرف ایک چیز رہ گئی، ایک عورت اور ایک مرد کا جوڑا بنا کر ہنا۔ ان میں اس وقت بہت ہی ڈھیلا ڈھالا تعلق ہوتا تھا۔ یہ گویا ایک یونٹ رہ گیا تھا جس کے منتشر ہونے پر سرے سے شادی ہی مٹ جاتی۔ اسی ایک بات سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جب یہکہ زوجی کی ابتداء ہوئی تو موجودہ مفہوم میں انفرادی حصہ محبت کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اس دور کے لوگوں کا رویدہ یکھنے تو یہ بات اور بھی پایہ بیوت کو پہنچ جاتی ہے۔ خاندان کی پہلے کی شکلوں میں مردوں کو کبھی عورتوں کی کمی نہیں ہوئی تھی بلکہ ضرورت سے زیادہ عورتوں میں ہوتی تھیں۔ لیکن اب اس کے بر عکس عورتوں کی کمی ہو گئی اور ان کی جستجو ہونے لگی۔ اس لئے جوڑا بنانے کے رواج کے ساتھ ساتھ عورتوں کو انواع کرنے اور ان کو خریدنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ باتیں اپنے سے کہیں زیادہ گہری تبدیلی کا پتہ دے رہی تھیں۔ لیکن اس علامت سے زیادہ ان کے اور کوئی اہمیت نہیں تھی۔ لیکن ان علمتوں کو، عورتوں کو حاصل کرنے کے ان مختلف طریقوں کو، اسکاٹ لینڈ کے ایک کھلماں لیکن نے مختلف قسم کے خاندانوں کی حیثیت دے دی۔ ان کو اس نے "انواع کے ذریعہ شادی" اور "خرید و فروخت" کے ذریعہ شادی "کام میا۔ اس کے علاوہ امریکہ کے اٹھینوں اور کچھ اور قبیلوں میں بھی (جوار تفاکے اسی دور میں ہیں) شادی طے کرنا ان دونوں فریقوں کا کام نہیں جن کی شادی ہوتی ہے بلکہ ان کی رائے تو اکثر پوچھی تک نہیں جاتی۔ یہ کام ان دونوں کی ماؤں کا ہے۔ چناچر اس طرح اکثر ایسے لوگوں کی منگنی کر دی جاتی ہے جو ایک دوسرے کے لئے باکل کی جنی ہوتے ہیں اور جنہیں اپنی شادی کی خبر اس وقت ہوتی ہے جب اس کی دن نزدیک آ جاتے ہیں۔ شادی سے پہلے دوہارا کی طرف سے دہن کے رشتہ داروں کو (یعنی اس کی ماں کی طرف کے رشتہ داروں کو، اس کے باپ یا اس کے رشتہ داروں کو نہیں) تھنے دینے جاتے تھے۔ یہ تھنے دراصل اس لڑکی کی قیمت ہوتی ہے۔ شوہر اور یہوی دونوں میں سے کوئی بھی اپنے مرضی سے شادی کو توڑ سکتا ہے۔ لیکن متعدد قبیلوں میں، مثال کے طور پر ایریو اس قبیلوں میں لوگ عام طور پر شادی کے بعد علیحدگی کو ناپسندیدیں گی کی

نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر کسی بات پر جھگڑا ہوتا ہے تو گن کی بنیاد پر جو فریقین کے رشتہ دار ہوتے ہیں وہ نیچے بچاؤ کرتے اور دونوں کو پھر سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب ان کو ششوں میں کسی طرح کامیابی نہیں ہوتی تو کہیں شادی کا رشتہ توڑا جاتا ہے۔ ایسا ہونے پر نیچے ماں کے ساتھ رہتے ہیں اور فریقین میں سے ہر ایک کو دوبارہ شادی کی اجازت ہوتی ہے۔

جوڑا بنا کر رہنے والا خاندان اتنا کمزور اور غیر مستقل ہوتا تھا کہ الگ خانہ داری کی اس کو کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ اس کے لئے کوئی مفید چیز بھی نہیں تھی۔ لہذا قدیم زمانے سے جو کیوں نیٹی گھرانے میں گھر کے اندر عورت کا بول بولا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے مخفی سگی ماں کا پتہ ہونے اور باپ کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہ کہہ سکنے کی وجہ سے عورت یعنی ماں کی قدر اور عزت بہت زیادہ کی جاتی تھی۔ یہ بالکل بے بنیاد خیال ہے کہ جب سماج کی ابتداء ہوئی اس وقت عورت مرد کی غلام تھی۔ یہ خیال ہمیں اخخارویں صدی کے "عبد روشن خیالی" سے وراشت میں ملا ہے۔ عہد و حشت اور عہد بربریت کے ابتدائی اور درمیانی ادوار کے اور ایک حد تک آخری دور کے لوگوں میں بھی عورتیں نہ صرف یہ آزاد تھیں بلکہ ان کو ایک بڑی باعزت حیثیت حاصل تھی۔ اشیرائی نے، جوئی برس تک ایری کو اس لوگوں کے سینیکا قبیلے میں پادرے تھا، اس بات کی تصدیق کی جاتی ہے کہ اس وقت تک جوڑا خاندان میں عورت کا رتبہ بہت اونچا تھا۔

"جہاں تک ان کے خاندانی نظام کا تعلق ہے، جب یہ لوگ پرانے لمبے گھروں میں رہتے تھے" (یہ کیوں نیٹی گھرانے تھے جن میں متعدد خاندان شامل تھے) "تو غالباً ان میں کسی ایک جرگی (گن) کا غلبہ ہوتا تھا۔ عورتیں دوسرے جرگوں (گنوں) کے لوگوں کو شوہر بناتی تھیں۔ گھر میں عموماً عورتوں کی حکمرانی تھی۔ مال اسباب مشترک ہوتا تھا۔ لیکن اگر کوئی بدنصیب شوہر یا عاشق اتنا ہالائق ہوتا کہ اپنے حصے کا کام نہ کر سکتا تو اس بے چارے کی شامت آجائی تھی۔ پھر چاہے اس کے کتنے ہی نیچے ہوں اور گھر میں اس کا لکھتا ہی سامان پڑا ہو، اس کو کسی وقت بھی بوریا ستر باندھ کر گھر سے نکل جانے کا حکم دیا جاسکتا تھا۔ اور ایک مرتبہ حکم مل جانے پر اس کی خلاف ورزی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ گھر اس کے لئے جنم کا نمونہ بن جاتا اور ایسے مجبور ہو کر خود اپنے جرگی (گن) میں واپس ہو جانا پڑتا تھا لیا..... جیسا کہ اکثر ہوتا تھا..... کسی اور جرگے میں جا کر پھر شادی کی کوشش کرنی پڑتی تھی۔ اور سبھی جگہوں کی طرح جرگوں (گنوں) کے اندر بھی عورتوں کا بڑا اقتدار تھا۔ جب کبھی ضرورت ہوتی وہ بلا پیش و پیش سردار کو معزول کر کے عام سپاہیوں کی صفائی میں بھیج دیتی تھیں، یا اس زمانے کی اصطلاح میں، اس کے سینگ توڑ دیتی تھیں۔" (13)

قدیم زمانے میں عام طور پر عورتوں کا بول بالا تھا۔ ان کی مادی بنیاد بھی کمیونٹی گھرانے تھے۔ جس کی زیادہ تر عورتیں اور کبھی کبھی تو سبھی عورتیں ایک گن کی ہوتی تھیں اور مرد دوسرے مختلف گنوں کے ہوتے تھے۔ اس چیز کی دریافت کا سہرا بھی باخون کے سر ہے۔ یہ اس کا تیرا بڑا کار نامہ ہے۔ اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہہ دوں کہ سیاں جوں اور پادریوں نے جو رپورٹیں دی ہیں کہ حشی اور بر قوموں میں عورتوں کو بڑی محنت مشقت کرنی پڑتی ہے تو اس سے مذکورہ بالا حقائق کی تردید نہیں ہوتی۔ جن اسباب کی بنیاد پر عورتوں اور مردوں میں کام کی تقسیم ہوتی ہے وہ ان اسباب سے بالکل مختلف ہیں جن سے سماج میں عورتوں کا رتبہ طے ہوتا ہے۔ ان قوموں میں، جن کی عورتیں اس سے کہیں زیادہ محنت و مشقت کرتی ہیں جتنی ہم یورپ والے مناسب سمجھتے ہیں، عورتوں کی کہیں زیادہ پچی عزت ہوتی ہے۔ تمدن کے عہد کی وہ ناز پروردہ خواتین جن کی زندگی جھوٹی ناز برداری کے ماحول میں بسر ہوتی ہے اور جنمیں سچ مجھ کے کام کا ج سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ان کا سماجی رتبہ عہد بربریت کی عورتوں کو ان کی جاتیوں کے مرد سچ مجھ مالکن (مالکن- laddy, frowa, Frau) سمجھتے تھے اور سماج میں دراصل یہی ان کی حیثیت بھی تھی۔

امریکہ میں اب گروہ داری شادی کی جگہ جوڑا بیاہ مکمل طور پر رانچ ہو چکا ہے یہ نہیں، اس کا فیصلہ کرنے کے لئے شمال مغربی اور خاص کر جنوبی امریکہ کے قوموں کے حالات کا زیادہ گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ سب قومیں ایک جنگ عہد و حشت کے آخری دور میں ہیں۔ جنوبی امریکہ کی قوموں میں جنسی آزادی کی اتنی مثالیں ملتی ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ گروہ دار شادی بالکل مٹ بھی ہے۔ اس کے سارے اثرات تو یقیناً نہیں مٹے ہیں۔ شمالی امریکہ کے کم سے کم چالیس قبیلوں میں یہ رواج ہے کہ جو شخص کسی خاندان کی سب سے بڑی بڑی سے شادی کرتا ہے اس کا حق بھی بہنوں پر ہو جاتا ہے۔ بالغ ہونے پر انہیں بھی وہ اپنی بیوی بناسکتا ہے۔ یہ اس دور کی بچی کچھی نشانی ہے جب بھی بہنوں کے شوہر مشترک ہوتے تھے۔ اور باعکرافٹ بتاتا ہے کہ جزیرہ نما کیلی فورنیا کے قبیلوں میں (جو عہد و حشت کے آخری دور سے گزر رہے ہیں) کچھا یہی تیوار منائے جاتے ہیں جن کے موقع پر متعدد "قبیلے" بلا کسی تفریق و امتیاز کے جماعت کی غرض سے اکٹھا ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دراصل وہ گن ہیں جن کے یہ تیواران بھولے بسرے نوں کی یاد دلاتے ہیں جب کہ ایک گن کی سبھی عورتیں دوسرے گن کے سبھی مردوں کی مشترک بیویاں اور ایک گن کے سبھی مرد دوسرے گن کی عورتوں کے مشترک شوہر ہو اکرتے تھے۔ آسٹریلیا میں آج بھی اس کا رواج ہے۔ کچھ قوموں میں یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑھے، سردار اور کاہن پچاری مشترک بیویوں کے رسم سے فائدہ اٹھا کر خود اپنا الوسیدہ حاکر تے ہیں اور زیادہ تر عورتوں کو اپنے لئے مخصوص کر لیتے ہے لیکن ان کو بھی بعض خاص تیواروں اور تقریبیوں کے موقع پر پرانی جنسی سائجھے داری کو وقتی طور پر زندہ کرنے کی اجازت دینی پڑتی ہے اور اپنی بیویوں کو یہ موقع دینا ہوتا ہے کہ وہ نوجوانوں کے ساتھ داعیش دیں۔ وسٹر مارک نے

(اپنی کتاب کے صفحات 28, 29 پر) عیش و شاطی کی تقریبیں Saturnalia (10) کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جبکہ مختصر عرصے کے لئے پھر جنسی تعلق کی پرانی آزادی قائم ہو جاتی ہے۔ مثال کے لئے اس نے بتایا ہے کہ ایسی تقریبیات ہندوستان کی "ہو" جاتی کے لوگوں میں، سخھالوں میں، پنجا اور کوتار جاتیوں کے لوگوں میں اور افریقہ کی کچھ قوموں میں ہوتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ وسٹر مارک ان تقریبیوں کو گروہ دار شادی کی بچھی کچھی نشانی نہیں مانتا۔ اس خیال کو تو وہ سرے سے ٹھکرایتا ہے۔ ان کو وہ جوڑا ملنے کو موسوم کا اشتہانت ہے جو قدر یہ انسان اور دوسرے حیوانوں دونوں میں یکساں طور پر پیا جاتا ہے۔

اب ہم باخون کی چوچی بڑی دریافت کو لیتے ہیں اور وہ ہے گروہ دار شادی سے جوڑا میاہ کے تغیری کی عام صورت جس چیز کو باخون دیوتاؤں کے قدیم احکام کے خلاف ورزی کرنے کا کفارہ یا پراچت بتاتا ہے، جو عورت نے اپنی عفت و عصمت کا حق حاصل کرنے کے لئے ادا کیا تھا، وہ دراصل اس کفارے کی ڈھنکی چھپی صورت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے جس کی قیمت ادا کر کے عورت نے مشترک شوہروں کے پرانے رواج سے چھنکارا پیا اور اپنے آپ کو صرف ایک ہی مرد کے پرورد کرنے کا حق حاصل کیا تھا۔ یہ کفارہ محدود پروردگی کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔ بالکل کی عورتوں کو سال میں ایک مرتبہ میلحا کے مندر میں اپنے آپ کو دینا پڑتا تھا۔ مشرق تیر کی دوسری قوموں کے لوگ اپنی لڑکیوں کو کوئی برس کے لئے انالیٹسکے مندر میں بیچج دیا کرتے تھے جہاں انہیں شادی کرنے کی اجازت مل سکتی تھی۔ بھیرہ روم سے لے کر دریائے گنگا تک تقریباً سبھی ایشیائی قوموں میں اس طرح کے ریت رواج پائے جاتے ہیں جن پر مذہب کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا نجات کے لئے کفارے کی قربانی ہلکی ہوتی گئی۔ جیسا کہ باخون لکھتا ہے۔"

"پہلے ہر سال قربانی دینی پڑتی تھی۔ اب ایک ہی مرتبہ یہ رسم ادا کرنے سے کام چل جاتا ہے۔ پہلے بیانی عورتوں سے عام جنسی تعلق کا رواج تھا، اب صرف کواریوں کے ساتھ ایسا کیا جاتا ہے پہلے ازدواجی زندگی کے دوران میں یہ کرنا پڑتا تھا، اب شادی کے پہلے تک اس پر عمل کرنا کافی ہوتا ہے۔ پہلے بلا فرق و امتیاز ہر کسی کی آنکھوں میں اپنے آپ کو دینا پڑتا تھا، اب صرف چند مخصوص لوگوں کی آنکھوں میں دینا پڑتا ہے" (مادری حق، صفحہ 19) (14).

دوسری قوموں میں تو یہ مذہبی پردہ بھی نہیں۔ مثلاً قدیم زمانے میں تھریشیا کے باشندوں میں کلیٹ لوگوں میں اور ہندوستان کے بہت سے آدمی بائیوں میں اور بہت سے امریکی انڈینوں امریکہ کے تقریباً ہر علاقے میں یہی صورت ہے۔ اگر کوئی شخص ملک کے اندر وہی حصے میں کسی حد تک بھی گیا ہے تو وہ اس کی تصدیق کرے گا۔ مثال کے طور پر اگاسیز نے (برازیل کی سیاحت "مطبوعہ یومن اور نیویارک" 1886، صفحہ 266) انڈین نسل

کے ایک دوستند خاندان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب خاندان کی ایک بڑی سے اس کا تعارف کرایا گیا اور اس نے اس بڑی کے باپ کے بارے میں پوچھا جو اس کے خیال میں بڑی کی ماں کا شوہر تھا اور پیرا گوائے کے خلاف جگ میں ایک فوجی افسر کی حشیثت سے حصہ لے رہا تھا، تو بڑی کی ماں نے مسکرانے ہوئے جواب دیا کہ اس کا کوئی باپ نہیں یا ایک اتفاق کی پیدائش ہے (nao tem pai, e filha da fortuna)

"انہیں یادو گلی نسل کی عورتیں اپنے ناجائز بچوں کا ذکر بھیش اسی طرح کرتی ہیں اور ایسا کرتے ہوئے انہیں احساس نہیں ہوتا کہ یہ کوئی غلط یا شرم کی بات ہے۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں بلکہ معاملہ اس کا الٹ ہے۔ (اکثر) بچے (صرف) اپنی ماں کو جانتے ہیں کیونکہ ان کی پرورش کی ساری ذمہ داری ماں پر ہوتی ہے۔ وہ اپنے باپ کو بالکل نہیں جانتے اور شامد عورت کو کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ اس کی یا اس کے بچوں کی کوئی ذمہ داری باپ پر ہے۔"

ایک متعدد آدمی کو جو بات اتنی عجیب معلوم ہوگی وہ دراصل مادری حق اور اگر وہ دار یا شادی میں آئے ہوئے دوسرے مہمان پر اనے روایتی حق کے مطابق پہلے دہن کے ساتھ ہمستری کرتے ہیں اور دوہا کی باری سب سے آخر میں آتی ہے۔ مثال کے طور پر قدیم زمانے میں بالیری بزریوں میں اور افریقہ کے آگیلوگوں میں اور موجودہ زمانے میں جشن کے باریا لوگوں میں بھی اس کا رواج پیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری قوموں میں یہ رواج ہے کہ ایک سرکاری آدمی، قبیلہ یا گن کا سردار، کاسیک، شمان، پروہت، پنس یا جو بھی اس کا خطاب ہو پوری برادری کی نمائندگی کرتا ہے اور دہن کے ساتھ پہلی رات کا حق ادا کرتا ہے۔ اس رواج کو کہتے ہی خوش رنگ پردوں سے ڈھانکنے کی کوشش کی جائے، لیکن اس میں کوئی مشکل نہیں کہ پہلی شب کا حق (jus primae noctis) السا کا علاقے کے زیادہ تباشندوں میں (دیکھنے میکرافٹ کی کتاب "دیں نسلیں" پہلا حصہ، صفحہ 81) شمالی میکسیکو کے تاہو لوگوں میں (ایضاً صفحہ 584) اور کچھ اور جاتیوں میں گروہ دار شادی کی ایک بچی کھنگی نشانی کے طور پر آج تک چلا آتا ہے۔ اور زمانہ وسطی میں کم از کم ان ملکوں میں جہاں قدیم کیلٹ جاتی کے لوگ رہتے تھے، اس کا برابر رواج رہا۔ ان میں یہ رسم ہر اہ راست گروہ دار شادی سے نکلی تھی۔ اس کی ایک مثال آرگان کا علاقہ ہے۔ کیسٹل میں کسان کبھی زرعی غلام نہیں رہے مگر آرگان میں بدترین قسم کی زرعی غلامی قائم تھی اور وہ اس وقت تک رہی جب تک کہ 1486 میں فردینڈ کیتوک نے ایک فرمان کے ذریعے اس کو ختم نہ کر دیا۔ اس فرمان میں کہا گیا ہے کہ "هم فیصلہ دیتے اور اعلان کرتے ہیں کہ اگر کوئی کسان شادی کرتا ہے تو اپر جن لارڈوں (snyors, barons) کا ذکر کیا گیا، وہ بہلی رات اس کی دہن کے ساتھ نہیں سوئیں گے اور نہ شادی کی رات کو جب عورت سورہ ہو تو اپنے اقتدار کی نشانی کے طور پر اس عزت اور اس کے بستر کو روندیں گے۔ اور نہ یہ لارڈ کسانوں کے بیٹے اور بیٹیوں

سے ان کی مرخصی کے خلاف اجرت پر یا اجرت کے بغیر کام لیں گے۔ "(سو گن ہائیم کی کتاب "زرنگی نلای" میں اصلی کیشہ ہونین زبان ہی میں اقتباس دیا گیا ہے۔ سینت پرٹس برگ، 1861ء صفحہ 355) - (16)

بانخون نے براہ ریکیا ہے کہ اس نظام کو جس کو وہ "پیتاڑازم" یا "Sumpfzeugung" (کی عورتیں رکھنے کا رواج) کے نام سے یاد کرتا ہے، بدلتے میں عورتوں کا بڑا دھر رہا ہے۔ اس نظام کے بد لے یک زوجی یعنی ایک مرد ایک عورت کی شادی کا رواج اصل میں عورتوں کی کوششوں سے ہوا۔ اور اس کی یہ رائے بالکل صحیح ہے۔ زندگی کی اقتصادی حالتوں کی نشوونما کی وجہ سے یہنی قدم کمیوزن姆 کے زوال اور آبادی کے زیادہ سے زیادہ گنجان ہونے کے ساتھ ساتھ پرانے روایتی جنسی تعلقات کی ابتدائی سادگی اور بھولا پن اور اس کا قدم جنگلی کردار ملتا گیا اور اتنا ہی زیادہ وہ جنسی تعلق عورتوں کو تک آمیز اور ظالمانہ معلوم ہونے لگا۔ قدرتاناں کے دل میں اس خواہش نے زور پکڑا ہو گا کہ کسی طرح انہیں عفت اور پاکیزگی کی زندگی بس کرنے کا حق ملے، کوئی ایسی صورت پیدا ہو کہ وہ اس مصیبت سے نجات پائیں اور ایک وقت میں صرف ایک مرد سے عرضی یا مستقل شادی کر سکیں۔ مردوں سے یہ امید نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ اس تبدیلی کو لانے میں پیش قدمی سے کام لیں گے۔ اگر اور باتوں سے ہم آنکھیں بند بھی کر لیں تو بھی مردوں کے ایسا نہ کر سکنے کی کم از کم ایک وجہ یہ ہے کہ آج تک وہ عملًا کروہ دار شادی کی لذتوں سے دست بردار ہونے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر سکے ہیں۔ جب عورتوں نے تبدیلی کر کے جوڑا بیاہ کو روان دے دیا تب ہی مردوں نے بختی سے یک زوجی کے اصول پر عمل شروع کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس اصول کو انہوں نے مجض عورتوں پر ہی لاگو کیا۔

جوڑا خاندان:

جوڑا خاندان کی ابتداء اس زمانے میں ہوئی جب عہد و حشت اور عہد بربریت مل رہے تھے یعنی اس کی ابتداء عہد و حشت کے آخری دور میں اور کہیں کہیں تو بربریت کے پہلے دور میں ہوئی۔ خاندان کی یہ شکل عہد بربریت کی خصوصیت ہے اسی طرح جیسے گروہ دار شادی عہد و حشت کی اور یک زوجی کا اصول تھا ان کے عہد کی خصوصیت ہے۔ اس جوڑا خاندان کو ترقی کر کے پائدار ایک زوجی تک پہنچتا تھا۔ لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ ابھی تک جو اس باب کام کر رہے تھے، ان سے مختلف اس باب میدان میں آئیں۔ جوڑا بیاہ میں گروہ گھستے گھستے اپنی آخری اکائی تک یعنی ایک مرد اور ایک عورت ان دو جوہروں سے مرکب ایک سالمند تک پہنچ گیا۔ قدرتی انتخاب کے اصول نے گروہ دار شادی کے دائرے کو محدود کرتے کرتے اپنا کام پورا کر دیا۔ اب اس سلسلے میں اس کو کچھ اور نہیں کرنا تھا۔ اب اگرئی سماجی قوتیں روح رواں بن کر میدان میں نہ آتیں تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ جوڑا خاندان سے خاندان کی کوئی نئی شکل جنم

لیتی۔ لیکن ان سماجی قوتوں کا عمل شروع ہو چکا تھا۔

اب ہم جوڑا خاندان کے کلاسیکی وطن امریکہ سے رخصت ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس یہ سوچنے کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ امریکہ میں خاندان کی اس کے علاوہ کوئی اور ترقی یافتہ شکل قائم ہوئی تھی یا یہ کہ امریکہ کی دریافت سے اور اس پر یورپ والوں کے قبضے سے پہلے وہاں کسی جگہ بھی سخت قسم کی یک زوجی قائم ہوئی تھی۔ لیکن پرانی دنیا میں معاملہ اس کے بر عکس ہے۔

وہاں جانور پالنے اور مویشیوں کی نسل بڑھانے سے دولت کا ایک نیا سوتاٹھل گیا جس کا پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس کی وجہ سے بالکل نئے سماجی رشتے قائم ہونے لگے تھے۔ عہد بربریت کے ابتدائی دور تک غیر منقولہ دولت میں صرف مکان، کپڑے، بحمدے قسم کے زیور اور غذا حاصل کرنے اور پکانے کے سامان، کشتیاں، ہتھیار اور بہت معمولی قسم کے گھر کے برتنا تھے۔ غذا ہر روز نئے سرے سے حاصل کرنی ہوتی تھی۔ لیکن اب گھوڑوں، اونٹوں، گدھوں، بیلوں، بھیڑ بکریوں اور سوروں کی شکل میں گلہ بانی کی زندگی بسر کرنے والی ترقی پذیر قوموں کو..... پنجاب اور وادی گنگا کے آریوں کو، اس زمانے کے نسبتاً بہت زیادہ سیراب، آمودریا اور سیر دریا کے ہرے بھرے گھاٹ کے میدانوں میں رہنے والے آریوں کا اور جلد فرات کے کنارے رہنے والے سامیوں کو، اتنی کثیر دولت مل گئی تھی جس کی محض دیکھ بھال اور معمولی گمراہی سے کام چل جاتا تھا۔ یہ دولت دن دونی رات چوگنی ہو رہی تھی اور اس سے انہیں دودھ اور گوشت کی صورت میں نہایت عمدہ اور سخت بخش غذاءں رہی تھی۔ غذا حاصل کرنے کے پہلے کے سبھی طریقے اب پچھے چھوٹ گئے تھے۔ شکار کرنا جو پہلے ایک ضروری کام تھا اب بھس شوق کی چیز رہ گیا۔

لیکن یئی دولت کس کی تھی؟ ظاہر ہے کہ شروع میں اس پر پورے گن کا قبضہ تھا۔ لیکن مویشیوں کے روپوں پر بہت پرانے زمانے میں ہی ذاتی ملکیت قائم ہو چکی ہو گی۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ موی کے نام سے جو پہلی کتاب موسوم ہے اس کے مصنف نے بابا ابراہیم کو جب اپنے نگلوں اور مویشیوں کے مالک کی حیثیت سے دیکھا تو وہ اپنے کنبے کے بزرگ ہونے کے ناطے اپنی ذاتی حیثیت سے اس کے مالک تھے یا ایک گن کے موروثی سردار کی حیثیت سے۔ لیکن ایک بات صاف ہے اور وہ یہ کہ ابراہیم کو موجودہ زمانے کے مفہوم میں ملکیت کا مالک نہیں کہ سکتے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی یقینی ہے کہ ممتد تاریخ کی ابتدائیں ہمیں ہر جگہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مویشیوں کے روپوں خاندان کے سرداروں کی اسی طرح علیحدہ ملکیت ہوتے تھے جس طرح بربریت کے عہد کی فنی پیداوار، دھات کے برتنا، عیش و عشرت کے سامان اور آخر میں انسانی مویشی یعنی غلام، خاندان کے سرداروں کی الگ الگ ملکیت ہوا کرتے تھے۔

اب چونکہ غلامی کا بھی رواج ہو چکا تھا۔ عہد بربریت کے ابتدائی دور کے لوگوں کے لئے غلام کا آدمی ہیں ہو سکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ امریکہ کے انہیں لوگ اپنے جنگ کے دشمنوں سے جو سلوک کرنے تھے وہ اس سے بہت مختلف تھا جو بربریت کے آخری دور میں ان سے کیا جاتا تھا۔ مرد یا تو قتل کر دیئے جانے یا جہاں بنا کر فاتحوں کے قبیلے میں شامل کر لئے جاتے تھے۔ عورتوں سے یا تو شادی کر لی جاتی تھی یا انہیں اس کے بچوں سمیت جو قتل ہونے سے نجگے گئے تھے، قبیلے میں شامل کر لیا جاتا تھا۔ اس دور میں ابھی انسان کی قوت محنت سے اتنا نہیں پیدا ہوتا تھا کہ محنت کرنے والوں کا اپنا خرچ پورا کرنے کے بعد اس میں سے کچھ بچ سکے۔ لیکن جب مویشی پالے جانے لگے اور ان کی نسل بڑھائی جانے لگی، دھاتوں سے کام لیا جانے لگا، کپڑے کی کتابی بائی ہونے لگی اور پھر جب کھیت بنا کر کھیت کی جانے لگی تو یہ حالت بدل گئی۔ جس طرح پہلے یویاں بڑی آسانی سے مل جاتی تھیں مگر بعد میں ان میں قدر تبادلہ پیدا ہو گئی تھی اور وہ خریدی جانے لگی تھیں، اسی طرح بعد میں، خاص کر جانوروں کے رویوں کے خاندانی ملکیت بن جانے کے بعد، انسان کی قوت محنت بھی خریدی جانے لگی خاندان ان تیزی سے نہیں بڑھتا تھا جتنی تیزی سے مویشی کے رویوں بڑھتے تھے۔ رویوں کی دیکھ بھال کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہونے لگی۔ جنگ کے قیدیوں سے یہ کام بہت اچھی طرح لیا جاسکتا تھا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مویشی کی طرح خود ان کی نسل بھی بڑھاتی جائی تھی۔

اس طرح کی دولت جب ایک مرتبہ الگ الگ خاندانوں کی نئی ملکیت بن گئی اور اس میں تیزی سے اضافہ ہوا تو اس نے اس سماج پر جو جوڑا خاندان اور مادری حق والے گن کی بنیاد پر قائم تھا، کاری چوٹ لگائی۔ جوڑا بیاہ سے خاندان میں ایک نئے عصر کا اضافہ ہو گیا تھا۔ گن مال کے ساتھ ساتھ اب ایک مستند سگا باپ بھی موجود تھا جو آج کل کے کتنے ہی "باپوں" سے زیادہ مستند تھا۔ خاندان کے اندر اس زمانے میں جو تقسیم محنت رائج ہو چکی تھی، اس کے مطابق غذا حاصل کرنا اور اس کے لئے ضروری اوزار تیار کرنا مرد کا کام تھا اور اس لئے ان پر ملکیت بھی مرد کی تھی۔ میاں یہوی الگ ہوتے تو جس طرح گھرداری کا سامان عورت کے پاس رہ جاتا، اسی طرح مردان اوزاروں کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ چنانچہ اس زمانے کے سماجی رسم و رواج کے مطابق مرد غذا حاصل کرنے کے لئے نئے ذرائع یعنی مویشیوں کا اور کچھ دنوں کے بعد محنت کے نئے آلات یعنی غلاموں کا بھی مالک ہو گیا۔ لیکن اسی سماج کے رسم و رواج کے مطابق اس کا ترکہ اس کی اولاد کو نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ اس معاملے میں اصل صورت حال یوں تھی:

مادری حق کی رو سے، یعنی جب تک نسل محض عورت سے چلتی تھی اس وقت تک اور گنوں میں وراثت کے ابتدائی رسم و رواج کے مطابق، گن کے کسی رکن کے مرنے پر اس کا ترکہ پہلے اس کے گن کے رشتہ داروں کو ملتا

تھا۔ اصول یہ تھا کہ جانیدادگان کے اندر رہے۔ شروع میں، زیر بحث اشیائے منقول کی کوئی خاص اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ عملاً وہ گن کے سب سے قریبی رشتہ داروں کو یعنی ماں کی جانب سے خون کے رشتہ داروں کو مل جاتی ہو۔ لیکن مرنے والے کے بچے اس کے گن کے بچے نہیں بلکہ اپنی ماں کے گن کے بچے ہوتے تھے۔ شروع میں ماں کے اور سھی رشتہ داروں کے ساتھ بچوں کو بھی ماں کی جانیداد کا ترکہ ملتا تھا اور شاید آگے جل کر اس پر ان کا سب سے پہلا حصہ ماں لیا گیا تھا۔ لیکن انہیں اپنے باپ سے کوئی ترکہ نہیں ملتا تھا کیونکہ وہ اس کے گن کے نہیں تھے اور باپ کی ساری دولت کا اس کے گن میں رہنا ضروری تھا۔ لہذا موسیوں کے گلے کے مالک کے مرنے پر اس کا گلہ سب سے پہلے اس کے بھائیوں اور بہنوں کو اور اس کی بہنوں کی اولاد کو یا اس کی ماں کی بہنوں کی اولاد کو ملتا تھا۔ اس کی اپنی اولاد اس سے محروم رہی تھی۔

اس طرح جیسے جیسے دولت بڑھتی گئی، ویسے ویسے اس کی وجہ سے ایک طرف خاندان کے اندر عورت کے مقابلے میں مرد کی اہمیت اور اس کا ترتیب زیادہ اونچا ہوتا گیا اور دوسری طرف مرد کے دل میں یہ خواہش زور پہنچتی گئی کہ وہ اپنی طاقت سے فائدہ اٹھا کر وراشت کے پرانے طریقے کو اٹھ دے تاکہ اس کے اپنے بچے حق دار ہو سکیں۔ لیکن جب تک نسل ماں سے چلتی تھی تب تک یہ نامکن تھا۔ اس نے ضرورت تھی کہ مادری حق کو ختم کر دیا جائے۔ اور یہی کیا گیا۔ اور اس میں اتنی مشکل نہیں ہوئی۔ جتنی آج معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس انقلاب سے جو کہ بنی نوع انسان کے لئے ایک نہایت ہی فیصلہ کن انقلاب تھا، گن کے کسی ایک بھی زندہ کرن کی زندگی میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ سبھی لوگ جیسے پہلے تھے ویسے ہی رہے۔ صرف اتنا فیصلہ کافی تھا کہ آئندہ گن کے مردوں کی اولادگن میں رہے گی اور عورتوں کی اولادان کے گن سے الگ کر کے اپنے باپ کے گن میں شامل کر دی جائے گے۔ اس طرح عورتوں سے نسل کا سلسلہ اور ماں سے وراشت پانے کا حق ختم ہو گیا۔ اور اس کے بدله مردوں سے نسل کا سلسلہ اور طاپستے وراشت پانے کا حق قائم ہوا۔ متمدن قوموں میں یہ انقلاب کب اور کس طرح آیا اس کے بارے میں تمکھ نہیں جانتے۔ یہ بالکل ماقبل تاریخ کے زمانے کی بات ہے۔ لیکن یہ انقلاب ہوا ضرور تھا۔ اور اس کا بہت کافی ثبوت موجود ہے۔ ہمیں جگہ جگہ مادری حق کے کتنے ہی بچے بجاۓ آثار ملے ہیں۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ وہ قابل ذکر ہیں جنہیں باخون نے جمع کیا ہے۔ یہ انقلاب کتنی آسانی سے ہو جاتا تھا، یہ بات امریکہ کے متعدد امدادیں قبیلوں سے ظاہر ہو جاتی ہے، جن کے درمیان یہ انقلاب ابھی حال میں آیا ہے اور آج بھی چل رہا ہے۔ یہاں یہ انقلاب کسی حد تک بڑھتی ہوئی دولت اور زندگی کے بدله ہوئے حالات (جنگلوں سے آکر میدانوں میں بس جانے) کے زیر اثر، اور کسی حد تک تمدن اور پاریوں کے اخلاقی اثر کے تحت ہو رہا ہے۔ دریائے سوری کے آٹھ قبیلوں میں سے چھ میں مردوں کی طرف سے نسل اور وراشت کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔ لیکن دو میں آج بھی عورتوں

سے نسل چلتی ہے اور ترک کماں سے ملتا ہے۔ شانی، میاںی اور ڈیلاڈیر قبیلوں میں یہ سُم ہے کہ اولاد کو باپ کے گن کے ناموں میں سے کوئی ایک نام دے کر اس گن میں شامل کر دیا جاتا ہے تاکہ انہیں اپنے باپ کی وراشت مل سکے۔

"تعجب پندتی کی یہ انسانی خاصیت ہے کہ چیزوں کا نام بدل کر وہ سمجھتا ہے کہ اس نے ان کی خاصیت بدل دی اور جب کبھی اپنی کسی غرض کو پورا کرنے کے لئے مصلحت کا تقاضا ہوا تو اس نے رسم و رواج کی بنیشوں کو توڑ کر باہر نکلنے کا بہانہ خود اسی رسم و رواج کے اندر ڈھونڈ نکالا!" (مارکس) (17) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت افراتفری اور گڑبڑی کی حالت پیدا ہو گئی۔ حالات کو سدھارنے کا صرف ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ مادری حق کی جگہ پوری حق کاررواج ہوا اور اسی طرح کسی حد تک یہ افراتفری دور بھی کی گئی۔ "بجیشیت مجموعی یہ ایک نہایت ہی قدرتی تبدیلی معلوم ہوتی ہے" (مارکس) (18) باقی رہایہ سوال کہ یہ تبدیلی قدیم دنیا کی متبدن قوموں میں کس طرح اور کن ذریعوں سے عمل میں آئی اور اس کے بارے میں تقابلی قانون کے ماہروں کی رائے، جو کہ تقریباً محض مفروضات پہنچنی ہے، کیا ہے تو کوشاںکی کتاب "خاندان اور ملکیت کے آغاز اور ارتقا کا ایک خاکہ" (19) پہنچنی چاہئے یہ کتاب استاک ہوم سے 1890 میں چھپی تھی۔

مادری حق کا خاتمه عورتوں کی ایک عالمگیر تاریخی نکست تھی۔ مرد نے گھر کے اندر بھی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی۔ عورت اپنے رتبے سے گر گئی۔ اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے۔ اسے مرد کی شہوت کا غلام بنا لیا گیا اور محض پچھے پیدا کرنے کا ایک ذریعہ سمجھ لیا گیا۔ عورت کا یہ گراہوا مرتبہ سورمانی عہد کے اور اس سے بھی زیادہ کلاسیکی عہد کے پیوندوں میں خاص طور سے دیکھنے میں آتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسے طرح طرح کے خوش نما پروپووزیشنز سے ڈھانک کر اور سجا کر اور ایک حد تک اس کی سختی کو کم کر کی پیش کیا گیا۔ لیکن اسے مٹا کر کی نہیں کیا۔

اب محض مردوں کی جو حکومت قائم ہوئی اس کا پہلا اثر خاندان کی ایک ایک مرد کی بہت سی بیویاں ہوتی تھیں۔ اس کا ذکر ہم آگے پڑل کر کریں گے۔ پدری خاندان کی اصل خصوصیت یہ تھی کہ

"متعدد افراد، جن میں غلام بھی ہوتے تھے اور آزاد لوگ بھی، خاندان کے بزرگ کے پرانے اقتدار کے ساپے میں منظم ہوتے تھے۔ سامی لوگوں میں اس بزرگ خاندان کی کئی کئی بیویاں ہوتی تھیں۔ غلام کی ایک بیوی اور بچے ہوتے تھے۔ اور ساری تنظیم کا مقصد ایک محدود علاقے میں مویشیوں کے گلوں اور ریوڑوں کی دیکھ بھال کرنا تھا۔" (11)

خاندان کی اس شکل کی اصلی خصوصیت یہ تھی کہ غلاموں کو خاندان، میں شامل کر لیا گیا تھا اور بزرگ خاندان کا اقتدار مانا جاتا تھا۔ چنانچہ اس طرح کے خاندان کا کامل نمونہ رونم خاندان میں ملتا ہے۔ لفظ familia کا مطلب

ابتدائیں وہ نہیں تھا جو آج کل کے کم نظر دن کا آدرس ہے اور جو کہ جذب ایت اور گھر میلو کشیدگی سے مرکب ہوتا ہے۔ رونوں میں شروع میں یہ لفظ شادی شدہ جوڑے اور ان کے بچوں کے لئے استعمال ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس کا اطلاق صرف غلاموں پر ہوتا تھا۔ Famulus کا مطلب تھا گھر بیوی غلام، اور familia کا لفظ جبوری طور پر ایک شخص کے سبھی غلاموں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ یہوں کے زمانے میں بھی لوگ، familia, isdest patrimonium (یعنی بطور ترکہ اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ جایا کرتے تھے۔ رونوں نے ایک نئے سماں ادارے کے لئے یہ اصطلاح بنائی تھی۔ اس ادارے میں اس کے سردار کے تحت اس کی بیوی اور بچے اور متعدد غلام ہوتے تھے اور رون کی پدری اقتدار کے تحت سردار کو ان کی زندگی اور موت پر اختیار ہوتا تھا۔

"الہمدا یہ اصطلاح لاطینی قبیلوں کے اس آئنی خاندانی نظام سے زیادہ پرانی نہیں تھی جو کھیت بنا کر کھیت کرنے کا طریقہ شروع ہونے، غلامی کے قانونی ہو جانے اور ساتھ ہی یونانیوں اور (آریائی) اطالویوں کے علیحدہ ہونے کے بھی بعد قائم ہوا تھا۔" (12)

مارکس نے اس پر اپنا اضافہ اور کیا ہے: "موجودہ خاندان میں ایک ادھوری شکل میں نہ صرف غلام (servitus) پلکہ زرعی غلامی بھی شامل ہے کیونکہ خاندان کا تعلق شروع ہی سے کھیت باڑی کے کام سے رہا ہے۔ بہت چھوٹے پیانے پر اس کے اندر وہ سارے تضاد موجود ہیں جو آگے چل کر سماج اور اس کی ریاست کے اندر بڑے پیانے پر پھیل جاتے ہیں۔" (20)

خاندان کی اس طرح کی شکل اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ جوڑا خاندان یک زوجگی میں تبدیل ہو گیا۔ بیوی کی عصمت یعنی بچوں کی ولایت کا تحفظ کرنے کے لئے عورت کو مرد کے مطابق اقتدار کے سپرد کر دیا گیا۔ اگر وہ اس کو قتل ہی کرتا ہے تو اپنے حق سے کام لیتا ہے۔

پدری خاندان کے ساتھ نہ لکھی ہوئی تاریخ کے دور میں قدم رکھتے ہیں، یہاں ایسا ہم بہت کچھ آگے بڑھتے ہیں۔ ہم میکسٹم کولیفسکی کے احسان مند ہیں کہ اس نے (انپی کتاب "خاندان اور ملکیت" کے آغاز اور انتقا کا ایک خاکہ) میں جو 1890ء میں اشاك ہوم سے شائع ہوئی ہے، صفحات 60-100 یہ ثابت کر دیا کہ پدری گھرانے کی برادری (patriarchalische Hausgenossenschaft) جس کی مثال ہمیں آج بھی سربیا اور بلغاریہ کے باشندوں میں "زدروگا" (جس کا مطلب برادری سے ملتا جلتا ہے) یا "براتستوا" (برادری) کے نام سے ملتی ہے اور جو کسی تدر بدی ہوئی صورت میں مشرق کی قوموں میں بھی پائی جاتی ہے، وہ برادری اس تغیری دور کی چیز ہے جو گروہ دار شادی سے ترقی کر کے قائم ہونے والے مادری حق کے خاندان اور موجودہ زمانے کے انفرادی خاندان کے درمیان کا دور تھا۔ کم از کم جہاں تک دنیا نے قدیم کی متمدن قوموں،

آریوں اور سامیوں، کا تعلق ہے یہ بات ثابت معلوم ہوتی ہے۔

اس طرح کی خاندانی برادری کی سب سے عمدہ مثال ہمیں آج کل جنوبی سلاف لوگوں کی "زدروگا" میں ملتی ہے۔ اس کی اندر ایک باپ کی اولاد کی کئی پشتیں اور ان سب کی یوں یاں شامل ہوتی ہیں۔ اور یہ سب لوگ ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں، بل جل کر کھیتی کرتے ہیں ایک مشترک ذخیرے سے اپنی کھانے اور کپڑے کی ضرورت پوری کرتے ہیں اور استعمال کے بعد جو کچھ نیچ رہتا ہے اس کے سب اجتماعی مالک ہوتے ہیں۔ اس برادری کا انتظام گھر کے مالک، دوماچین (domaichin) کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بیرونی معاملوں میں وہی اس کی نمائندگی کرتا ہے۔ چھوٹی موٹی چیزیں الگ کرتا ہے۔ گھر کی آمد و خرچ کا انتظام کرتا ہے۔ گھر کے حساب کتاب کی اور کام کا جن کو ٹھیک سے چلانے کی ذمہ داری اسی پر ہوتی ہے۔ گھر کے مالک کا انتخاب ہوتا ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ عمر میں سب سے برا ہو۔ گھر کی عورتوں اور ان کی کام کی نگرانی گھر کی مالکہ، دوماچیسا (domacia) کرتی ہے۔ وہ عموماً دوماچین کی بیوی ہوتی ہے۔ برادری کی لڑکیوں کے لئے شہر چلنے میں اس کے رائے اہم اور اکثر فیصلہ کن تجھی جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی آخری فیصلے کا اختیار خاندانی کوسل کو ہے جس میں تمام بالغ مردوں اور عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ گھر کا مالک اپنا حساب اسی کوسل کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اسی کوسل میں سارے اہم فیصلے کئے جاتے ہیں۔ وہی خاندان کے افراد کے درمیان انصاف کرتی ہے۔ اسی میں اہم چیزوں کا، خاص کر زمین کی خرید و فرخت وغیرہ کا معاملہ طے کیا جاتا ہے۔

اگھی صرف دس برس پہلے کی بات ہے کہ اتنی بڑی بڑی خاندانی برادریوں کا وجود روں میں بھی ثابت ہوا (13)۔ اب یہ بات عام طور سے مان لی گئی ہے کہ روںیوں کے عام رسم و رواج میں اس کی جڑیں اتنی ہی مضبوطی سے پیوست ہیں۔ جتنی "آبش چینا" یعنی دبھی برادری کی۔ روں کے سب سے پرانے مجموعہ قوانین ... یا رو سلاف کے "پراودا" میں ان برادریوں کا ذکر اسی نام (ویرو) سے آتا ہے جس نام سے دال میشین قوانین میں (14)۔ پولستانی اور چک لوگوں کی تاریخی دستاویزوں میں بھی ان برادریوں کا ذکر ملتا ہے۔

ہیوزر کے کہنے کے مطابق (دیکھئے اس کی کتاب "جمن نظام اختیارات") (21) جمنوں میں بھی اقتصادی اکائی، موجودہ مفہوم میں انفرادی خاندان نہیں تھا بلکہ گھریلوں برادری (hausgenossenschaft) تھی جس میں کئی پشت کے لوگ یا کئی انفرادی خاندان اور اکثر بہت سے غلام بھی شامل ہوتے تھا۔ دیکھا گیا ہے کہ جمن خاندان کی جڑیں بھی اسی نوع کی گھریلوں برادری سے جاتی ہیں اور اس وجہ سے آج کل بڑے زوروں پر یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ کیا خاندان میں اقتدار مطلق ہمیشہ گھر کے مالک کے ہاتھ میں تھا اور اس کے مقابلے میں خاندان کے باقی افراد حقوق سے بالکل محروم ہوتے تھے۔ کچھ لوگوں کا

خیال ہے کہ آر لینڈ کے کیلٹ لوگوں میں بھی اس قسم کی خاندانی برادریاں موجود تھیاں۔ فرانس کے نیویرنائی علاقوں میں پارسون نیری (parconneries) کے نام سے انقلاب فرانس تک ان کا وجود تھا۔ اور فرانس نے کوئٹہ میں تو وہ آج تک نہیں میں۔ لوهان (سادے اے لوار) کے شلنگ میں اب تک کسانوں کے بڑے بڑے گھر دیکھنے میں آتے ہیں جن میں ایک نہایت اونچا سامشٹرک ہاں ہوتا ہے جس کی دیواریں سب سے اوپری چھت تک جا پہنچتی ہیں، جس کے چاروں طرف سونے کے کمرے ہوتے ہیں اور جس تک پہنچنے کے لئے چھت سے آٹھ تک سیڑھیاں بنی ہوتی ہیں۔ ان میں ایک خاندان کی کئی کئی پشت کے لوگ رہتے ہیں۔

ہندوستان میں سُندر اعظم کے زمانے میں ہی نیارکس نے گھر بیلو برادریوں کا ذکر کیا ہے جو مشترک گھنیتی کرتے تھے اور اس علاقوں میں یعنی پنجاب میں اور ہندوستان کے سارے شمال مغربی حصے میں اس طرح کی گھر بیلو برادریاں آج بھی پائی جاتی ہیں۔ کوافسکی خود بھی تففاز میں اس طرح کی برادریوں کے وجود کی شہادت دے چکا ہے۔ الجیریا کے کابیلوں میں یہ آج تک پائی جاتی ہے کہ جاتا ہے کہ امریکہ میں بھی ان کا وجود تھا۔ یہ بھی ثابت کرنے کے کوشش کی جا رہی ہے کہ زوریتیانے قدیم میکسیکو میں کالپالس (calpallis) (15) کا جزو کریا ہے وہ اسی قسم کی گھر بیلوں برادری تھی۔ دوسری طرف کونوٹ نے ("Ayskabd" (16) 1890 کے 42 سے 44 تک کے شماروں میں) کافی وضاحت سے یہ ثابت کیا ہے کہ جس زمانے میں یورپ والوں نے پیرو کو قتخ کیا تو وہاں قدیم جرمیں لوگوں کے مارک نظام سے ملتا جلتا ایک دستور موجود تھا (اور بحیث بات یہ ہے کہ جرمونوں کی طرح پیرو کے لوگ ہی دیہاتی برادری کی زمین مارک کو marca کہتے تھے)۔ ان میں بھیت کی زمین کو قتفاً فرقہ برادری کے لوگوں میں نئے سرے سے بانت دیا جاتا تھا یعنی لوگ بھیت الگ الگ کرتے تھے۔

بہر حال اتنی بات تو ظاہر ہے کہ پوری گھرانے کی برادری جوڑ میں کی مشترکہ ملکیت اور مشترکہ بھتی کی بنیاد پر قائم تھی، اب پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہم حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ پرانی دنیا کی متعدد اور دوسری قوموں میں اس پوری گھرانے کی برادری نے مادری حق والے خاندان سے یک زوجی کے خاندان تک ایک درمیانی عبوری منزل کی حیثیت سے اہم تاریخی خدمت انجام دی ہے۔ کوافسکی نے اس سے مزید جو نتیجہ جکالا اس کی طرف ہم بعد میں لوٹیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسی عبوری منزل سے اس دیہی یا مارک برادری کا ارتقا بھی ہوا تھا جس میں لوگ بھیت الگ الگ کرتے تھے اور قابل کاشت اور چراگاہ کی زمینیں پہلے وقار نو قتا اور پھر مستقل طور پر لوگوں میں بانت دی جاتی تھیں۔

چہاں تک ان گھرانوں کے اندر خاندانی زندگی کا تعلق ہے ہمیں یہ بات دھیان میں رکھی چاہئے کہ کم از کم روز میں گھر کے مالک کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نوجوان عورتوں اور خاص کراپنی بہوؤں کے سلسلے میں اپنی

حیثیت سے بہت ناجائز فاائدہ اٹھاتا تھا، اور اکثر وہ انہیں ایک حرم کی شکل دے دیتا تھا۔ روں کے عوامی گیتوں میں ان حالتوں کی بڑی پرزو رجحانی کی گئی ہے۔

مادری حق کے خاتمے کے بعد یک زوجی کے نظام نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔ لیکن اس کا ذکر کرنے سے پہلے ہم شادی کی ان شکلوں کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جس میں ایک شوہر کی کئی بیویاں یا ایک بیوی کے کئی شوہر ہوتے تھے۔ شادی کی یہ دونوں شکلیں اگر کسی ملک میں ساتھ ساتھ ملیں تو اور بات ہے... گوجیسا کہ سب کو معلوم ہے وہ ساتھ ساتھ نہیں ملتیں ورنہ ظاہر ہے کہ وہ صرف گویا مستثنیٰ حیثیت سے تاریخ کی تفریجی پیداوار کی حیثیت سے ہی پائی جاتی ہیں۔ سماجی اداروں سے قطع نظریہ کہا جاسکتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد بحیثیت مجموعی ہمیشہ برابر ہی ہے۔ اور اس لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ کثرت ازدواج یعنی ایک شوہر کی متعدد بیویوں کے نظام میں جو مردا کیلئے فخر ہے ہوں وہ ان عورتوں سے مطمئن ہو جائیں جو کثرت شوہری یعنی ایک عورت کے متعدد شوہروں کے نظام میں اکیلی نفع رہی ہوں۔ اس لئے ظاہر ہے مرد کی متعدد بیویوں کا دستور دراصل غلامی کے نظام کی پیداوار تھی اور محض ایک مستثنیٰ حیثیت رکھتی تھی۔ سامیوں کے پدری خاندان میں محض سردار خاندان اور زیادہ سے زیادہ اس کے دو ایک بیویوں کی متعدد بیویاں ہوتی تھیں۔ خاندان کے باقی لوگوں کو ایک ہی بیوی پر تقاضہ کرنی پڑتی تھی۔ آج بھی تمام مشرقی ملکوں میں بھی حال ہے۔ کئی بیویاں رکھنا دو لتمندوں اور کچھ نابوں کے ٹھاٹھ کی بات ہے۔ وہ باندیاں خرید کر گھر میں ڈال لیا کرتے ہیں۔ عام لوگ ایک ہی شادی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان اور تبت میں ایک عورت کے متعدد شوہروں کا دستور مستثنیٰ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ یقیناً ایک دلچسپ سوال ہے کہ گروہ دار شادی سے اس کی ابتداء کیسے ہوئی۔ ابھی اس موضوع کا اور زیادہ ہمارا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ چین مسلمانوں کے حرم کے مقابلے میں جہاں رشک و رقبابت کا دور دورہ تھا، کہیں زیادہ قابل برداشت تھی۔ کم از کم ہندوستان کے ناز لوگوں میں تو یقیناً تین، چار یا زیادہ مردوں میں ایک بیوی مشترک ہوتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان میں سے ہر مرد کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو دوسرے تین چار مردوں کے ساتھ ایک اور بیوی رکھا اور اسی طرح اور دوں کے ساتھ کرتی سری اور پھر پوچھی بیوی رکھے اور اس طرح اپنی بیویوں کی تعداد بڑھاتا رہے۔ تجھ کی بات ہے کہ ان شادی کلبیوں یہ بیاہ منڈلیوں کو دیکھ کر جن میں ایک مرد بیک وقت کئی منڈلیوں کا رکن ہو سکتا تھا، اور جن کا حال خوب میکیں نے بیان کیا ہے، میکیں نے ایک نئی قسم کی شادی... کلب شادی نہیں دریافت کر لی۔ لیکن یہ شادی کلب صحیح معنی میں کثرت شوہری نہیں ہے۔ اس کے برعکس جیسا کہ ٹریا تو لوں نے لکھا ہے یہ گروہ دار شادی کی ایک مخصوص شکل ہے جس میں مرد بھی کئی شادیاں کرتے ہیں اور عورتوں پہنچی۔

4۔ یک زوجی کا خاندان

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یہ خاندان برابریت کے درمیانی اور آخری دور کے پیچ کے عبوری زمانے میں جوڑا خاندان سے پیدا ہوا۔ اور اس کی مکمل فتح اس بات کی علامت تھی کہ تمدن کا عہد شروع ہو چکا ہے۔ یک زوجی کی بنیاد مرد کی نوقیت پر ہے۔ اس کا اعلانیہ مقصداً یہ نیچ پیدا کرنا ہے جن کی ولدیت کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ اس کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ وقت آنے پر نیچے اپنے باب کے اصلی وارث کی حیثیت سے اس کی دولت کا ترکہ پائیں۔ یک زوجی اور جوڑا بیان میں فرق ہے۔ یک زوجی میں شادی کا رشتہ کہیں زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور فریقین میں سے کوئی بھی جب چاہے اس کو توڑنیں سکتا۔ عام طور سے اب صرف مرد ہی کو یہ رشتہ منقطع کرنے اور بیوی کو چھوڑنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اب کبھی اس کو اپنی بیوی سے بے وفا کرنے کا حق حاصل ہے۔ کم از کم رسم و رواج نے تو اس پر اپنی میرگاہی دی ہے۔ ((22) Code Napoleon میں شوہر کو یحق دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو داشتہ کھلکھلتا ہے بشرطیکہ اسے گھر کے اندر نہ لائے (17))۔ جیسے جیسے سماج کی نشوونما ہوتی ہے مرد اس حق سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن اگر بیوی پرانے جنسی رواج کو یاد کر کے ان پر عمل کرنا چاہے تو اسے پہلے سے بھی زیادہ سخت سزا ملتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یونانیوں میں خاندان کی اس نئی نکاح پر بڑی تختی کے ساتھ عمل کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ مارکس نے بتایا ہے۔ ((23) یونانی دیوالا میں دیویوں کی جو حیثیت ہے، وہ ایک پرانے دور کی تربجمانی کرتی ہے جب عورتوں کو زیادہ آزادی حاصل تھی اور ان کی زیادہ عزت کی جاتی تھی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ سوریانی عہد میں مردوں کے غلبے اور غلام عورتوں کے مقابلے کی وجہ سے عورتیں اپنے بلند مرتبے سے گر گئیں۔ "اوڈیسی" میں آپ پڑھیں گے کہ تیلی ماکس اپنی ماں کو ڈامٹ کر خاموش کر دیتا ہے۔ ((24) ہومر کی نظموں میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب کبھی جنگ میں نوجوان عورتیں پکڑی گئیں، ان کو جنپی لذت کشی کا زریعہ بنایا گیا۔ فوج کے افسرا اپنے اپنے درجے کے مطابق ایک کے بعد ایک آتے ہیں اور سب سے خوبصورت عورتوں کو اپنے اپنے لئے چھن لیتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ "ایلیڈ" کی پوری داستان اس ایک واقعے کے گرد گھومتی ہے کہ اکیلیں اور ایکاً ممنون میں ایک ایسی غلام لڑکی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا ہے۔ ہومر کی نظموں میں ہر اہم ہیرود کے ساتھ ایک غلام لڑکی ضرور ہوتی ہے جو اس کے خیے میں رہتی ہے اور جس کے ساتھ وہ ہمستر ہوتا ہے۔ اس لڑکیوں کو ان کے مالک اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں جہاں ان کی بیویاں ہوتی ہیں۔ ایسکیلیس کے بیان اسی طرح ایکاً ممنون کیسندرا کو اپنے گھر لا گیا تھا۔ ((25) ان باندیوں سے جو بیٹے پیدا ہوتے ہیں انہیں باپ کی جائیداد کا چھوٹا سا حصہ ملتا ہے اور انہیں آزاد سمجھا جاتا

ہے۔ تیلامون کا ایک ایسا ہی ناجائز بیٹا یوں کراس تھا جسے اپنے باپ کا نام اختیار کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ بیاہتا یوں سے امید کی جاتی تھی کہ وہ یہ سب کچھ خاموشی کے ساتھ بروادشت کر لے گی اور خود شوہر کی پوری طرح وفادار رہے گی۔ صحیح ہے کہ تمدن کے عہد کے مقابلے میں سورمائی دور میں یونانی یوں کی زیادہ عزت کی جاتی تھی۔ لیکن شوہر کی نظروں میں اس کی حیثیت اس سے زیاد نہیں تھی کہ وہ اس کے جائز وارثوں کی ماں ہے، اس کے گھر کی دلکشی بھال کرتی ہے اور اس کی باندیوں کی نگرانی کرتی ہے جنہیں وہ جب چاہے داشتہ بنا سکتا ہے اور اکثر وہ ایسا کرتا بھی ہے۔ یک زوجی کے ساتھ چونکہ برابر غلامی کا رواج رہا اور خوبصورت نوجوان باندیوں کا وجود رہا جو ہمیشہ مردوں کی پوری پوری ملکیت ہوتی تھیں، اس لئے شروع ہی سے یک زوجی پر اس کا اثر پڑا۔ اور اس کی وجہ سے یک زوجی کا یہ مخصوص کردار ہو گیا کہ عورتوں کے لئے تو ایک شوہر کی پابندی ہے مگر مردوں کے لئے یک زوجی نہیں ہے۔ اور آج بھی یہی حالت چل آرہی ہے۔

جباں تک سورمائی عہد کے بعد کے یونانیوں کا تعلق ہے ہمیں ڈورین اور ایونی لوگوں میں فرق کرنا چاہئے۔ ڈورین لوگوں کی سب سے اچھی اور نیمایاں مثال اسپارٹا میں ملتی ہے۔ ان میں شادی کے ایسے رشتے ملتے ہیں جو کئی باتوں میں ہومر کے بتائے ہوئے رشتہوں سے بھی زیادہ قدیم ہیں۔ اسپارٹا میں ہمیں جوڑا یاہ کی ایک شکل بھی ملتی ہے جسے وہاں کی ریاست نے مروجہ خیالات کے مطابق کسی قدر بدلتا۔ جوڑا یاہ کی یہ ایسی شکل تھی جس میں اس وقت تک گروہ دار شادی کے اڑات بھی موجود تھے۔ جس شادی سے بچنہیں ہوتے تھے، اسے منقطع کر دیا جاتا تھا۔ بادشاہ اکسندر ریس (تقریباً 350ق-م) کی پہلی یوں لا ولہ تھی۔ اس لئے اس نے دوسرا شادی کی اور دو گھنٹے سائے۔ اسی زمانے کا ایک اور بادشاہ ارسطوں ہے۔ اس کی دو یونیاں لا ولہ تھیں۔ اس نے ایک کو چھوڑ دیا اور تیسرا شادی کی۔ دوسرا طرف کئی بھائی مل کر ایک یوں رکھ سکتے تھے۔ اگر کسی شخص کو اپنے دوست کی یوں پسند آجائی تو وہ اس کا حصہ دار ہن سکتا تھا۔ اور جیسا کہ سمارک کہے گا، اگر کہیں کوئی مضبوط "سماں" ہو، چاہے وہ شخص شہری نہ ہو، تو بھی اپنی یوں کو اس کے سپرد کرنا مناسب سمجھا جاتا تھا۔ پوتا رک کی ایک کتاب میں ایک جگہ یہ تذکرہ ہے کہ ایک اسپارٹن عورت نے اپنے ایک عاشق کی، جو بہت دنوں سے اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا، اپنے شوہر کے پاس بیچ دیا۔ شومن نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ان دنوں جسی آزادی زیادہ تھی۔ زنا کاری یعنی شوہر کے پیچھے یوں کا اس سے یوفا کی کرنا، ان دنوں سننے میں بھی نہیں آتا تھا۔ دوسرا طرف، اسپارٹا میں، کم از کم اس کے عروج کے زمانے میں گھریلو غلامی نہیں تھی۔ زرعی غلام ایلوٹ، الگ جاگیروں پر رہتے اور اس لئے اسپارٹا یا یونانی (18) کو ان کی عورتوں سے ہمیسری کی ترغیب کم ہی ملتی تھی۔ ان حالات میں یہ قدرتی بات تھی کہ دوسرا تمام یونانی عورتوں کے مقابلے میں اسپارٹا کی عورتوں کی زیادہ عزت ہوتی تھی۔ قدیم زمانے کے مصنفوں نے یونانی

عورتوں میں صرف اسپارٹا کی عورتوں اور ایتھنز کی پیتاڑی عورتوں کے سب سے اوپرے حصے کا ذکر ادب اور احترام کے ساتھ کیا ہے اور ان کے اقوال کو اپنی کتابوں میں جگدی ہے۔

ایونی لوگوں میں جن کی نمایاں مثال ایتھنز کے لوگ ہیں، حالات کچھ اور تھے۔ وہاں لڑکیاں صرف چرخ کا تناء، کپڑا بننا اور سینا پر نائیکھتی تھیں۔ بہت ہوا تو کچھ لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ مردوں سے انہیں بالکل الگ رکھا جاتا تھا۔ وہ صرف عورتوں سے ہی مل سکتی تھیں۔ عورتیں گھر کے ایک علیحدہ حصے یعنی خلوت میں رہتی تھیں۔ یہ حصہ عام طور پر اپنے منزل پر یا مکان کے پیچھے کی طرف ہوتا تھا، جہاں مردوں کا اور خاص کر کی اجنبی مرد کا گزار آزادی سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اور مردمہمانوں کے آنے پر یہیاں وہاں چلی جاتی تھیں۔ یہیاں صرف کسی باندی کو ساتھ لے کر ہی باہر جاسکتی تھیں ورنہ نہیں، گھر کے اندر ان پر پہرہ سارہتا تھا۔ اریسطوفنیس لکھتا ہے (19) کہ بدکاروں کو دور کھنے کے لئے موسمین کتے پالے جاتے تھے۔ ایشیائی شہروں میں عورتوں پر پہرہ دینے کے لئے خوبجاہ سارے جاتے تھے۔ ہوروڈوٹس کے زمانے میں بھی جزیرہ کیوس میں غلاموں کو آختہ کر کے خوبجاہ سرا تیار کئے جاتے تھے اور ان کا یہ پار کیا جاتا تھا۔ اور واکس مٹھا کہہنا ہے کہ وہ صرف بربریوں کے لئے نہیں ہوتے تھے۔ یورپاؤز کے ڈراموں میں یووی کو اویگوریما (oikurema) کہا گیا ہے (26) جس کے معنی ہیں گھر کی ٹکھداشت کرنے والی چیز (یہ لفظ بے جنس کا ہے) اور ایتھنز کے لوگوں کی نظر میں یووی کا کام بچ پیدا کرنے کے علاوہ اگر کچھ تھا تو صرف یہ کہ وہ گھر کی سب سے بڑی ملازمت میں۔ شوہر اکھاڑے میں کسرت اور ورزش کرتا تھا، شہری معاملات میں حصہ لیتا تھا۔ یووی کو ان سب سے علیحدہ رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ شوہر کے پاس اکثر لوٹدیاں باندیاں ہوتی تھیں اور ایتھنز کے عروج کے زمانے میں کشت سے طوائفیں تھیں، بڑے پیالے پر عصمت فروشی ہوتی تھی اور حکومت اگر کچھ اور نہیں تو اس کو پسندیدیگی کی نظر سے تو دیکھتی ہی تھی۔ یونان میں جتنی عورتوں نے بھی امتیاز حاصل کیا وہ اسی عصمت فروشی کی بنا پر۔ وہ اپنی زندہ دلی اور خوش گوئی اور فنون لطیفہ کے اعلیٰ ذوق کی بدولت قدیم نازیت کی عام سطح سے اسی قدر بلند تھیں جس قدر اسپارٹا کی عورتیں اپنے کردار کی بدولت۔ ایتھنز کے خاندانی نظام کی پستی کا اس سے بڑا کوئی شوت نہیں ہو سکتا کہ عورت کو اپنا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے پہلے طوائف بنانا پڑتا تھا۔

رفتہ رفتہ ایتھنز کا یہ خاندان ایک نمونہ بن گیا اور صرف ایونی کے باقی لوگ ہی نہیں بلکہ خاص یونان اور اس کی نوازدیات کے سارے یونانی لوگ بھی اپنے خاندانی تعلقات کو زیادہ سے زیادہ اسی سانچے میں ڈھانے لگے۔ لیکن اس تمام علیحدگی اور نگرانی کے باوجود یونان کی عورتیں اکثر اپنے شوہروں کو دھوکہ دینے کے موقع نکال ہی لیتی تھیں۔ ان کے شوہر جنمیں اپنی یووی سے محبت کا اظہار کرنے میں شرم محسوس ہوتی تھی، طوائفوں اور داشتہ عورتوں کے ساتھ جی کھول کر دادیش دیا کرتے اور طرح طرح سے محبت کے مزے لوئتے تھے۔ لیکن عورتوں کی یہ گراوٹ

مردوں کو بھی متاثر کئے بغیر رہی۔ اس نے انہیں بھی اخلاقی پستی کے گڑھے میں گردادیا یہاں تک کہ وہ اڑکوں سے محبت کے جنسی مرض میں مبتلا ہو گئے اور گینی مید کا قصہ گھٹ کر انہوں نے خود کو اور اپنے خداوں کو رسوا کیا۔

قدیم زمانے کی سب سے متعدن اور ترقی یافتہ قوم میں جہاں تک ہم پہنچ لگائے ہیں، یہکہ زوجی کی ابتداء کی طرح ہوئی۔ کسی اعتبار سے بھی یہ انفرادی جنسی محبت کا نتیجہ نہیں تھی۔ اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ شادیاں پہلے کی طرح اب بھی مصلحت کی بنابر کی جاتی تھیں۔ یہ خاندان کی وہ پہلی مشکل تھی جس کی بنیاد قدرتی نہیں بلکہ اقتصادی حالات پر تھی۔ یعنی ابتدائی مشترکہ ملکیت پر، جس کی نشوونما قدرتی طور پر ہوئی تھی۔ ذاتی ملکیت کی قوت، یہی اس کی بنیاد تھی۔ یونان والے اعلامیہ کہتے تھے کہ یہکہ زوجی کا واحد مقصد یہ ہے کہ خاندان کے اندر مرد کی حکمرانی ہو، ایسے پہیا ہوں جو صرف اس کے نفع سے ہوں اور جو اس کے وارث نہیں۔ ان باتوں سے قطع نظر، شادی ایک بار تھی، خدا، ریاست اور اپنے آباؤ اجادا کا عائد کیا ہوا فریضہ تھی، جس کو کسی طرح ادا کرنا تھا۔ ایکھنز میں قانونی شادی کو لازمی قرار دیا تھا۔ اور اتنا ہی نہیں۔ مرد پر کم از کم کچھ فرانش شہری بھی عائد کر دیئے گئے تھے جن کو پورا کرنا ضروری تھا۔

چنچتارنخ میں یہکہ زوجی نہ مردوں اور عورت کی کسی مصالحت کا نتیجہ تھی اور نہ شادی کی کوئی اعلیٰ مشکل۔ اس کے برعکس وہ عورتوں پر مردوں کے تسلط کا اظہار تھا۔ دونوں جنسوں کے درمیان ایک ایسے اختلاف کا اعلان تھا جس کی مثال ماننے تاریخی زمانے میں کہیں نہیں ملتی۔ میں نے اور مارکس نے مل کر 1856 میں ایک کتاب لکھی تھی جو ابھی تک غیر مطبوعی (27) ہے۔ اس پر انے غیر مطبوعی مسودے میں مجھے ایک فقرہ ملا کہ "محنت کی سب سے پہلی تقسیم مردوں اور عورتوں میں بچ پالنے کے لئے ہوئی۔" اور آج میں اس پر یہ اضافہ کر سکتا ہوں کہ تاریخ میں پہلی طبقاتی اختلاف یہکہ زوجی کے نظام کے اندر مردوں اور عورتوں کے اختلاف کے اخہرنے کے ساتھ ساتھ نہ مدار ہوتا ہے۔ اور پہلی طبقاتی ظلم عورتوں پر مردوں کے ظلم کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ یہکہ زوجی کا نظام تاریخی حیثیت سے ترقی کا ایک بڑا قدم تھا لیکن اسی کے ساتھ وہ ایک ایسا قدم تھا جس نے غالباً اور انفرادی دولت کے ساتھ اس دور کا آغاز کیا جو آج تک قائم ہے اور جس میں ہر قدم جو اٹھتا ہے وہ ایک اعتبار سے پیچھے بھی لے جاتا ہے، جس میں ایک گروہ کی خوش حالی اور ترقی دوسرے گروہ پر مصیبۃ او ظلم ڈھا کر حاصل کی جاتی ہے۔ یہکہ زوجی متعدن سماج کی وہ بالکل ابتدائی صورت ہے جس کے اندر ہم ابھی سے ان تمام اختلافوں اور تضادوں کی نوعیت کا مطالعہ کر سکتے ہیں جو متعدن سماج میں پوری طرح بڑھ کر سامنے آتے ہیں۔

جوڑا خاندان یا خود یہکہ زوجی کے بعد بھی جنسی تعلق کی پرانی نسبتی آزادی کا بالکل خاتمه نہیں ہوا۔

"ترقی پر یہ خاندان کو اب بھی شادی کا وہی پرانا نظام گھیرے ہوئے تھا جو پونالوان گروہوں کے

رفتہ رفتہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اب ایک چھوٹے سے دائرے کے اندر محدود ہو گیا تھا اور اول الذکر کے پیچھے پیچھے وہ نظام تمدن کے دور تک جا پہنچتا ہے.... آخر میں وہ پیتا رازم کے نئے نظام میں گم ہو جاتا ہے جو آخر بھی تمدن کے دور میں خاندان کے ساتھ لگے ہوئے ایک تاریک سائے کی طرح انسانیت کا پیچھا کر رہی ہے۔"

پیتا رازم سے مارگن کی مراد شادی کے رشتے کے باہر مددوں اور بن بیانی عورتوں کا وہ جنسی تعلق ہے جو یک زوجی کے نظام کے ساتھ ساتھ قائم رہتا ہے اور جیسا کہ سمجھی جانتے ہیں تمدن کے پورے عہد میں مختلف صورتوں میں پھلتا پھولتا رہا ہے اور بر ابر اعلانیہ عصمت فروشی کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے۔ پیتا رازم کا براہ راست تعلق گروہ دارشادی سے ہے اس کا تعلق قربانی کے طور پر عورتوں کی پروردگی کی رسم سے ہے جو یہ قیمت ادا کر کے اپنے عفت و پاک دامنی کا حق خریدا کرتے تھیں۔ روپیہ لے کر اپنے آپ کو مددوں کی آغوش میں دے دینا شروع میں ایک مذہبی کام تھا جس کو محبت کی دیوبی کے مندر میں انجام دیا جاتا تھا اور وہ روپیہ مندر کے خزانے میں داخل کر دیا جاتا تھا۔ آرمیبا میں انطیس کے مندر اور کونٹھ میں الیفروڈ ائٹ کے مندر کی ہائرسڈیول (20) اور ہندوستان کے مندوں کی دیو داسیاں، جنہیں بیاد یہ بھی کہا جاتا ہے (یہ پرلگی زبان کے لفظ "bailadeira" کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کا مطلب ناضج والی بڑی ہوتا ہے).... یتارتھ کی پہلی طوائفیں قربانی کے طور پر پروردگی کی یہ رسم ادا کرنا پہلے سمجھی عورتوں کے لئے ضروری تھا۔ بعد میں مندوں کی یہ بچار نیں ہی سب عورتوں کی طرف سے یہ خدمنش انجام دیے لگیں۔ دوسرے قوموں سے پیتا رازم کی ابتدا جنہی تعلق کی اس آزادی سے ہوئی جوڑکیوں کو شادی سے پہلے حاصل تھی۔ یہ بھی گروہ دارشادی کے اثرات میں سے ہے جو ہم تک ایک دوسرے راستے سے ہو کر پہنچی ہے۔ ملکیت کا اختلاف اور انتیاز پیدا ہونے پر..... جو بربریت کی آخری دور میں ہی ہو چکا تھا... غلاموں کی محنت کے علاوہ کہیں کہیں مزدوری پر بھی کام ہونے لگا تھا۔ اور اسی کے ساتھ اس کے لازمی جزو کی حیثیت سے لوڑپوں باندیوں کے ساتھ زبردستی زنا کاری کے علاوہ آزاد عورتوں کی پیشہ ور عصمت فروشی کا بھی آغاز ہو۔ جس طرح تمدن سے پیدا ہونے والی ہر چیز دومنی اور دورخی ہوتی ہے اور اس کے اندر تضاد اور اختلاف کے پہلو پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح گروہ دارشادی سے تمدن کو جو وراثت می، اس کے بھی دو پہلو ہوتے ہیں: ایک طرف یک زوجی ہے اور دوسری طرف پیتا رازم، جس میں اس کی انتہائی عصمت فروشی بھی شامل ہے۔ دوسرے اداروں کی طرح، پیتا رازم، بھی ایک سماجی ادارہ ہے۔ یہ قدمی جنہی آزادی کی ہی ایک صورت ہے مگر اب یہ آزادی صرف مددوں کے لئے رہ گئی ہے اور اگرچہ حقیقت میں لوگ نہ صرف یہ کہ اس کو برداشت کرتے ہیں بلکہ بڑے جوش و خروش سے اس پر عمل کرتے ہیں، لیکن زبان سے، خاص طور پر حکماء طبقے

کے لوگ، اس کی نہ مرت کرتے ہیں۔ پیتاڑی نظام کی اس لمحت ملامت سے مردوں کو، جو اس آزادی سے فاکدہ اٹھاتے ہیں دراصل کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس کے چوتھے صرف عورتوں پر پڑتی ہے۔ ان سے سماجی طور پر قطع تعلق سارکر کے انہیں سماج باہر کر دیا جاتا ہے تاکہ ایک بار پھر عورت پر مردوں کے کامل اقتدار کا اعلان کیا جاسکے اور یہ بتایا جاسکے کہ یہی سماج کا بنیادی قانون ہے۔

لیکن اس سے خود یک زوجی کے اندر ایک اور تضاد نمودار ہوتا ہے۔ شوہر تو پیدتاڑا زام کے مزے لوٹ کر اپنی زندگی کو رکھنے والا ہے لیکن یہوی اکیلی پڑی اپنی قسمت کو روتنی ہے اور جس طرح آدھا سیب کھا لینے کے بعد ہاتھ میں پورا سیب نہیں رہے گا، اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تضاد کا ایک پہلو ہوا اور دوسرا نہ ہو۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو جب تک اپنی بیویوں سے سبق نہیں ملا، وہ یہ نہیں سوچتے تھے۔ یک زوجی کے ساتھ دونی خصیتیں مستقل طور پر سماج کے پردے پر ابھر آتی ہیں، جن کا پہلے کوئی وجود نہ تھا۔ ایک تو یہی کا آشنا اور دوسرا قریب مساق یعنی غیر مردوں سے آشنا کرنے والی عورت کا شوہر۔ مردوں نے عورتوں پر فتح پالی تھی مگر فاتح کے سر پر تاج رکھنے کا کام مفتوح نے نہایت فراخ دلی سے اپنی ہاتھوں میں لے لیا۔ یک زوجی اور پیدتاڑا زام کے ساتھ ساتھ زنا کاری بھی سماج کا ایک ناگزیر و مستور بھائی۔ اسے ناجائز قرار دیا گیا، اس کے لئے سخت سزا نہیں دی گئیں، بلکہ اس کو منایا نہیں جا سکا۔ اپنے بچوں کی ولدیت کے بارے میں باپ کا یقین پہلے کی طرح اب بھی محض اعتماد پر مبنی تھا اور یہ تضاد جو کسی طرح حل نہیں ہوتا تھا، اس کو حل کرنے کی غرض سے ضابط پولیس کی دفعہ 312 میں اعلان کیا گیا:

"L'enfant concu pendant le mariage a pour pere le mari"

"شادی شدہ زندگی کے دوران جس بچے کا حمل تقریباً ہے، اس کا باپ شوہر کو سمجھا جائے گا۔"

تین ہزار برس میں یک زوجی کے نظام کا حصل بس اتنا ہی ہے۔

غرضیکہ یک زوجی کے خاندان کے اندر، اس کی ان شکلوں میں جن میں اس کی تاریخی ابتداء کی صحیح تصویر ملتی ہے اور جو مرد اور عورت کی اس شدید کشمکش کو جو مردوں کے واحد غلبے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، صاف طور پر سامنے لے آتی ہیں، ہمیں مختصر پیمانے پر وہی اختلاف اور تضاد دکھائی دیتا ہے جن میں سے ہو کر یہ سماج جو تمدن کی ابتداء سے ہی مختلف طبقوں میں بٹا ہوا ہے، آگے بڑھتا ہے اور جن تضادوں کو وہ نہ تو حل کر سکتا ہے اور نہ دور کر پاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ میں یہاں یک زوجی کی صرف ان صورتوں کا ذکر کر رہا ہوں جن میں شادی شدہ زندگی صحیح معنی میں ان اصولوں پر چلتی ہے جن سے اس پرے روانج کی ابتدائی نوعیت متعین ہوتی تھی، لیکن جن میں یہوی شوہر کے غلبے کے خلاف بغاوت پر کمر بستہ ہو جاتی ہے۔ لیکن سبھی شادیوں میں ایسا نہیں ہوتا۔ اور یہ بات جنمی کے ان کم نظر وہ سے زیادہ، ہتھ اور کون سمجھ سکتا ہے جونہ گھر میں حکومت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ملک میں اور اس لئے جن

کی بیویاں پورے جواز کے ساتھ اس منصب کو قبول کرتی ہیں جس کے لئے ان کے شوہر نااہل ثابت ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ یہ سوچ کر اپنے آپ کو تسلی دے لیتے ہیں کہ اپنی مصیبت کے فرانسیسی ساتھیوں سے ان کی حالت کہیں زیادہ اچھی ہے۔ ان بے چاروں کی حالت تو اور بھی بدتر ہوتی ہے۔

لیکن یک زوجی کا خاندان ہمیشہ اور ہر جگہ اتنی سخت صورت لے کر نہیں آیا جتنی سخت صورت میں وہ یومناں میں ظاہر ہوتا۔ رہمنوں میں، جو کہ دنیا کے آئندہ فاتحوں کی حیثیت سے اگر پونانیوں سے شائگی میں کم تھے تو دور اندریشی میں بڑھے ہوئے، عورت کو زیادہ آزادی تھی اور اس کی زیادہ عزت کی جاتی تھی۔ رہمن مرد یہ سمجھتا تھا کہ پونکہ اسے اپنے بیوی پر زندگی اور موت کا اختیار حاصل ہے، اس لئے اس کی عصمت پوری طرح محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ شوہر کی طرح بیوی کو بھی اختیار تھا کہ جب چاہے اپنی مرضی سے شادی کا رشتہ توڑ دے۔ لیکن یک زوجی کے نظام میں سب سے بڑی ترقی اس وقت ہوئی جب جرمنوں نے تاریخ کے دائرے میں قدم رکھا کیونکہ غالباً ان کے افلاس کی وجہ سے ان میں اس وقت تک جوڑا بیاہ سے یک زوجی پوری طرح ابھرنے نہیں پائی تھی۔ ہم اس نتیجے پر تین باتوں سے پہنچتے ہیں جن کا تذکرہ تاسیت نے کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اگرچہ انہیں شادی کے تقدس کا پورا احترام تھا.... "ہر مرد ایک بیوی سے مطمئن ہے اور عورتیں عفت و پاکانی کے بندھوں سے بندھی رہتی ہیں۔" اونچے درج کے مردوں اور قبیلوں کے سرداروں میں کئی بیویاں رکھنے کا رواج تھا۔ یعنی بہاں بھی امریکیوں کی سی حالت تھی، جن میں جوڑا بیاہ کا رواج تھا۔ دوسرا بات یہ کہ ان لوگوں میں مادری حق کی جگہ پدری حق کچھ دن پہلے ہی تاکم ہوتا تھا کیونکہ ماں کے بھائی کو، جو کہ مادری حق کے مطابق گن کے اندر سب سے قریبی رشتہ دار ہوتا تھا، اب بھی باپ کے مقابلے میں زیادہ قربی رشتہ دار سمجھا جاتا تھا۔ یہ بات بھی امریکی اٹلیوں کی فقط نظر سے ملتی ہے جن میں مارکس نے، جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتا تھا، ہمارے ماضی کے ماقبل تاریخی زمانے کو سمجھنے کی بخشی پائی تھی۔ اور تیسرا بات یہ کہ جرمنوں میں عورتوں کی بڑی عزت کی جاتی تھی اور امور عالمی میں بھی ان کا اثر تھا۔ یہ بات بھی مرد کے غلبے کے خلاف ہے جو یک زوجی کی خصوصیت ہے۔ تقریباً سبھی باتیں ایسی ہیں جن پر جرمنوں اور اسپارٹاوالوں میں اتفاق ہے۔ جرمنوں کی طرح ان میں بھی جوڑا بیاہ پوری طرح نہیں مٹا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں بھی جرمنوں کے عروج کے ساتھ ایک بالکل نئی چیز نے عالمگیر غالبہ حاصل کر لیا۔ رہمنوں کی دنیا کی کھنڈروں پر مختلف نسلوں کی آمیزش سے یک زوجی کا جو نیا نظام رائج ہوا اس نے مردوں کے تسلط کو کسی قدر نرم ٹکل میں پیش کیا اور عورت کو باہری دکھاوے کے لئے ہی سہی، کلاسیکی قدیم زمانے سے کہیں زیادہ آزادی اور عزت عطا کی۔ اس کی وجہ سے پہلی بار یہ ممکن ہوا کہ اخلاقی ترقی کا دہ سب سے بڑا قدم اٹھایا جائے جو یک زوجی کی بنیاد پر اور اس کے بدولت آج تک اٹھایا جاسکا ہے۔ یہ ترقی کہیں یک زوجی کے اندر ہے، کہیں اس کے متوازی ہے اور کہیں اس کے خلاف بھی ہے.... اور وہ ہے جدید

انفرادی جنسی محبت، جو اس سے پہلے دنیا میں کہیں نہیں۔ مکھی گئی تھے۔ لیکن یہ ترقی یقیناً اس بات کا نتیجہ تھی کہ جرمنی کے لوگ اس وقت تک جوڑا بنا کر رہتے تھے اور اس میں عورت کی جو حشیثت تھی، اسی کو انہوں نے یک زوجی کے نظام پر چھپا کر دیا۔ اور یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ جرمنوں کے مزاج کی شہرہ آفاق اور حیرت انگیز اخلاقی پاکیزگی اس ترقی کا باعث ہوئی۔ جرمنوں کی اخلاقی پاکیزگی بس اسی قدر تھی کہ جوڑا خاندان میں عملاً وہ نمایاں اخلاقی تضاد نہیں ابھرے تھے جو یک زوجی میں نمودار ہوئے۔ واقعہ دراصل یہ ہے کہ جرمن لوگ اپنی خانہ بدوشی میں اور خاص کر جنوب مشرق میں بھی اسود کے ساحلوں پر گھاس کے میدانوں میں رہنے والے خانہ بدوشوں کے پاس پہنچ کر، اخلاقی اعتبار سے بہت گر گئے تھے۔ انہوں نے ان خانہ بدوشوں سے گھوڑ سواری کے علاوہ ان کی غیر فطری اخلاقی برائیاں بھی سیکھ لی تھیں۔ اس کی تصدیق امیانس نے تاتفاقی کے بارے میں اور پروپاپس نے ہیرولی کے بارے میں پوری صفائی کے ساتھ کر دی ہے۔

اگرچہ یک زوجی ہی خاندان کی ایک ایسی شکل ہے جس سے جدید جنسی محبت کو فروغ ہو سکتا تھا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں ملتا کہ اس خاندان کے اندر یہ محبت مغضی یا بڑی حد تک شوہرا اور یوہی کی باہمی محبت بن کر بڑھی۔ مرد کے غلبے کے تحت یک زوجی کے سخت اور بے اوق نظم کی نظرت ہی کچھ ایسی تھی کہ اس محبت کی نشوونما کا امکان نہیں رہاتا۔ ان سمجھی طبقوں میں جوتا رنگی طور پر سرگرم عمل رہے ہیں، یعنی سمجھی حکمران طبقوں میں شادی کی وہی حیثیت تھی جو جوڑا بیاہ کے زمانے سے چلی آ رہی تھی..... یعنی یہ مصلحت کا معاملہ تھا جس کو والدین طے کیا کرتے تھے۔ اور جنسی محبت کی پہلی صورت جو عشق بن کر اٹھی، ایک ایسا عشق جس میں مبتلا ہونے کا حق ہر شخص کو (کم از کم حکمران طبیت کے ہر شخص کو) تھا اور جو جذبہ جنسی کی اعلیٰ ترین شکل سمجھی جاتی تھی..... اور یہی اس کی اصلی خصوصیت بھی تھی.... یہ پہلی صورت، عہد و سلطی کے سورماوں کے یہ سرفوشانہ محبت ازدواجی محبت ہرگز نہیں تھی۔ اس کے برعکس فرانس کے پروانسال لوگوں میں جہاں سورماوں کے اس عشق کی اصلی شکل ملتی ہے، یہ عشق پیاہتا عورت کے ساتھ اعلانیہ زنا کاری کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ان کے شاعر اسی کے گیت کاتے تھے۔ آلبائیت (albas) جرمن میں ٹاگلیڈر (Tageliender) (یعنی نعمات حمر) پروانسال لوگوں کی عشقیہ شاعری کا سب سے شاداب پھول ہے۔ ان گیتوں میں بڑی رنگینی کے ساتھ یہ داستان سنائی گئی ہے کہ عاشق اپنی محبوبہ کے ساتھ جو کسی اور کی یوہی ہے، سورہا ہے اور دربان جو باہر کھڑا پہرہ دے رہا ہے، سحر کی پہلی مدھم کرن (alba) کے پھوٹتے ہی عاشق کو آواز دیتا ہے کہ وہ چپ چاپ نکل چلے۔ اورتب جدائی کی گھڑی آتی ہے جو پوری قصہ کا نقطہ عروج ہے۔ شہلی فرانس کے لوگوں نے اور قابل قدر جرمنوں نے بھی سورماوں کے عشق کے ان طور طریقوں کے ساتھ ساتھ شاعری کا یہ طرز بھی جو اس عشق کے لئے بہت موزوں تھا، اختیار کر لیا۔ اور ہمارے اپنے والفرام فان

اشن بانخ نے اس موضوع پر تین نغمات سحر کئے ہیں جو بہرخو صورت ہیں اور جو مجھے اس کی تینوں طویل رجزیہ تسلیموں سے زیادہ پسند ہیں۔

خود ہمارے زمانے کی بورڑوا شادی دو طرح کی ہوتی ہے۔ کیتحوک ملکوں میں والدین پہلے کی طرح اب بھی اپنے نوجوان بورڑوا بیٹے کے لئے مزدوں سی بیوی ڈھونڈ لاتے ہیں اور لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یک زوجی میں جو تضاد موجود ہے وہ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ شوہر پیشہ رازم کا راستہ لیتا ہے اور بیوی دل کھول کر زنا کاری کرتی ہے۔ کیتحوک کلیسانے بلاشبہ طلاق کو صرف اس لئے مٹایا تھا کہ اس کو یقین تھا کہ موت کی طرح زنا کاری کا بھی کوئی علاج نہیں ہے۔ اس کے عکس پروٹسٹنٹ ملکوں میں یہ قاعدہ ہے کہ بورڑوا بیٹے کو اپنے طبقے کے اندر سے کم و بیش آزادی کے ساتھ اپنے لئے بیوی چن لانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس لئے ان ملکوں میں شادی کی بنیاد کسی حد تک محنت پر ہو سکتی ہے۔ اور پروٹسٹنٹ منافقت کے مطابق دکھاوے کے لئے ہمشہ یہ فرض کر ہی لیا جاتا ہے کہ میاں بیوی میں محبت ہے۔ یہاں مرد کبھی بیوی اور داشتہ عورتوں کے پیچھے اتنا زیادہ نہیں دوڑتے اور نہ عورتوں میں زنا کاری کا اتنا زیادہ رواج ہوتا ہے۔ شادی کی چاہے کوئی شکل ہو، لوگ شادی کے بعد بھی وہی رہتے ہیں جو پہلے تھے اور چونکہ پروٹسٹنٹ ملکوں کے شہری زیادہ تر کم نظر ہوتے ہیں اس لئے اگر ہم پروٹسٹنٹ ملکوں میں بھی بہترین مثالوں کا اوسط نالیں تو دیکھیں گے کہ یک زوجی میں میاں بیوی ایک دوسرے سے اکتا جاتے ہیں۔ زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور اسی کو ازدواجی مسrt سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دونوں قسم کی شادی کی تصویر اور جرمن ناولوں میں پروٹسٹنٹ قسم کی شادیوں کی۔ دونوں میں مرد پالیتا ہے۔ "جرمن ناول میں نوجوان مرد لڑکی پالیتا ہے اور فرانسیسی ناول میں شوہر قرمساقی کا تغیر۔ ان دونوں میں کس کی حالت زیادہ قابلِ حرم ہے، یہ بتاہیش آسان نہیں ہوتا۔ جرمن ناول کا ٹھس پن فرانسیسی بورڑواوں میں کراہیت کا وہی احساس پیدا کرتا ہے جو فرانسیسی ناولوں میں پیشہ رازم اور زنا کاری کا ذکر، جو سب کو معلوم ہے کہ عرصے سے وہاں موجود تھی کھل کر زیادہ دلیری کے ساتھ ہونے لگا ہے۔

دونوں صورتوں میں شادی فرقین کی طبقائی حیثیت پر محصر ہوتی ہے اور اس حد تک وہ ہمچنان مصلحت کی شادی ہوتی ہے۔ پھر دونوں ہی صورتوں میں مصلحت کی یہ شادی اکثر نہایت بے حیائی سے عصمت فردشتی کا جامد پہن لیتی ہے..... کبھی کبھی دونوں فریقوں پر، لیکن عموماً بیویوں پر یہ بات زیادہ صادق آتی ہے ایک بازاری طوانف اور اس قسم کی بیوی میں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اجرت پر کام کرنے والے مزدور کی طرح اپنے جنم کو ٹھوڑی ٹھوڑی دیر کے لئے کرایہ پر نہیں دیتی بلکہ اسے ہمیشہ کے لئے غلامی میں فرودخت کر دیتی ہے۔ اور فورئے کے الفاظ مصلحت کی ان سمجھی شادیوں پر صادق آتے ہیں۔

"جس طرح قواعد میں دو منعی سے مل کر ایک ثابت بنتا ہے اسی طرح شادی کے اخلاقیات میں دو عصمت فروشیوں (بدچندیوں) سے مل کر ایک عصمت (نیک چانی) بنتی ہے۔"

شہر اور بیوی کے رشتے میں جنسی محبت کا قاعدہ صرف مظلوم طبقوں میں یعنی آج کل کے مزدور طبقے میں ہو سکتا ہے اور جو پوچھئے تو انہیں میں ہوتا بھی ہے، چاہے ان کے شہر اور بیوی کے رشتے کو باقاعدہ یہ حبیث حاصل ہو یا نہ ہو..... لیکن ان میں کلاسیکی یک زوجی کی تمام بنیادیں گرجاتی ہیں کیونکہ ان میں ملکیت کا سرے سے کوئی وجود نہیں جس کی حفاظت کرنے اور جسے اپنے بچوں کو وراثت میں دینے کے لئے یک زوجی کا نظام اور اس کے ساتھ مردوں کا تسلط قائم کیا گیا تھا۔ اسی لئے مزدور طبقے کے اندر مردوں کا غلبہ قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر اسی وجہ سے اس غلبے کو قائم کرنے کے ذرائع بھی ان کے یہاں نہیں پائے جاتے۔ بورڈوا قانون جو اس غلبے کو قائم رکھتا ہے، صرف ملکیت والوں کے لئے اور ان کی طرف سے مزدور طبقے کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ہے۔ اس قانون سے فائدہ اٹھانے کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس لئے جہاں تک مزدور کا تعلق ہے وہ اپنے افلس کی وجہ سے اپنی بیوی کے معاملے میں اس قانون سے کوئی کام نہیں لے سکتا۔ یہاں فیصلہ کن حبیثیت بالکل مختلف قسم کے شخصی اور سماجی رشتہوں کی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہڑے پیمانے کی صنعت نے عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر محنت کی منڈی میں، کارخانے میں پہنچا دیا ہے۔ اکثر عورت ہی خاندان کی روزی کمانے والی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مزدوروں کے گھر انہوں میں مردوں کے غلبے کوئی بنیاد باتی نہیں رہی۔ اگر کچھ رہ گئی ہے تو شاید عورتوں کے ساتھ بے رحمی سے پیش آنے کی عادت ہے جو یک زوجی کے قائم ہونے کے بعد سے پوری طرح جڑ پکڑ جگی ہے۔ چنانچہ پرولتاری خاندان کو چیخ معنی میں اب یک زوجی کا خاندان نہیں کہہ سکتے اور یہ بات ان حالتوں میں بھی چیخ ہے جبکہ فریقین ایک دوسرے سے بڑی گھری محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ پوری وفاداری برتنے ہیں اور جہاں انہوں نے شادی کے موقع پر دینی اور دنیاوی ساری رسیں ادا کر لی ہوں۔ یک زوجی کے دلوامات میں جو مستقل طور پر اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں، ایک زنا کاری اور دوسرے پیش اراز۔ اور مزدور کی زندگی میں ان دونوں کے لئے تقریباً کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ عورت کو علیحدہ ہونے کا حق عملًا پھر سے حاصل ہو چکا ہے اور جب مرد عورت میں نباہ نہیں ہو سکتا تو وہ الگ ہو جانے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مزدوروں کی شادی لفظی اعتبار سے تو یقیناً یک زوجی کی شادی ہے لیکن تاریخی طور پر قطعی نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے علم قانون کے ماہروں کا دعویٰ ہے کہ قانون سازی میں جوں جوں ترقی ہوئی ہے عورتوں کی شکایت کے اسباب کم ہوتے جا رہے ہیں۔ موجودہ زمانے کے نظام قانون اس بات کو زیادہ سے زیادہ مانے گے ہیں کہ شادی تجھی کا میاں ہو سکتی ہے جب اس کی بنیات دونوں فریقتوں کی رضا مندی پر ہو اور

دوسرا سے یہ کہ ازدواجی زندگی کے دوران میں بھی دونوں فریقوں پر کیاں حقوق اور ذمہ داریاں ہوئی پائیں۔ لیکن اگر ان دونوں باتوں پر پوری طرح عمل کیا جائے تو عورتیں جو کچھ چاہتی ہیں، وہ انہیں حاصل ہو جائے گا۔ یہ خاص و کیلائے دلیل بالکل ویسی ہے جس کے ذریعے ریڈیکل، جبکہ بورڈوا، مزدوروں کو تال دیتے ہیں۔ مزدوروں کے بارے میں بھی تو یہی کہا جاتا ہے کہ کارخانے میں کام کرنے کا معابدہ سرمایہ دار اور مزدور دونوں اپنی اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ لیکن دونوں کی اپنی اپنی مرضی کا مطلب صرف یہ ہے کہ قانون نے دونوں کو کاغذ پر برابر مان لیا ہے۔ ایک فریق کو اپنی مخصوص طبقاتی حیثیت کی وجہ سے جو اختیار حاصل ہے اور دوسرا فریق پر وہ جتنا دباؤ ڈال سکتا ہے یعنی دونوں کی صحیح اقتصادی حالت، یہ سب قانون کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور پھر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ کام کرنے کا معابدہ حقیقتی مدت کے لئے کیا گیا ہے اس کے دوران میں دونوں فریقوں کے حقوق مساوی ہونے چاہئیں اور یہ حقوق اس وقت تک رہیں جب تک کوئی فریق انہیں باضابطہ ختم نہ کر دے۔ قانون کو اس سے کوئی مطلب نہیں کہ ٹھوں اقتصادی حالت سے مجبور ہو کر مزدور کو ان مساوی حقوق سے اس طرح دست بردار ہونا پڑتا ہے کہ ان کا شائبہ تک نہیں رہنے پاتا۔

جہاں تک شادی کا تعلق ہے، جیسے ہی فریقین اپنی مرضی سے شادی کرنے کے خواہش باقاعدہ ظاہر کرتے ہیں بڑے سے بڑا ترقی پنڈ قانون بھی بالکل مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن قانون کے پردے کے پیچھے کیا کچھ ہوتا ہے، جہاں زندگی کے حقیقی واقعات عمل میں آتے ہیں، یہ رضا مندی حاصل کیونکر کی جاتی ہے، ان باتوں سے قانون اور قانون بنانے والوں کو کوئی مطلب نہیں۔ اور یہ قانون بنانے والے اگر قانونوں کا حضن معمولی ساموازنا بھی کریں تو نہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ رضا مندی حقیقت میں ہے کیا۔ ان ملکوں میں جہاں اولاد کو اپنے والدین کی جانبیاد میں قانونی حق ہے اور انہیں وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا، جیسے جرمنی میں اور ان ملکوں میں جہاں فرانسیسی قانون راجح ہے اور دوسرا ملکوں میں، اولاد کو شادی کے معاملے میں والدین کی مختاری لینی پڑتی ہے۔ ان ملکوں میں جہاں انگریزی قانون چلتا ہے، جہاں شادی کے لئے والدین کی مختاری قانونی طور پر ضروری نہیں ہے، وہاں والدین کو اپنی جانبیاد کے بارے میں وصیت کر جانے کا پورا اختیار ہے اور وہ چاہیں تو اپنے بچوں کو ایک ایک پیسے سے محروم کر سکتے ہیں چنانچہ یہ ظاہر ہے کہ اس کے باوجود یہ شایدی اسی وجہ سے الگینڈ اور امریکہ میں بھی ان سبھی طبقوں میں جن کے پاس وراثت میں چھوڑ جانے کے لئے تھوڑی بہت دولت ہوتی ہے، شادی کرنے کی آزادی فرانس یا جرمنی سے زیادہ نہیں ہے۔

جہاں تک ازدواجی زندگی میں مرد اور عورت کی قانونی برابری کا سوال ہے، وہاں بھی یہی حال ہے۔ قانون کی نظر میں دونوں کی نابرابری جو کہ دراصل گزشتہ سماجی حالات کا اثر ہے، عورتوں پر اقتصادی ظلم کا سبب نہیں بلکہ

اس کا نتیجہ ہے۔ قدیم کمپنیوٹی گھرانوں میں جن میں متعدد جوڑے اور ان کے بچے رہتے تھے، گھر کا انتظام عورتوں کے ذمے ہوتا تھا۔ اور یہ گھر کا قائم و نتیجہ اتنا ہی عوامی اور سماجی طور پر ضروری کام تھا، جتنا مرد کا نہ فراہم کرنا۔ پدری خاندان کے قائم ہونے پر یہ حالت نہیں رہی۔ لیکن زوجی کے انفرادی خاندان کے بعد تو حالت اور بھی بدلتی۔ گھر کے انتظام کی عمومی حیثیت ختم ہو گئی۔ سماج کو اس سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ یہ ایک بخی خدمت ہو گئی۔ سماجی پیداوار کے دائرے سے الگ کر دیئے جانے کے بعد یہ یوں گھر کی پہلی خادمہ بنی۔ یہ صرف موجودہ زمانے کی بڑے پیمانے کی صنعت کا اثر تھا کہ سماجی پیداوار کے دروازے عورتوں کے لئے کھل گئے۔ لیکن یہ صرف مزدور طبقے کی عورتوں کے لئے تھا۔ تاہم ان کا بھی یہ حال ہے کہ جب وہ اپنے گھر کا کام کا جگہ کرتیں تو سماجی پیداوار کے دائرے سے باہر ہو جاتی ہیں اور انہیں اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں ملتا۔ اور اگر وہ صنعت و حرفت میں حصہ لینا چاہتی ہیں اور آپ اپنے پیروں پر کھڑی ہو کر اپنی روزی کمانے کی کوشش کرتی ہیں تو اپنے گھر کی ذمہ داریاں نہیں بھا سکتیں۔ کارخانے میں کام کرنے والی عورتوں کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے ان عورتوں پر کچھی صادق آتا ہے جو دوسرے پیشوں میں حتیٰ کہ ڈاکٹری اور وکالت میں حصہ لیتی ہیں۔ جدید انفرادی خاندان عورت کی گھر بیوی غلامی پر بنی ہے چاہے وہ کھلی غلامی ہو یا پوشیدہ۔ اور موجودہ سماج انہیں انفرادی خاندانوں کے سالموں (یوں) سے مرکب ہے۔ آج کل زیادہ تر حال یہ ہے کہ مرد مکاتا ہے اور اپنے گھر والوں کی پرورش کرتا ہے..... کم از کم ملکیت والے طبقوں میں بھی ہوتا ہے..... اور اس کی وجہ سے مرد کو ایک غالب حیثیت حاصل ہو جاتی ہے جس کے لئے کسی مخصوص قانونی حقوق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خاندان کے اندر شوہر بورڑا ہے اور یہ یوں مزدور۔ لیکن صنعت و حرفت کی دنیا میں مزدور طبقے کے کندھوں پر اقتصادی لوٹ اور ٹلم و ستم کا جو جو ارکھا ہوا ہے اس کی ساری خصوصیات اسی وقت پوری طرح نمایاں ہوتی ہیں جب سرمایہ دار طبقے کے مخصوص قانونی اختیارات کا پرداہ ہٹا دیا جاتا ہے اور دونوں طبقوں میں مکمل قانونی مساوات قائم کر دی جاتی ہے۔ جموروی روپیلک میں دونوں طبقوں کا اختلاف ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے برکس ایسی روپیلک اس اختلاف کے لئے میدان کا راز ارمیا کرتی ہے۔ اسی طرح جدید خاندان میں عورت پر مرد کے غلبے کی مخصوص نوعیت اور مرد عورت میں صحیح معنی میں سماجی مساوات قائم کرنے کی ضرورت اور اس کا طریقہ صرف اسی وقت واضح طور پر سامنے آئے گا جب قانون کی نظر میں دونوں کو مکمل مساوات حاصل ہو جائے گی۔ تب ہی یہ حقیقت عیاں ہو گی کہ عورتوں کی آزادی کی پہلی شرط یہ ہے کہ تمام عورتوں کو صنعت و حرفت کے میدان میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انفرادی طور پر خاندان کی یہ حیثیت کہ وہ سماج کی اقتصادی اکائی ہے، ختم کر دی جائے۔

اب تک ہم نے یہ دیکھا کہ شادی کی تین اہم شکلیں ہیں اور یہ تینوں انسانی ارتقاء کی تین خاص منزاوں سے

تعلق رکھتی ہیں۔ وحشت کے عہد میں گروہ وار شادی، بربریت کے عہد میں جوڑا بیاہ اور تمن کے عہد میں یک زوجی، جس کے ساتھ لازم و ملزم کے طور پر زنا کاری اور عصمت فروشی لگی ہوتی ہے۔ بربریت کے آخری دور میں جوڑا بیاہ اور ایک زوجی کے درمیان ایک دور آتا ہے جبکہ مردوں کا غلام عورتوں پر تسلط قائم ہوتا ہے اور کثرت ازواج یعنی کئی بیویاں رکھنے کا رواج ہوتا ہے۔

ہم نے ابھی تک جو کچھ بیان کیا ہے اس سے یہ بات صاف ہو چکی ہے کہ اس سلسلے میں جو قدم اٹھائے گئے ہیں وہ اس عجیب و غریب حقیقت سے وابستہ ہیں کہ جہاں عورتیں گروہ وار شادی کی جنی آزادی سے زیادہ سے زیادہ محروم ہوتی گئیں، وہاں مرد نہیں ہوئے۔ حق پوچھئے تو مردوں کے لئے آج بھی گروہ وار شادی موجود ہے۔ عورت کے لئے جو چیز جرم ہے، جس کے لئے اسے قانونی اور سماجی ہر قسم کی سزا بھگتی پڑتی ہے، وہ چیز مرد کے لئے قابل فخر ہے اور بہت ہواتوں کے دامن پر بد چلنی کا بلکہ سادا غ پڑ جاتا جسے وہ خوشی سے گوارا کر لیتا ہے۔ ہمارے زمانے میں سرمایہ دارانہ جنس تباولہ کی پیداوار کی وجہ سے پرانے پیتا زماں میں جنی زیادہ تبدیلی ہوتی ہے اور جس قدر وہ اپنے آپ کو اس پیداوار کے ساتھ میں ڈھالتی ہے اسی قدر وہ حکلم کھلا عصمت فروشی کی صورت اختیار کرتی جاتی ہے اور اس کا اثر اتنا ہی زیادہ خرب اور تباہ کن ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کے اثر سے عورتوں سے کہیں زیادہ مردوں کے اخلاق پست ہوتے ہیں۔ عوتوں میں عصمت فروشی صرف ان بدنیبوں کو خراب کرتی ہے جو اس کے چੱگل میں بھنتی ہیں اور پھر وہ بھی اتنی خراب نہیں ہوتیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بر عکس مردوں میں تو شروع سے آخر تک سب کا اخلاق بگڑ جاتا ہے۔ چنانچہ دس میں سے نو صورتوں میں لمبے عرصے کا تعلق دراصل ایک ایسی تربیت گاہ کا کام دیتا ہے، جہاں ازدواجی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ بے وفا کی کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

اب، ہم ایک ایسے سماجی انقلاب کی طرف بڑھ رہے ہیں جس میں یک زوجی کے موجودہ نظام کی اقتضادی بنیادیں ختم ہو جائیں گی اور اسی کے ساتھ عصمت فروشی کی بنیاد بھی مٹ جائے گی کیونکہ عصمت فروشی اور زوجی کا چوبی دامن کا ساتھ ہے۔ یک زوجی کی بنیاد یہ ہے کہ ایک ایک آدمی کے پاس، اور وہ بھی مرد کے پاس، کثیر دولت جمع ہو جاتی ہے جس کو وہ صرف اپنے بچوں کے لئے چھوڑ جانا چاہتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ کسی اور مرد کے بچے اس کی دولت کے وارث ہوں۔ اس لئے یہ ضروری ہوا کہ عورت ایک ہے مرد سے شادی کرے۔ لیکن مرد کے لئے ایک عورت ست شادی کرنا کوئی ضروری نہیں تھا۔ چنانچہ یہی ہوا..... عورت کے لئے ایک شوہر کا دستور بنا اور یہ دستور مردوں کو حکلم کھلایا چوری چھپے کئی بیویاں رکھنے سے نہیں روک سکا۔ لیکن آنے والے سماجی انقلاب اس مستقبل دولت کے بڑے حصے کو جو آج دراثت میں باپ سے بیٹے کو ملتی ہے، یعنی ذرائع پیداوار کو، سماج کی ملکیت بنادے

گا، اور اس لئے یہ فکر کہ میرے بعد میری وراثت کس کو ملے گی، بہت کم رہ جائے گی۔ تو کیا ان اقتصادی اسباب کے مٹنے پر یک زوجی جوان کا نتیجہ تھی، خود بھی مٹ جائے گی؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ ختم ہونے کے بد لے یک زوجی کی تکمیل ہونے لگے گی۔ کیونکہ ذرائع پیداوار جب سماج کی ملکیت بن جائیں گے تو اجرتی محنت اور اجرت پر کام کرنے والا طبقہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اور ساتھ ساتھ، اس بات کی ضرورت بھی نہیں رہے گی کہ کچھ عورتیں جن کی تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اپنے آپ کو پیسے کی خاطر مردوں کے حوالے کریں۔ عصمت فروشی مٹ جائے گی۔ یک زوجی کا زوال نہیں ہو گا۔ وہ آخر کار ایک حقیقت بن جائے گی۔ ایک ایسی حقیقت جو مردوں کے لئے بھی ہو گی۔

اس سے ہر حال مردوں کی حالت بہت بدل جائے گی۔ لیکن عورتوں کی حالت میں بھی اور سبھی عورتوں کی حالت میں اہم تبدیلیاں ہوں گی۔ ذرائع پیداوار مشترکہ ملکیت بن جائیں گے تو ایک ایک خاندان سماج کی اقتصادی اکائی نہیں رہے گا۔ ذاتی خانہ داری بڑھ کر ایک سماجی صنعت کی صورت اختیار کرے گی۔ بچوں کی غمہداشت اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سماج کے اوپر ہو گی سماج بھی بچوں کی غمہداشت ایک طرح سے کرے گا۔ بچوں میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ کون شادی کے بعد پیدا ہوا ہے اور کون شادی کے بغیر۔ اس طرح "ننان" کی فکر جو آج اخلاقی اور اقتصادی دونوں اعتبار سے بڑی سماجی اہمیت رکھتی ہے، جو آج ایک لڑکی کو جاذب نہیں دینے کے وہ جس مرد سے محبت کرتی ہے اس کی ہو رہے، وہ مکر ختم ہو جائے گی۔ لیکن کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں ہو گا کہ جنی تعلقات زیادہ بے لگام ہو جائیں گے اور کیا اسی کے ساتھ عورتوں کی عصمت و عفت اور شرم و حیا کے سوال پر بھی رائے عامہ زیادہ فرضی کا رو یہ اختیار نہیں کرے گی؟ اور کیا ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ موجودہ زمانے میں یک زوجی اور عصمت فروشی میں تضاد ہوتے ہوئے بھی چوں دامن کا ساتھ ہے، دونوں ایک ہی سماجی حالت کے دروغ ہیں؟ کیا عصمت فروشی اپنے ساتھ یک زوجی کو متاثر بغیر ختم ہو سکتی ہے؟

یہاں ایک نئی چیز سامنے آتی ہے اور وہ ہے انفرادی جنسی محبت۔ یک زوجی کی جب ابتداء ہوئی اس وقت یہ انفرادی جنسی محبت زیادہ سے زیادہ محض ایک بیچ کی صورت میں رہی ہو گی۔ عبد وسطی سے پہلے انفرادی جنسی محبت جیسی کوئی چیز نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ جسمانی حسن، گہرے تعلقات، مزاج کی یکسانی وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن سے مردوں عورتوں میں جنسی تعلق کی خواہش بیدار ہوتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ مرد اور عورت، دونوں میں کوئی اس بات سے بے خبر یا بے نیاز نہیں رہتا کہ اتنا گہرے اتعلق کس آدمی کے ساتھ قائم ہو رہا ہے۔

لیکن یہ تمام باتیں مل کر بھی ہمارے زمانے کی جنسی محبت سے بہت پیچھے ہیں۔ قدیم زمانے میں ہر جگہ شادی

ماں باپ کرتے تھے۔ فریقین چپ چاپ ان کی باتوں کو مان لیتے تھے۔ قدیم زمانے میں زن دشوار کی محبت اگر کہیں کچھ تھی تو وہ کوئی داخلی میلان نہیں بلکہ ایک خارجی فرض کی ادا ہی تھی۔ وہ شادی کا سبب نہیں بلکہ اس کا ایک نتیجہ تھی۔ موجودہ زمانے میں سرکاری سماج کے باہر ہوتی تھیں۔ وہ چہ رواں ہے جن کی محبت اور خوشی اور غم کے گیت تھیو کری ٹس اور موس چس نے گائے ہیں یا لائلس نے "دافنی اور کلوئی" میں جن لوگوں کی داستان سنائی ہے وہ محض غلام تھے، جن کا ریاست میں جو آزاد شہریوں کی چیز تھی، کوئی حصہ نہیں تھا۔ غلاموں کے علاوہ اگر محبت کہیں ملتی ہے تو وہ نتیجہ ہے قدیم دنیا کے زوال کا، جب اس کا شیرازہ منتشر ہونے لاگا گا۔ اور یہ محبت بھی ایسی عورتوں کے ساتھ کی جاتی تھی جو سماج کے اصلی دائرے سے باہر تھیں یعنی بیجا ری سے کی جاتی تھی جو یا تو جنی عورتیں تھیں یا غلامی سے آزاد کی ہوئی عورتیں تھیں۔ ایک یہ نہیں میں اس کے زمانہ زوال کی ابتداء سے لے کر بعد تک اور روم میں شہنشاہوں کے عہد میں اسی قسم کی محبت پائی جاتی تھی۔ آزاد مرد اور عورت شہریوں میں اگر واقعی کبھی محبت ہوتی تھی تو وہ زنا کاری کی صورت میں ہوتی تھی۔ اور جنی محبت کا جو مفہوم ہمارے یہاں ہے وہ قدیم زمانے کے مشہور عشقیہ شاعرانا کریوں کے لئے اتنا بے معنی تھا کہ اس بات سے بھی کوئی مطلب نہیں تھا کہ اس کا محبوب عورت ہے یا مرد۔

ہماری جنسی محبت قدیم زمانے کے لوگوں کی محض جنسی ثہوت سے، ان کی "ایسا" سے بہت مختلف ہے۔ جنسی محبت کے لئے ضروری ہے کہ مرد عورت ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں۔ اس اعتبار سے عورت کا وہی درجہ ہے جو مرد کا۔ اس کے برخلاف قدیم زمانے کے "ایسا" میں عورت کی مرضی کا ہمہ خیال بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ دوسرے، جنسی محبت میں اب اتنی شدت اور پائیداری آگئی ہے کہ دونوں فریق جدائی اور فرقان کو اگر سب سے بڑی نہیں تو بہت بڑی مصیبیت ضرور سمجھتے ہیں ایک دوسرے کا وصال حاصل کرنے کے لئے وہ کیا کیا خطرے مول لیتے ہیں، جان جو کھم میں ڈالتے ہیں۔ قدیم زمانے میں اگر کبھی ایسا ہوتا بھی تھا تو محض زنا کاری کے لئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جنسیت تعلق کے مجاہبے کے لئے ایک نیا اخلاقی معیار قائم ہو رہا ہے۔ اب سوال صرف یہ نہیں کہ جنسی تعلق جائز تھا یا ناجائز بلکہ یہ بھی ہے کہ اس کی بنیاد بامبی محبت پر تھی یا نہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جا گیری یا بورڑا سماج میں اس نے معیار کا بھی عملاء ہی حرث ہو رہا ہے جو اور بھی اخلاقی معیاروں کا ہوا..... یعنی اسے بھی محض نظر انداز کر دیا گیا۔ لیکن اس کا حشران سہوں سے زیادہ برا بھی نہیں ہوا۔ اور معیاروں کی طرح اسے بھی محض نظری طور پر، کاغذی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور سروست اس سے زیادہ کوئی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔

جنسی محبت کی طرف قدم اٹھانے کے بعد عہد قدیم نے جہاں سے سلسلہ توڑ دیا ہیں سے عہدو سطی نے اس کی ابتدائی یعنی زنا کاری سے۔ ہم سورماؤں کی سرفروشنہ محبت کا ذکر کرائے ہیں جس سے "نغمات سحر" کی تخلیق ہوئی تھی۔ اس قسم کی محبت میں جس کا مقصد ازدواجی زندگی کے رشتے کو منقطع کرنا تھا اور اس محبت میں جس

کی بنیاد پر ازدواجی زندگی قائم اور استوار ہوتی ہے، بڑا گہر افرق ہے اور سادوں سو رماؤں کے بعد نے اس خلیق کو پائٹنے میں کبھی کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔ جب ہم بدچلن لاطینیوں سے ہو کر پاکباز جرمونوں تک پہنچتے ہیں تو ہمارا بھی یہی دیکھتے ہیں کہ ”نی بلونگ کا گیت“ میں کریم ہلدا کو درپرده سکفر یہ دعے عشق ہو گیا ہے۔ اور وہ بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتا ہے۔ اس کے باوجود جب لغتھرا سے بتاتا ہے کہ اس کی سکائی ایک سورما سے کردی گئی ہے جس کا نام وہ اسے نہیں بتاتا تو کریم ہلدا بھی کہتی ہے کہ

”آپ کو پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ کافرمان سر آنکھوں پر جیسا حکم دیں گے بندی تعیل کرے گی۔ حضور جس کو منتخب کریں گے میں اس کو پاناشہر بنالوں گی۔“ (28)

اسے یہ خیال نہیں آتا کہ اس معاملے میں اس کی اپنی محنت کا بھی کوئی سوال ہو سکتا ہے۔ جس طرح لکھر برون ہلدا کو بھی ایک بار دیکھے بغیر بیاہ لایا تھا، اسی طرح کریم ہلدا کو ایتھل کے ساتھ بیاہ دیا جاتا ہے جسے اس نے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔ ”گدرون“ میں (21) بھی یہی ہوتا ہے۔ آئرلینڈ کا سیگانٹ ناروے کی دو شیزہ اوتا سے شادی کی درخواست کرتا ہے اور پیگیلنگ کا رہنے والا ہمیل آئرلینڈ کی ہلدا سے اور آخر میں مورلینڈ کا سکفر یہ، اور اور مانی کا ہارتھوت، اور سیلینڈ کا ہرگز گدرون سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور یہاں پہلی بار یہ واقعہ ہوتا ہے کہ گدرون خود اپنی پسند سے ہرگز کھن میں فیصلہ کرتی ہے۔ عام طور سے ایک نوجوان شہزادے کی دہن کا انتخاب اس کے ماں باپ کرتے تھے۔ اور اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو شہزادہ اپنے سب سے بے باہگوار سرداروں کے مشورے سے اس کا انتخاب کا رہتا تھا۔ ان سرداروں کے مشورے کی بڑی اہمیت تھی اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ کسی ناکٹ یا یہر (نوایوں کے مختلف درجہ) کی شادی خود بادشاہ کی طرح سیاسی اہمیت رکھتی تھی۔ اس کے ذریعے نئے نئے لوگوں سے اتحاد کر کے اپنے طاقت میں اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اس معاملے میں انفرادی پسند ناپسند نہیں بلکہ خاندانی مفاد فیصلہ کرن ہوتا تھا۔ ایسی شادی میں محبت کو کیا دخل ہو سکتا تھا؟

عہدو سطھی کے شہروں میں ”گلڈ“ (29) کے اراکین کا بھی یہی حال تھا۔ انہیں جو مراعات حاصل تھیں..... اہل حرف کی انجمنوں کی سندیں، اور ان کے مخصوص تحفظات، وہ مصنوعی دیواریں جو انہیں اہل حرف کی دوسری انجمنوں سے، اپنے ہم پیشہ دوسرے کاریگروں سے اور اپنے شاگردوں اور نوکھیے لوگوں سے، قانونی طور پر الگ کرتی تھیں..... وہی مراعات اس دائرے کو محدود کئے رکھتی تھیں جس کے اندر اس کو اپنے یہوی چنی تھی۔ کون سب سے اچھی اور موزوں ہوگی، وہ سوال انفرادی پسند ناپسند سے نہیں بلکہ خاندانی مفاد کے روشنی میں طے ہوتا تھا۔

محض یہ کہ عہدو سطھی کے آخر تک زیادہ تر صورتوں میں شادی کی حیثیت وہی رہی جو اس عہد کے شروع میں تھی یعنی یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس کا فیصلہ وہ دونوں فریق نہیں کرتے تھے جس کو اس سے سب سے زیادہ تعلق تھا۔

سب سے پہلے یہ حال تھا کہ انسان جب دنیا میں آتا تو اس کی شادی پیدائش سے پہلے ہی جس مخالف کے ایک پورے گروہ کے ساتھ ہو چکتی تھی۔ گروہ دار شادی کی بعد کی شکلوں میں بھی غالباً اسی قسم کے علاقات قائم رہے۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس گروہ کا دارگہ برادر محدود ہوتا جا رہا تھا۔ جوڑا بیاہ میں یہ قاعدہ تھا کہ ماں اپنے بچوں کی شادی طے کرتی تھیں۔ اور وہاں بھی فیصلہ کرنے والے سوال یہ تھا کہ کون سارہ شن، گن اور قبیلے میں نئے جوڑے کی حیثیت کو مضبوط کرے گا۔ اور جب اجتماعی ملکیت کے اوپر ذاتی ملکیت کا غلبہ ہوا اور راست کے خیال کے ساتھ ساتھ پوری حق اور یک زوجی کا رواج ہوا تو شادی زیادہ سے زیادہ اقتصادی مصلحتوں پر منحصر ہونے لگی۔ شادی کی وہ شکل تو نہیں رہی جس میں بیوی خریدی جاتی تھی لیکن شادی زیادہ سے زیادہ اس طرح انجام دی جانے لگی کہ نہ صرف عورت بلکہ مرد کی قدر و قیمت کا اندازہ بھی ذاتی اوصاف کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس کی جائیداد اور ملکیت کی بنیاد پر کیا جانے لگا۔ شروع ہی سے حکمران طبقوں میں جو رواج چلا آتا تھا اس میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ شادی میں دولہا دین کی اپنی مرضی اور پسند کو جوئی دخل ہونا چاہئے۔ ایسی باتیں صرف رومان کی خیال دنیا میں ممکن تھیں یا پھر مظلوم طبقوں میں ہو سکتی تھیں اور ظاہر ہے کہ وہ قابلِ اعتنایہں تھے۔

یہی صورت حال جب سرمایہ دارانہ پیداوار نے جغرافیائی دریافت کے دور کے بعد تجارت و حرفت کے ذریعے دنیا کو فتح کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ شادی کا یہ طریقہ اس نظام پیداوار کے لئے بہت زیادہ موزوں تھا۔ اور بات بھی بھی تھی۔ لیکن تاریخ کی ستم ظریفوں کی تہہ تک کون پہنچ سکتا ہے؟ سرمایہ دارانہ نظام پیداوار نے ہی بیاہ کے اس طریقے کی بنیاد ہلا دیں۔ اس نے ہر جیز کو جنس تبادلہ (عنی بکاؤ مال) بنادیا۔ اس نے تمام قدیمی روایتی علاقات کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ موروثی رسم و رواج اور تاریخی حقوق کے بدے اس نے خرید و فرخت یا "آزاد" معاملے کو رواج دیا۔ اور انگلینڈ کے ماہر علم قانون میں نے لکھا کہ پچھلے ادوار کے مقابلے میں ہماری ساری ترقی یہ ہے کہ ہم اب رتبہ اور حیثیت سے ترقی کر کے معاملے تک پہنچ گئے ہیں (from status to contract) ایک ایسی صورت حال سے جو باپ سے بیٹے تک جوں کی تون منتقل ہوتی تھی۔ ہم ایک ایسی حالت میں پہنچ گئے جہاں اپنی رضامندی سے معاملے کئے جاتے ہیں۔ میں کا خیال تھا کہ یہ لکھ کر اس نے کوئی براہماجہاری اکشاف کیا ہے بلکہ اس کے قول میں جو کچھ سچائی ہے وہ پہلے ہی "کمیونٹ میں فشو" میں بیان کردی گئی تھی۔ (30)

لیکن معاملہ کرنے کے لئے ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو اپنا، اپنے اعمال کا اور اپنی چیزوں کا آزادی کے ساتھ لیں دین کر سکیں اور جو ایک دوسرے سے مساوات کی بنیاد پر مل سکیں۔ سرمایہ دارانہ نظام پیداوار کا ایک خاص کام ایسے ہی "آزاد" اور "مساوی" لوگوں کی تخلیق کرتا تھا۔ ابتداء میں اگرچہ یہ کام محض نیم شعوری طور پر اور

قطعی طور پر مذہب کے پردے میں کیا گیا، تاہم لوگ اور کالوں کی تحریک اصلاح کے زمانے سے یہ پختہ اصول بن گیا کہ انسان اپنے اعمال کے لئے پوری طرح ذمہ دار اسی وقت ہوتا ہے جب اسے ان کا مول کو کرتے وقت اپنے ارادے کی پوری آزادی حاصل ہوا اور یہ کہ بغیر اخلاقی کاموں کے لئے جو دباؤ ڈالا جاتا ہے اس کی مخالفت کرنا ہر انسان کا اخلاقی فرض ہے۔ لیکن یہاں کا جو تعلق رکھ تھا، اس کے ساتھ اس اصول کا کیا تعلق ہو سکتا تھا؟ بورڑوا تصورات کے مطابق شادی ایک معابدہ ہے، ایک قانونی معاملہ ہے۔ اتنا ہی نہیں۔ وہ سب معابدوں سے زادہ اہم بھی ہے کیونکہ اس میں زندگی بھر کے لئے دو انسانوں کے جسم و جان کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یہ حق ہے کہ بظاہر یہ سودا اپنی مرثی اسے کیا جاتا تھا۔ فریقین کی رضا مندی کے بغیر شادی نہیں کی جاتی تھی۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ رضا مندی کیسے حاصل کی جاتی تھی اصل میں شادی کوں لوگ طے کرتے تھے۔ لیکن اگر اور سبھی معابدوں کے لئے فیصلہ کرنے کی پوری آزادی کا مطالبہ تھا تو پھر اس معابدے کے لئے بھی اس کا مطالبہ کیوں نہ ہو؟ کیا اس نوجوان لڑکے اور لڑکی کو جو ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے باندھے جانے والے تھے، یہ حق نہیں تھا کہ آزادی کے ساتھ اپنے بارے میں، اپنے جسم اور اس کے اعضا کے بارے میں فیصلہ کریں؟ کیا سورماؤں کے سرفوشانہ عشق کی بدلت جنسی محبت کا فیشن نہیں ہو گیا تھا اور کیا سورماؤں کی زنا کاری کی محبت کے برخلاف شوہر اور یہوی کی محبت اس کی صحیح بورڑوا شکل نہیں تھی؟ لیکن اگر شادی شدہ جوڑوں کا یہ فرض تھا کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کریں تو کیا یہ عاشق و معشوق کا اتنا ہی زیادہ فرض نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے کے علاوہ اور کسی سے شادی نہ کریں؟ اور کیا ان محبت کرنے والوں کا حقن باپ ماں، رشتہ داروں اور دوسرے رشتے ناتے لگنے والوں کے حق سے بلند تر نہیں تھا؟ اگر آزادی کے ساتھ ذاتی تحقیق و تفییض کرنے کا حق درآتا ہو ایکیسا اور مذہب کے دائرے میں گھس آیا تھا تو پھر وہ نئی نسل کے جسم و جان کے اوپر، ان کی ملکیت، خوشی اور غم کے اوپر پرانی نسل کے لوگوں کے ناقابل برداشت دعووں کے سامنے پہنچ کر کیسہ رک جاتا؟

ایک ایسے دور میں جبکہ سارے پرانے سماجی بندھن ڈھیلے ہو رہے تھے اور تمام روایتی تصورات کی بنیادیں ملنے لگی تھیں، یہ سبھی سوالات لازمی طور پر اٹھ رہے تھے۔ چشم زون میں دنیا کی وسعت دس گناہ بڑھ گئی تھی۔ پہلے جہاں مغربی یورپ والوں کی نظر وہ کامنے کرہ زمین کے نصف کا بھی حصہ ایک چوتھائی حصہ تھا، اب پورے کرہ زمین کے دروازے ان پر کھل گئے تھے اور وہ باقی ساتوں ربعات پر اپنا جمنڈا نصب کرنے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ عہدو سلطی کے بندھے نکلے طرز کرنے ذہن پر جو ہزاروں سال پرانی چوکیاں بٹھا کھی تھیں وہ دیکھتے دیکھتے اسی طرح ختم ہو گئیں جس طرح ارض وطن کی پرانی نگاہ حد بندیاں۔ ایک نہایت وسیع افق انسان کی ظاہری اور باطنی آنکھوں کے سامنے کھل گیا تھا۔ وہ نوجوان جن کی آنکھوں میں ہندوستان کی دولت سماگئی تھی، جو میکیسا اور

پیٹوں کی سونے چاندی کی کافی کافی ایمان دھرم کھو بیٹھے تھے، ان کے لئے تحرافت و نجات کی اور پیشہ دراخمنوں کے نسل درسل چلے آئے والے پرانے امتیازات اور مراعات کی کیا وقعت ہو سکتی تھی؟ یہ بورڑا طبقے کا مہم جو سورمائی عہد تھا، اس کا اپنا رومان بھی تھا، پر بھم کے سینے بھی تھے لیکن ان کی بنیاد بورڑا تھی اور آخر تک تجزیہ کیا جائے تو اس کے پیش نظر متعدد بھی بورڑا تھا۔

چنانچہ اس طرح نو خیز بورڑا طبقے نے، خاص کر پوٹشنٹ ملکوں میں جہاں موجودہ نظام کی بنیادیں سب سے زیادہ مل گئی تھیں، شادی میں بھی معابرے کی آزادی کو زیادہ سے زیادہ تسلیم کر لیا اور مذکورہ بالاطریقے سے اس کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ شادی طبقاتی شادی ہی رہی مگر اپنے طبقے کی حدود کے اندر فریقین کو کسی حد تک انتخاب کی آزادی مل گئی۔ اور کاغذ پر، اخلاقیات کے اصولوں میں اور شاعری میں بھی یہ چیز مان لی گئی کہ ہر وہ شادی جس کی بنیاد فریقین کی باہمی جنسی محبت اور شہر اور بیوی کی حقیقی اور آزادانہ رضامندی پر نہیں ہے وہ شادی اخلاق سے گری ہوئی ہے۔ مختصر یہ کہ محبت کی شادی کو انسانی حق کا درج دے دیا گیا۔ وہ صرف مرد کا حق (droit de l'homme) اہی نہیں بلکہ ایک مخفی کوٹور پر، عورت کا حق (droit de la femme) بھی تھا۔

لیکن ایک اعتبار سے یہ انسانی حق تمام دوسرے نام نہاد انسانی حقوق سے مختلف تھا۔ عملاً ان نام نہاد انسانی حقوق کی عملداری حکمران طبقے یعنی بورڑا طبقے تک ہی محدود تھی اور مظلوم طبقے یعنی مزدور برادرست یا بالاوسطہ ان سے محروم تھے۔ لیکن تاریخ کی ستم طریقے نے یہاں بھی اپنا اثر دھلا کیا۔ حکمران طبقے پر آج بھی ان اقتصادی اثرات کا غلبہ ہے جن سے ہم واقف ہیں اور اس لئے ان میں شاذ نادر ہی ایسی شادیاں دیکھنے میں آتی ہیں جو حقیقی معنی میں فریقین کی اپنی رضامندی پر نہ ہوتی ہیں۔ لیکن، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، مظلوم طبقے میں یہی عام قاعدہ ہے۔

غرضیکہ شادی میں پوری آزادی کے اصول پر اسی وقت عملدار آمد ہو سکتا ہے جب سرمایہ دار انسانی نظام پیداوار اور اس کے لائے ہوئے ملکیت کے رشتہ مٹ جائیں اور اس کی وجہ سے وہ سبھی غصی اقتصادی مصلحتیں بھی ختم ہو جائیں جو آج تک شریک زندگی کے انتخاب پر اتنا گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ اور تب باہمی محبت کے سوا شادی کی اور کوئی بنیاد باقی نہیں۔ جنسی محبت کی خاصیت ہی یہ ہے کہ وہ ملکرست غیرے محبوب کی طالب ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ ملکرست غیرے کے اصول پر آج کل صرف عورتوں کے سلسلے میں پوری طرح عمل کیا جاتا ہے.... اس لئے جو شادی جنسی محبت پر مبنی ہوگی وہ اپنی خاصیت کی بنا پر یک زوجی پر بھی مبنی ہوگی۔ بخوبی نے صحیح کہا تھا کہ گروہ دار شادی سے انفرادی شادی کی نشوونما دراصل عورتوں کا کام ہے۔ یہم اوپر دیکھ آئے ہیں۔ صرف جوڑا یا یہ سے یک زوجی کا ارتقا مرد کا کام ہو سکتا ہے۔ اور تاریخی طور پر بچ پوچھئے تو اس سے عورتوں کی حالت اور خراب ہو گئی اور مردوں کے لئے بے وفا کی کرنا اور آسان ہو گیا۔ جب وہ اقتصادی مصلحتیں ختم ہو جائیں گی جن کی وجہ سے مجبور ہو کر عورتوں کو

مردوں کی بے وفائی برداشت کرنی پڑتی تھی یعنی جب انہیں اپنی روزی کی اور اس سے بھی بڑھ کر اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر نہیں ستایا کرے گی تو عورتوں اور مردوں میں مساوات قائم ہو جائے گی۔ اور پچھلے نام تجربوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مساوات کی وجہ سے عورتوں میں متعدد شوہروں سے شادی کرنے کا رجحان نہیں پیدا ہو گا بلکہ اس سے کہیں زیادہ مردوں میں حقیقی یک زوجی پر عمل کرنے کا رجحان پیدا ہو گا۔

یک زوجی کے نظام سے کچھ ہاتیں یقیناً مٹ جائیں گی۔ یہ مٹنے والی ہاتیں اس کی وہ سبھی خصوصیتیں ہیں جو ملکیت کے تعلقات سے پیدا ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ لگ گئی ہیں۔ ان میں ایک خصوصیت تو مرد کا غالبہ ہے اور دوسرا ہے شادی کے رشتے کا اٹوٹ ہونا۔ ازدواجی زندگی میں مرد کا تسلط اصل میں اس کے اقتصادی تسلط کا نتیجہ ہے اور اس کے ختم ہونے پر وہ بھی آپ ہی آپ ختم ہو جائے گا۔ شادی کے رشتے کے اٹوٹ ہونے کی وجہ ایک حد تک وہ اقتصادی حالات تھے جن کے تحت یک زوجی قائم ہوئی تھی اور کسی حد تک اس زمانے کے روایتی اثرات تھے جب کہ ان اقتصادی حالات اور یک زوجی کے تعلق کو صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا تھا اور نہ ہب نے اس کو مبالغے کے ساتھ پیش کیا تھا۔ آج اس دیوار میں ہزاروں شکاف پڑ چکے ہیں۔ اگر صرف وہی شادیاں اخلاقی نظر سے صحیح ہیں جو محبت پر مبنی ہیں تو پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہی ازدواجی زندگی اخلاقی نظر سے صحیح ہے جس میں محبت قائم رہتی ہے۔ انفرادی جنسی محبت کی میعاد مختلف افراد میں خاص کر مردوں میں بہت مختلف ہوتی ہے۔ اور جب انس باقی نہ رہے، جب ایک نئی محبت کا پر جوش جذبہ اس کی جگہ لے لے تو علیحدگی فریقین کے لئے اور خود معااج کے لئے بھی ایک رحمت ثابت ہوتی ہے۔ اور ایسی صورت میں لوگ طلاق کے مقدموں کے فضول دلدل میں سے گزرنے کے تجربے سے بچ جائیں گے۔

سرما یہ دارانہ نظام پیداوار کے مٹ جانے کے بعد جنسی تعلقات کی کیا صورت ہو گی، اس کے بارے میں آج ہم جو قیاس آرائی کر سکتے ہیں وہ بھیت مجھوں منفی قسم کی ہے یعنی زیادہ تر وہ قیاس آرائی صرف اسی حد تک ہے کہ کوئی چیزیں مٹ جائیں گی۔ لیکن کون سی نئی خصوصیتیں ہیں جن کا اضافہ ہو گا؟ اس کا فیصلہ اس وقت ہو گا جب ایک نئی نسل پر وان چڑھ چکے گی۔ وہ ایسے مردوں کی نسل ہو گی جنہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی عورت کی عصمت چاندی کے چند سکوں کے عوض نہیں خریدی ہو گی اور نہ اسے حاصل کرنے کے لئے کسی اور طرح کے سماجی اختیار سے کام لیا ہو گا۔ اور وہ ایسی عورتوں کی نسل ہو گی جو پچھی محبت کے سوا اور کسی وجہ سے اپنے آپ کو کسی مرد کے حوالے کرنے پر مجرمنہیں ہوئی ہوں گی اور نہ انہیں اقتصادی مجبویوں کے ڈر سے اپنے محبوب سے شادی کا خیال ترک کرنا پڑا ہو گا۔ جب ایسے مردوں ایسی عورتیں وجود میں آجائیں گی تو پھر انہیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں ہو گی کہ ہم کیا سوچتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ وہ خود اپنے ساتھ اپنا عمل لائیں گے اور اسی کے مطابق ہر فرد کے عمل کے

بارے میں اپنی رائے عامہ تیار کریں گے۔ اور میں یہ بات ختم ہو جاتی ہے۔
 اس اثنامیں ہم پھر مارگن کی طرف رجوع کریں جس کو چھوڑ کر ہم بہت دوڑکل آئے ہیں۔ تمدن کے عہد میں
 جن سماجی اداروں کی نشوونما ہوئی، ان کی تاریخی چجان میں مارگن کی کتاب کے دائرہ بحث سے خارج ہے۔ وہ اس
 عہد میں یک زوجی کے انجام کے سوال پر صرف مختصر طور پر بحث کرتا ہے۔ وہ بھی یک زوجی کے خاندان کے نشوونما
 کو ایک بڑی ترقی سمجھتا ہے۔ اس کے رائے میں اس سے مردوں عورتوں کی مکمل مساوات قریب آ جاتی ہے۔ لیکن
 اس کا مطلب یہ نہیں کہ منزل آ پکنی۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ

"جب ہم یہ مان لیتے ہیں کہ خاندان کی یہ بعد گیرے چارٹکلیں ہوئی ہیں اور اب یہ اس
 کی پانچویں شکل ہے تو فوراً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ شکل آئندہ ہمیشہ رہے گی۔ اس کا ایک ہی
 جواب دیا جاسکتا ہے۔ اور وہ جواب یہ ہے کہ جیسے جیسے سماج ترکرے گا، خاندان کی شکل میں بھی
 ترقی ہوگی، جیسے جیسے سماج میں تبدیلی ہوگی، خاندان کی شکل میں بھی تبدیلی ہوگی۔ یہی پہلے بھی ہوا
 ہے، یہی آئندہ بھی ہو گا۔ وہ سماجی نظام کی تخلیق ہے اور اس میں اسی کی تہذیب کی بھلک دکھانی
 دے گی۔ جس طرح تمدن کے آغاز کے زمانے سے آج تک یک زوجی کے خاندان میں بڑی
 ترقی ہوئی ہے اور موجودہ زمانے میں نہایت سوچ بوجھ کے ساتھ ہوئی ہے، اسی طرح کم از کم اتنا
 تو کہاںی جاسکتا ہے کہ اس میں ترقی کی بہت گنجائش ہے۔ اس میں اتنی ترقی ہوگی کہ مردوں اور
 عورتوں میں مکمل مساوات قائم ہو جائے گی۔ اگر مستقبل بعید میں یک زوجی کا خاندان سماج کے
 تقاضوں کو پورا نہ کر سکا تو آج یہ کہنا ممکن ہے کہ اس کے بعد آنے والے خاندانی نظام کی خاصیت
 اور فطرت کیا ہوگی۔"

حوالہ جات

- 1۔ "دیکھئے" مارکس اور مارکسی دستاویزات "جلد 9، صفحہ 21- (ایڈیٹر)
- 2۔ باخون نے جو کچھ دریافت کیا ہے تو قیاس کیا تھا، اس کو وہ خود نہیں سمجھتا تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اس
 تدرے حالت کو hataerism (یعنی کئی عورتیں رکھنے کے رواج۔ مترجم) سے تعبیر کرتا ہے۔ اس لفظ کو پہلے پہل
 یونانیوں نے استعمال کیا تھا۔ اس سے ان کی مراد وہ جنسی تعلق تھا جو ان مردوں میں جو من بیا ہے تھے یا جن کی ایک

بیوی تھی اور بن بیانی عورتوں میں ہوتا تھا۔ اس وقت شادی کی ایک مخصوص صورت ضروری تھی جس کے دائرے کے باہر یہ جنسی تعلق ہوا کرتا تھا۔ اس میں عصمت فروشی بھی شامل ہے۔ اگر اور کچھ نہیں تو اس کا دجود ممکن تو ہو یہی پچھا تھا۔ یہ لفظ کسی اور غیرہم میں کبھی استعمال نہیں ہوا اور مارگن کی طرح میں بھی اس کو صرف اسی معنی میں استعمال کرتا ہوں۔ باخون نے اپنی نہایت اہم دریافتوں کو نہایت پراسر اس اور ناقابل فہم بنادیا۔ اس کی وجہ اس کا یہ مہمل عقیدہ تھا کہ تاریخی ارتقا کے دوران میں مرد عورت کے درمیان جو تعلق قائم ہوتے ہیں۔ وہ اس زمانے کے انسان کے مذہبی نیالست کا نتیجہ ہوتے ہیں ان کے اصلی حالات زندگی کا نہیں۔

3. Letourneau Ch., "L'evolution du mariage et e la famille"

Paris, 1888. ایڈٹر.

4.-Westermarch E., " The History of Marriage", London and New York, 1891. ایڈٹر.

5.-Espinias A., " Des societes animales .Etude de psychologie Comparee", Paris 1877,pp.303-3-4. (ایڈٹر)

6.-Giraud..... Teulon A., " Les origines du mariage et de la famille ", Geneve. 1884. (ایڈٹر)

7.-Bancroft H. H., "The Native races of the pacific States of North America", Vol. I-V. New York, 1875. (ایڈٹر)

8-واغنر کی "نی بیلونگ" (Nibelung) کے متن میں قدیم زمانے کی جو بالکل جھوٹی تصویر کھینچ گئی ہے، اس کے بارے میں مارکس نے ایک خط میں بہت سی سخت الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ یہ خط اس نے 1882 کے موسم بہار میں لکھا تھا۔ (5)- "یہ بھلا کسی نے کبھی کا ہے کو سنا ہو گا کہ بھائی بہن کو اپنی دہن بنانے کر سینے سے لگا لے؟" (6) واغنر کے ان "شہوت پرست خداوں" کو، جو بالکل نئے ڈھنگ سے اپنے حوصلات عشق میں محربات کے ساتھ جنسی تعلق کا نمک مرچ بھی لگالیا کرتے تھے، مارکس نے یہ جواب دیا کہ "قدیم زمانے میں بہن ہی بیوی ہوتی تھی اور بھی اخلاقاً جائز سمجھا جاتا تھا۔" (1884 کے ایڈیشن کے لئے اینگر کا نوٹ)۔

واغنر کے ایک فرانسیسی دوست اور مداح بونیے اس نوٹ سے متفق نہیں ہیں۔ وہ اس بات کا حوالہ دیتے ہیں کہ ایلڈ رائیڈ Edda میں بھی، جسے واغنر نے اپنانومنہ بنایا تھا، آگسدریکا (Ogisdrecca) میں (7) لوکی، فرے یا کوانزم دیتا ہے کہ "تیر اپنا بھائی دیوتاؤں کے سامنے تھھ سے ہم آغوش ہوا ہے۔" ان دوست کا دعویٰ ہے

کہ اس وقت تک بھائی اور بہن کی شادی کی ممانعت ہو چکی تھی۔ "اگسریکا" اس زمانے کی تجہان ہے جب پرانی دیوالا میں لوگوں کا عقیدہ ختم ہو چکا تھا۔ یہ دیوتاؤں پر کچھ لوکیاں کے طرز کا طفرہ ہے اگر لوگ میسٹو فلیس (درغلانے والے شیطان ستر جم) کی صورت میں اس طرح فرے یا کو الراام دیتا ہے، تو یہ بات واغز کے خلاف پڑتی۔ چند بندوں کے بعد لوکی، نیرو سے بھی کہتا ہے: "اپنی بہن سے تمہارے (ایسا) ایک لڑکا ہوا" (vidh) (systur thinni gaztu slikan mog)۔ یہ صحیح ہے کہ نیرو آسانسل کا نہیں بلکہ وانسل کا تھا (8) اور "انگلینگ کی رزمیہ داستان" میں کہتا ہے کہ وانا دیش میں بھائیوں اور بہنوں کی شادی کا رواج ہے لیکن آساؤں میں ایسا نہیں ہے۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وانا آساؤ سے زیادہ پرانے دیوتا تھے۔ بہر حال نیرو آساؤں کے درمیان اس طرح رہتا تھا جس طرح اپنے برادر والوں کے درمیان رہا جاتا ہے۔ اس لئے "اگسریکا" سے اصل میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس زمانے میں نارویائی دیوتاؤں کی رزمیہ داستان (Saga) کا آغاز ہوا، اس زمانے میں بھائیوں اور بہنوں کی شادی، کم سے کم دیوتاؤں میں، مکروہ نہیں مانی جاتی تھی۔ اگر واگز کی غلطی کو درگزر ہی کرنا ہے تو شاید "ایڈا" کے بجائے گوئیئے کا حوالہ دینا بہتر ہوگا کیونکہ گوئیئے نے دیوتاؤں پر اس کے گیت میں عورتوں کے دیواداسی ہونے کے بارے میں الی بھی غلطی کی تھی اور اسے آج کل کی عصمت فروشی سے بہت زیادہ ملتا جاتا قرار دیا ہے۔ (1891 کے ایڈیشن میں اینگریز کا نوٹ۔)

9۔ اب اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ بلا فرق و امتیاز جنسی تعلق کے وہ آثار، اس کے نام نہاد "Sumpfzeugung" جن کو باخون سمجھتا تھا کہ اسی نے سب سے پہلے دریافت کیا ہے، گروہ دار شادی کی طرف لے جاتے ہیں۔ "اگر باخون ان" پونالوان "شادیوں کو" غیر قانونی "سمجھتا ہے تو اسی طرح اس زمانے کا آدمی آج کل کی، قریب یادوں کے رشتے کے بھائی بہنوں کی آپس کی، شادیوں میں سے زیادہ تر کو بدکاری یعنی سکوت بھائیوں اور بہنوں کی شادی سمجھے گا۔ (مارکس)۔ (دیکھنے مارکس اور اینگریزی دستاویزات "جلد 9، صفحہ 187)

10-Watson J.F. and Kaye J.W., "The People of India ".Vols.

I.VI.London, 1868-1872. (ایڈیٹر)

11-Fison L. and Howitt A. W., "Kamilaroi and Kurnai"Melburne, Sydney, Adelaide and Brisbane, 1880.)

(ایڈیٹر)

12-مزید ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگریزی دستاویزات" جلد 9 صفحہ 28- (ایڈیٹر)

13- مزید ملاحظہ ہو "مارکس اور انگلری دستاویزات" صفحات 26-27۔ (ایڈیٹر)

(ایڈیشن) Bachofen J.J., "Das Mutterrecht", Stuttgart, 1861 - 14

rofessor and Mrs. Louis Agassiz "A Journey in Brazil", Boston - 15

16۔ ایں سو گن ہائے "انیسویں صدی کے وسط تک یورپ میں زرعی غلامی اور بیگاری کے خاتمے کی تاریخ۔" یہ

کتاب سینٹ پیٹربرگ میں 1861 میں شائع ہوئی تھی۔

schichte der Aufhebung der

17-(Sugenheim s., "Geschichte der Aufhebung der Leibergenchaft und Horigkeit in Europa bis um die Mitte des neunzehnten Jahrhunderts", St. Petersburg, 1861.)

18- دیکھئے "مارس اور انگلریز کی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 111۔ (ایڈیٹر)

19-Kovalevsky M., "Tableau des origines et de l'évolution de la famille et de la propriété", Stockholm, 1890.)اين(

20۔ دیکھئے "مارکس اور اینگلز کی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 31۔ (ایڈیٹر)

-22- ضاٹھ نیولین۔

23- دیکھئے "مارکس اور اینگلز کی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 32۔ (ایڈیٹر)

24- ہومر "اوڈیسی" گیت اول-(ایڈیٹر)

25۔ ایسکلیس "آرسطیا۔ ایگامنون۔" (ایڈیٹر)

26۔ یورپیڈینز "آرسٹیا۔" (ایڈیٹر)

27۔ پاشارہ "جمن آئیڈیا لوچی" (فکریات) کی طرف ہے۔ (ایڈیٹر)

28- دیکھئے "نی بیلوگ کا گیت" 10 وال گیت۔ (ایڈیٹر)

29۔ گلڈ قریب، وسطیٰ میں ہم پشہ استاد کارگروں کی انجمن یا برادری۔ (ایڈیٹر)

-30- دیکھئے: مارکس، اینگر متح تصانیف، حصہ اول۔

تیرا باب

ایروکواس لوگوں کا گن

اب ہم مارگن کی ایک اور دریافت کو لیتے ہیں، جو کم سے کم اتنی ہی اہم ہے جتنی یک جدی قرابت داری (سگوت) کے نظاموں سے خاندان کی ابتدائی صورتوں کی دریافت تھی۔ مارگن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امریکی ائمڑین قبیلوں کے اندر سگوت لوگوں یعنی یک جدی قرابت داروں کی جو جماعتیں تھیں اور جن کے نام جانوروں کے نام پر رکھے جاتے تھے، وہ بنیادی طور پر وہی چیز تھی جو یونانیوں کی گینیا (genea) اور رومیوں کی گنیس (gentes) تھی۔ اس نے ثابت کر دیا ہے کہ گن کی ابتدائی صورت اصل میں وہ ہے جو امریکہ میں ملتی ہے اور یونان اور روم کے گن بعد کی بیداریوں اور اسی سے مخوذ ہیں۔ اس نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ ابتدائی زمانے کے یونانیوں اور رومیوں میں سماج گنوں، فریٹریوں (برادریوں) اور قبیلوں میں منظم تھا۔ ہو بہودی یہی تنظیم امریکی ائمڑینوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور (جباں تک ہماری موجودہ واقفیت ہے) گن ایک ایسا ادارہ ہے جو تمدن کے عہد میں داخل ہونے تک اور یہاں تک کہ اس کے بعد بھی سبھی بربادی لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ ان بالوں کا ثبوت مل جانے سے قدیم یونانی اور رومی تاریخ کی مشکل ترین گھنیاں چشم زدن میں سمجھ گئیں۔ ساتھ ہی اس دریافت نے قدیم زمانے کے..... یعنی ریاست کی ابتداء ہونے سے پہلے کے سماجی دستور کی بنیادی خصوصیتوں پر بھی کچھ روشنی ڈالی ہے جس کی کسی کو توقع نہ تھی۔ ایک بار جان لینے کے بعد یہ بات کہتی ہی آسان اور سیدھی سادی کیوں نہ معلوم ہو لیکن مارگن اس کا پڑھا بھی حال میں ہی لگا کہ۔ 1871 میں جب اس کی پہلی کتاب شائع ہوئی تھی تو اس وقت تک وہ اس راز کو نہیں پاس کا تھا۔ (1) اور جب مارگن نے اس راز کو پالیا تو انگلستان کے ماقبل تاریخ کے ماہر چنہیں اپنے آپ پر بڑا اعتماد تھا، مجبوراً کچھ دنوں کے لئے چپ چاپ چوہوں کی طرح اپنے نبوں میں جا گئے۔ مارگن نے یک جدی قرابت داروں (سگوت لوگوں) کی اس جماعت کے لئے عام طور پر لاطینی زبان کے لفظ گنس (gens) کو استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ بھی اپنے یونانی مترادف گیوس (gwnos) کی طرح ایک آریائی مادہ گن (gan) سے مخوذ ہے (جرمن زبان میں قاعدہ کے مطابق آریائی گاف بدل کر کاف ہو جاتا ہے، پنچانچہ جمن میں یہ لفظ کن (kan) ہے جس کے معنی ہیں جننا، جنم دینا، گنس (gens) گنس (genos)،

سنکرست جاتاس(dschanas)، گوچک کونی(kuni)، (مکورہ بالا قدرے کے مطابق)، قدیم نارڈک اور اینگلو سکسن کائن(kin)، اگلریزی کن(kyn) وسطی تکانی جرمن زبان کا لفظ کیونے(kunne)، سمجھی کا ایک ہی مطلب ہے۔ قرابت داری، نسل۔ لیکن لاطینی زبان کا گنس(gens) اور یونانی کا گینوس(genos) خاص طور پر ایسے قرابت داروں کی جماعت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کو ایک ہی مورث اعلیٰ کی (اور اس صورت میں مرد مورث اعلیٰ کی) اولاد ہونے کا دعویٰ ہے، اور جو بعض سماجی اور مذہبی اداروں کے ذریعے سے ایک مخصوص کمیونٹی یا برادری کے رشتے میں مسلک ہو گئے ہیں جس کے ابتدائی حالات اور نوعیت کے بارے میں آج تک ہمارے سمجھی مورخ تاریکی میں تھے۔

پوتالوان خاندان کے سلسلے میں ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ شروع میں گن کیسے بنتا ہے اس میں وہ تمام لوگ شامل ہوتے تھے جو پوتالوان شادی کی بدلت اور ان تصورات کے مطابق جواہری طور پر اس کے لازم ملزم تھے، ایک خاص عورت مورث اعلیٰ کی جو اس گن کی بانی تھی، اولاد مانے جاتے تھے۔ چونکہ خاندان کی اس شکل میں یقین کے ساتھ بہیں کہا جا سکتا کہ بچے کا باپ کون ہے، اس لئے نسل صرف عورت سے چلتی ہے۔ اور چونکہ بھائی بہن میں شادی نہیں ہو سکتی تھی اور مرد صرف دوسری نسل کی عورتوں سے شادی کر سکتے تھے، اس لئے ایسی عورتوں سے جو بچے پیدا ہوتے تھے، وہ مادری حق کے مطابق باپ کے گن سے باہر چلے جاتے تھے۔ اس طرح ہر سگوت میں صرف لڑکیوں کی اولاد قرابت داری کے دائرے میں رکھی تھی اور بیٹوں کی اولاد اپنی ماں کے گنوں میں چل جاتی تھی۔ یک جدی قرابت داروں کی یہ (سگوت) جماعت جب قبیلے کے اندر انہی جیسی دوسری جماعتوں سے علیحدہ ایک جماعت کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے تو پھر اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟

مارگن نے ایریکا لوگوں کے اور ان میں بھی خاص کر سیئر کا قبیلے کے گن کو ابتدائی گنوں کی کلا یکی شکل مانا ہے۔ ہر قبیلے میں آٹھ گن ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل جانوروں کے نام پر رکھے گئے ہیں (1) بھیڑیا، (2) بھالو، (3) کچھوا، (4) اود بلاو، (5) ہرن، (6) چوہا، (7) بگا، (8) باز۔ ان میں سے ہر گن میں حسب ذیل رسم و رواج پائے جاتے ہیں:

(1) وہ اپنا سا شم (یعنی امن کے زمانے کا رہنمہ) اور اپنا سالار (یعنی جنگ کا رہنمہ) چلتا ہے۔ سا شم کو گن کے اندر سے ہی چنا پڑتا تھا اور اس کا عہدہ گن کے اندر مورو ٹی ہوتا تھا جس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جیسے ہی یہ جگہ خالی ہوتی اس کو پر کر دیا جاتا تھا۔ جنگی سالار گن کے باہر سے بھی چنا جا سکتا تھا اور کبھی کبھی جگہ خالی بھی رہتی تھی۔ سابق سا شم کا بیٹا کبھی اس کا جانشین نہیں ہو سکتا کیونکہ ایریکا لوگوں میں مادری حق کا رواج تھا اور اسی لئے بیٹا دوسرے گن کا رکن ہوتا تھا۔ لیکن سا شم کا بھی یا بھانجا کثر اس کی جگہ پر چن لیا جاتا تھا۔ انتخاب میں عورت اور مرد دونوں ووٹ

دیتے تھے۔ لیکن جو آدمی چنانجا تھا اسے باقی سات گنوں کی منظوری بھی لینی پڑتی تھی، اس کے بعد ہی اسے باقاعدہ سا شم کے عہدے پر بٹھایا جاتا تھا اور یہ رسم تمام اتروکو اس لوگوں کے وفاق کی عام کو نسل انجام دیدی تھے۔ اس کی اہمیت آگے چل کر واضح ہو گئی۔ گن کے اندر سا شم کا اقتدار محض بزرگانہ اور خالص اخلاقی نوعیت کا ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جر کے کوئی ذرا کع نہیں تھے۔ اپنے عہدے کی بدولت وہ سبیلہ کا قبیلے کی کو نسل کا رکن بھی تھا اور سبھی ایروکو اس قبیلوں کی وفاقی کو نسل کا بھی جنگی سالار صرف فوجی مہم کے دوران میں حکم دے سکتا تھا۔

(2) گن اپنے سا شم اور جنگی سالار کو جب چاہے بر طرف کر سکتا تھا۔ یہ کام بھی مرد اور عورت مل کر کرتے تھے۔ اس کے بعد بر طرف کیا ہوا آدمی اور وہ کی طرح ایک عام سپاہی یا شہری کی حیثیت سے رہتا تھا۔ قبیلہ کی کو نسل گن کی خواہش کے خلاف بھی سا شم کو بر طرف کر سکتی تھی۔

(3) کسی شخص کو گن کے اندر شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ گن کا بنیادی قاعدہ تھا جو اس کی شیرازہ بندی کو قائم رکھتا تھا۔ اس متفہی صورت میں دراصل خون کے اس نہایت ثبت رشتے کا انہیار ہوتا تھا جس کی بدولت ان افراد کو جو بیہاں جمع تھے، ملا کر گن بنا یا گیا تھا۔ اس معمولی سی حقیقت کو دریافت کر کے مار گن نے پہلی مرتبہ گنوں کی نوعیت کا انکشاف کیا۔ اس وقت تک لوگ گن کی اصل ماہیت کو نہیں سمجھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ وحشی اور ببری لوگوں کے بارے میں پہلے کی روپرٹوں میں ان مختلف جماعتوں کو جن سے مل کر گن کی تنظیم بنتی ہے، بلا سوچے سمجھے اور بلا کسی فرق اور امتیاز کے قبیلہ، جگہ اور قبیم وغیرہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور کسی بھی یہی کہا جاتا تھا کہ ان کے اندر شادی کرنے کی ممانعت ہے اور اس طرح وہی الجھن پیدا کی گئی جس کو دور کرنے کے لئے مسٹر میکلنین نے مداخلت کی اور انہوں نے پولین کی طرح ایک فرمان نکال کر برابط نظم قائم کرنا چاہا۔ انہوں نے فرمان صادر کر دیا کہ سبھی قبیلے دو گروہوں میں بٹے ہوتے ہیں، ایک وہ جن میں شادی کرنا منع ہے (exogamous) اور دوسرا وہ جن میں اس کی اجازت ہے (endogamous) اور اس طرح خوب گز بڑ پیدا کرنے کے بعد وہ اس چھان بین میں لگ گئے کہ ان کے مہلگروہوں میں سے کون سا گروہ زیادہ پرانا ہے۔ گن کی دریافت کے ساتھ یہ بے دوقنی کی بتیں آپ ہی آپ ختم ہو گئیں..... گن خون کے شثقوں کی بنیاد پر بنتے تھے اور اس کے رکن آپس میں شادی نہیں کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایروکو اس لوگ ارتقا کی جس منزل پر تھے، اس میں گن کے اندر شادی کی ممانعت کے اس قاعدہ پر سمجھنی کے ساتھ عمل ہوتا تھا۔

(4) مرنے والے کی جائیداد گن کے باقی لوگوں میں تقسیم کردی جاتی تھی کیونکہ اس جائیداد لوگ گن کے اندر ہی رہنا تھا۔ چونکہ کوئی ایروکو اس شخص مرنے پر بہت ترکم نہیں چھوڑ سکتا تھا اس لئے وہ گن کے اندر بہت ہی قریبی رشتہداں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ جب کوئی مرد مرتا تو اس کی جائیداد اس کے سے بھائی بہنوں میں اور اس کے ماموں میں

بانٹ دی جاتی۔ اور جب کوئی عورت مرتی تو اس کے اپنے بچوں اور اپنی بہنوں میں، مگر اس کے بھائیوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میاں یوہی کوہی ایک دوسرے کا ترکہ نہیں ملتا تھا اور نہ بچوں کو باپ کی وراشت ملتی تھی۔ (5) گن کے ممبروں کا فرض ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کی مدد اور حفاظت کریں اور خاص کر اگر باہر کا کوئی آدمی گن کے کسی ممبر کو نقصان پہنچایا گیا ہو تو اس کا بدلہ لینے میں عملی مدد کریں۔ فرد اپنی حفاظت کے لئے گن کی مدد پر بھروسہ کر سکتا تھا اور کرتا تھا۔ اگر کوئی شخص اسے تکلیف پہنچاتا تو گو باوہ سارے گن کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اسی سے، یعنی گن کے خون کے رشتے سے، خونی انتقام لینے کا رواج پیدا ہوا اور اسے فرض قرار دیا گیا۔ ایروکواس لوگ اس فرض کو غیر مشروط طریقے پر مانتے تھے۔ اگر گن کے باہر کے کسی آدمی نے گن کے کسی آدمی کو قتل کر دیا تو مقتول کے گن سے تعلق رکھنے والے پر اس خون کا بدلہ لینا ضروری تھا۔ پہلے تصفیہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ قاتل کے گن کی کوئی کوئی کوئی جاتی اور مقتول کے گن کی کوئی کوئی کوئی کوئی کوئی جاتی۔

اس کا طریقہ زیادہ تر یہ ہوتا تھا کہ کوئی اپنی طرف سے معذرت کرتی اور خون بہا کے طور پر بیش قیمت نہیں بھیجتی۔ اگر ان کو قبول کر لیا جاتا تو بات رفت گزشت ہو جاتی۔ اور اگر نہیں، تو مقتول کا گن بدلہ لینے کے لئے ایک یا متعدد آدمیوں کو تعینات کرتا تھا۔ ان کا کام قاتل کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دینا تھا۔ اگر یہ ہو جاتا تو قاتل کے گن کو شکایت کا کوئی حق نہیں تھا اور سمجھا جاتا کہ بدلہ پورا ہو گیا۔

(6) گن کا اپنا مخصوص نام یانا موں کا سلسلہ ہوتا تھا جسے سارے قبیلے میں صرف وہی گن استعمال کر سکتا تھا۔ چنانچہ کسی شخص کے نام سے ہی یہ پتہ لگ سکتا تھا کہ وہ کس گن کا آدمی ہے۔ جو شخص گن کا نام استعمال کرتا، اسے گن کے حقوق بھی حاصل ہوتے تھے۔

(7) گن اجنبی آدمیوں کو بھی اپنا ممبر بناتا تھا۔ اور ایسا ہونے کے بعد وہ شخص پورے قبیلے کا ممبر سمجھا جاتا تھا۔ جنگ کے فریدیوں میں سے جن لوگوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا، وہ کسی گن میں شریک کر لئے جاتے تھے۔ اور اس طرح پورے سیدیکا قبیلے کے رکن ہن جاتے تھے، اور پھر انہیں قبیلے اور گن کے سارے اختیارات حاصل ہو جاتے تھے۔ اجنبیوں کو گن کے افرادی ممبروں کی درخواست پر ہی ممبر بنایا جاتا تھا۔ مرد کہتے کہ فلاں اجنبی کو میرے ایھاں یا ہن مان لیا جائے۔ اور عورتیں کہتیں کہ اسے میری اولاد مان یا جائے۔ منظوری کے لئے ضروری تھا کہ گن کے امندر شامل کرنے کی رسم باقاعدہ طریقے سے انجام دی جائے۔ جن گنوں میں کسی سبب سے آدمیوں کی تعداد لگٹ کر بہت کم ہو جاتی تھی وہ اکثر دوسرے گنوں سے اجازت لے کر بہت سے لوگوں کو اپنے گن میں شامل کر لیتے تھے۔ ایروکواس لوگوں میں گن میں شامل کرنے کی رسم قبیلے کی کوئی کوئی ایک عام جلسے میں انجام دی جاتی تھی اور اس کی حیثیت ایک مذہبی رسم کی ہو گئی تھی۔

(8) امڈین گنوں میں مخصوص مذہبی رسموں کا وجود تابع کرنا مشکل ہے۔ اور پھر بھی اس میں شک نہیں کہ امڈینوں کی مذہبی رسمیں کم و بیش گنوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ایروکواں لوگوں میں سال میں چھ مذہبی تقریبیں ہوتی تھیں جن میں الگ الگ گنوں کے ساتھ اور جنکی سالار جو پانے عہدے کی بدولت "محاذ دین" بھی سمجھے جاتے تھے، پر وہ توں اور پچاریوں کا کام کرتے تھے۔

(9) ہر گن کا ایک قبرستان ہوتا تھا۔ ریاست نیو یارک کے ایروکواں لوگ اب چاروں طرف سے گورے لوگوں سے گھر گئے ہیں۔ اس لئے ان کا قبرستان باقی نہیں رہا، لیکن پہلے تھا۔ دوسرے امڈین قبیلوں کے اب بھی خودا پنے قبرستان ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس نکارور قبیلے کا، جس کو ایروکواں لوگوں سے قربی تعلق ہے، اپنا قبرستان ہے، اگرچہ یہ لوگ عیسائی ہیں پھر بھی ان کے قبرستان میں ہر گن کے لئے قبروں کی ایک عیحدہ قطار ہوتی ہے۔ ماس اور اس کے بیچے ایک ہی قطار میں دفن کئے جاتے ہیں لیکن باپ کو اس قطار میں جگہ نہیں دی جاتی۔ ایروکواں لوگوں میں تجھیں و تھیں کے وقت سمجھی آدمی ماتم کرتے ہیں، قبر تیار کرتے ہیں، جنازے پر تقریرے کرتے ہیں وغیرہ۔

(10) گن کی ایک کوسل ہوتی تھی۔ وہ ایک جہوری مجلس تھی جس میں گن کے تمام بالغ مردا و عورتیں شامل ہوتی تھیں اور سب کی آواز بر ابر ہوتی تھی۔ یہی کوسل ساتھ اور جنکی سالار جنتی یا انہیں برطرف کرتی تھی۔ اسی طرح وہی کوسل اور باقی "محاظین مذہب" کو بھی پختتی اور برطرف کرتی تھی۔ گن کے کسی ممبر کے مارے جانے پر بھی کوسل خون بہا (wergeld) یعنی یا خون کا بدل خون سے یعنی کافیصلہ کرتی۔ اسی میں اجنبیوں کو گن کے اندر شامل کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ گن میں بھی کوسل سارے اختیارات کی مالک تھی۔

امریکی امڈینوں کے ایک عام گن کے حسب ذیل اختیارات ہوتے تھے۔

"ایک امڈین گن کے سمجھی رکن ذاتی طور پر آزاد ہیں۔ اور ایک دوسرے کی آزادی کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے۔ افرادی حقوق اور اختیارات میں سب ایک دوسرے کے برادر ہیں۔ ساتھ اور سالاروں کو بھی کوئی فوقیت نہیں۔ یہ ایک ایسی برادری ہے جو قرابت داری کے دھاگے سے بندھی ہوئی ہے۔ آزادی، مساوات اور بھائی چارے کے اصول کا کبھی باقاعدہ اعلان نہیں کیا گیا مگر گن کے بھی بنیادی اصول ہیں۔ گن ایک سماجی نظام کی اکائی ہے، گن وہ بنیاد ہے جس پر امڈین سماج کی تنظیم ہوئی تھی۔ آزادی اور خودداری کا احساس جو امڈینوں کے کردار کی عام خصوصیت ہے، اسی کا نتیجہ ہے۔" (2)

جس وقت امریکہ دریافت ہوا امڈین سارے شہلی امریکہ میں ایسے گنوں میں منظم تھے۔ جو مادری حق کے مطابق بنے تھے۔ ڈکوتا جیسے محض چند ہی قبیلے ایسے تھے جن میں گن کا زوال شروع ہو چکا تھا اور کچھ ایسے بھی تھے،

جیسے اوجو اور ادماہ، جن کی تنظیم پری جتن کے مطابق کی گئی تھی۔

امریکی انتیونوں کے بہت سے قبیلے ایسے تھے جن میں پانچ یا چھ سے زیادہ گن تھا۔ ان میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تین چار یا اس سے بھی زیادہ گنوں کو ملا کر ایک مخصوص گروہ بنادیا جاتا تھا۔ مار گن نے اس کے انڈین نام کا بینافی مترادف ڈھونڈ کر فریٹری (برادری) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سیپیکا قبیلے میں اس طرح کی دو فریٹریاں تھیں۔ پہلی میں ایک سے چار نمبر تک کے گن شامل تھے اور دوسرا میں پانچ سے آٹھ نمبر تک کے۔ زیادہ گہری چھان بین سے یہ پڑتا لگا کہ یہ فریٹریاں اصل میں ان ابتدائی گنوں کی نمائندگی ہیں جن میں سب سے پہلے قبیلے کی تنظیم ہوئی تھی۔ کیونکہ ایک گن میں شادی کی ممانعت ہو جانے کے بعد ضروری ہو گیا تھا کہ ہر قبیلے میں کم سے کم دو گن ہوں تاکہ قبیلے اپنے آزاد وجود کو قائم رکھ سکیں۔ جیسے جیسے قبیلہ بڑھتا گیا، ہر گن مزید دو یا زیادہ گنوں میں تنظیم ہوتا گیا اور ہر ایک ان میں سے ایک علیحدہ گن بن گیا۔ اور جو ابتدائی گن تھا یعنی جس میں سبھی لڑکی والے گن شامل ہیں، فریٹری کے گن آپس میں بھائی یا برادر گن ہیں اور دوسرا یا فریٹری میں ایک فریٹری کے گن آپس میں بھائی یا برادر گن ہیں اور دوسرا یا فریٹری کے گن اس کے رشتے کے بھائی ہوتے ہیں۔ ہم اور پردیکھے ہیں کہ یہ جدی قرابت داری (سکوت) کے امریکی نظام میں یہ القاب نہایت حقیقی اور ٹھوں اہمیت رکھتے ہیں۔ ابتداء میں سیپیکا قبیلے کا کوئی آدمی ہرگز اپنی برادری (فریٹری) کے اندر شادی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن بہت دن ہوئے کہ یہ پابندی اٹھا دی گئی ہے اور اب یہ محض اپنے گن تک محدود ہے۔ سیپیکا قبیلے میں یہ روایت چل آ رہی ہے کہ "بھالو" اور "ہرن" نام کے دو گن شروع میں تھے۔ دوسرے گن ان ہی کی شاخیں ہیں جو بعد میں ان سے پھوٹیں۔ ایک بار جب اس ادارے نے ٹھپکڑی تو پھر حسب ضرورت اس میں تبدیلی بھی ہوئی۔ قازن قائم رکھنے کے لئے اکثر ایسا بھی ہوا کہ گن ناپید ہو چکے تھے۔ بھی وجہ ہے کہ مختلف قبیلوں میں ہم ایک ہی نام کے متعدد گنوں کو مختلف برادریوں (فریٹریوں) میں مقفلم پاتے ہیں۔

ایو کواس لوگوں میں فریٹری (برادری) کے منصب کسی حد تک سماجی اور کسی حد تک مذہبی ہیں۔ (1) فریٹریاں آپس میں گیند کھیلتی ہیں۔ ہر فریٹری اپنے بہترین کھلاڑیوں کو میدان میں اتارتی ہے۔ فریٹری کے باقی لوگ تماشاد کیتے ہیں، جنہیں فریٹری کے مطابق الگ الگ صفوں میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنے اپنے فریق کی جیت کے بارے میں شرط لگاتے ہیں۔ (2) قبیلے کی کوسل میں ہر برادری کے سامنہ اور جگلی سالار ساتھیں کو کر بیٹھتے ہیں۔ مختلف گروہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھتے ہیں اور تقریر کرنے والا ہر فریٹری کے نمائندوں کو ایک علیحدہ جماعت کی حیثیت سے خطاب کرتا ہے۔ (3) اگر قبیلے میں کوئی آدمی قتل کر دیا گیا ہو اور قاتل اور مقتول ایک ہی فریٹری کے نہ ہوں تو مقتول کا گن اکثر اپنے برادر گنوں سے اپیل کرتا ہے۔ یہ گن مل کر فریٹری کی کوسل

بلاتے ہیں اور دوسری فریٹری سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ برادری یا فریٹری ہی شروع میں اصل گن تھی اور چونکہ وہ اپنی شاخوں لیعنی الگ الگ گنوں سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے اس لئے اس کی کامیابی کی امید بھی زیادہ ہوتی ہے۔ (4) کسی فریٹری کے کسی اہم آدمی کے مرنے پر دوسری فریٹری تجھیں و تکھن کا انتظام کرتی ہے اور مرنے والی کی فریٹری کے لوگ ماتم کرتے ہوئے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں۔ اگر کوئی سا شم مر جائے تو دوسری فریٹری کے لوگ ایروکواں لوگوں کی وفاتی کو نسل میں اطلاع دیتے ہیں کہ اس کی جگہ خالی ہو گئی۔ (5) سا شم کے انتخاب کے وقت فریٹری کی کو نسل پھر سامنے آتی ہے۔ برادر گنوں کی منظوری کی حیثیت محسن رسی ہے لیکن دوسری فریٹری کے گن مخالفت کرنے والوں کا ساتھ دیتی ہے تو انتخاب کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔ (6) پہلے ایروکواں لوگوں میں خاص قسم کی پراسارانہ بھی رسیں ہوتی تھیں جنہیں گورے لوگ medicine-lodges (جادو ٹونا) کہتے تھے۔ سینیکا قبیلے میں یہ رسیں دو مذہبی گروہ ادا کرتے تھے۔ ہر گروہ ایک برادری کے لئے تھا۔ نئے ممبروں کو شامل کرنے کے لئے باقاعدہ مذہبی رسیں ادا کی جاتی تھیں۔ (7) اگر، جیسا کہ تقریباً یقینی معلوم ہوتا ہے، فتح امریکہ کے وقت (22) تلس کلا کے چار حصوں (مریبوں) پر جو چار یک جدی گروہ (lineages) قابض تھے۔ وہ چار برادریاں تھیں، تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ یونانیوں کی برادریوں اور جرمونوں کے اسی قسم کے یک جدی گروہوں (سگوتروں) گروہ لڑائی میں حصہ لیتا تھا۔ اس کی اپنی الگ سپاہ، الگ وردی اور جنڈا اور الگ اپنا سالار ہوتا تھا۔

جس طرح کئی گنوں سے مل کر ایک فریٹری (برادری) بننی تھی اسی طرح، اپنی کلاسیکی (قدیم) شکل میں، کئی برادریوں سے مل کر ایک قبیلہ بنتا تھا۔ اکثر بہت سے قبیلوں میں جو کمزور ہو گئے ہیں، یہ نیچ کی کڑی یعنی برادری ختم ہو گئی ہے۔

امریکہ میں انہیں قبیلوں کی نامیاں خصوصیتیں کیا ہیں؟

(1) ہر قبیلہ کا اپنا علاقہ اور اپنا نام ہوتا تھا۔ اس زمین کے علاوہ جہاں پہنچی ہوتی تھی ہر قبیلے کے پاس ایک بڑا علاقہ شکال کھینے اور مچھلی کپڑنے کے لئے ہوتا تھا۔ اس کے علاقے بہت دور تک ایسے زمین تھی جو کسی قبیلے کی بنیانی تھی اور جس کے بعد سے دوسرے قبیلے کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ جہاں دو قبیلے ایک دوسرے سے ملنے جلتی زبان بولتے تھے، وہاں نیچ کا یہ غیر مقبول علاقہ نہیں مختصر ہوتا تھا۔ اور جہاں ان کی بولیوں میں کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا وہاں وہ علاقہ زیادہ بڑا ہوتا تھا۔ ایسے ہی غیر مقبول علاقوں میں جرمونوں کے سرحدی جنگل تھے، وہ نیز میں تھی جسے سیزر کے سویویوں نے اپنے علاقے کے چاروں طرف بنا رکھا تھا، ڈنمارک کے باشندوں اور جرمونوں کے درمیان کا sarnholt (ڈنیش زبان میں) (jarnved، limes Danicus)

جنگل اور branibor تھے (جس کے معنی سلاف زبانوں میں "حناٹی جنگل" کے ہیں)، جس سے شہر برانڈنبرگ کا نام مانوڑ ہے۔ یہ سب ایسے ہی غیر معمولی علاقے تھے۔ ان غیر واضح سرحدوں کے بیچ میں جو علاقہ پڑتا تھا وہ قبیلے کی مشترک ملکیت تھی۔ پڑوس کے قبیلے والے بھی اسی تسلیم کرتے تھے اور اگر دوسرے لوگ اس میں گھسنے کی کوشش کرتے تو قبیلے اس علاقے کی حفاظت کرتا اور انہیں آنے سے روکتا۔ سرحد کے غیر واضح ہونے کی وجہ سے عملی دشواریاں زیادہ تر اسی وقت پیدا ہوئیں جب آبادی بہت بڑھ گئی۔ قبیلہ کا نام ہر ظاہر بہت سوچ سمجھ کر نہیں رکھا جاتا تھا۔ اکثر ان کا نام "جنس" کی اتفاق کی وجہ سے پڑتا تھا۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد پڑوس کے قبیلے والے کسی قبیلے کو اس کے اپنے نام سے نہیں بلکہ کسی اور نام سے پکارے لگے۔ جرمنوں (die Germans) کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ تاریخی طور پر ان کا پہلا جامع نام۔ جرمانی (Germanen)۔ انہیں کبیلوں نے دیا تھا۔

(2) ہر قبیلے کی اپنی ایک خاص بولی ہوتی تھی۔ اصل میں قبیلہ اور بولی دونوں کا دائرہ ایک ہوتا تھا۔ تقسیم در تقسیم سے نئے قبیلوں اور بولیوں کی نشوونما امر یکہ میں ابھی حال تک جاری تھی اور یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کا سلسلہ اب بند ہو گیا۔ جہاں دو کمزور قبیلے کراکیل ہو گئے ہیں وہاں ممتنع صورتوں میں ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی قبیلے کے اندر دو بہت ملتی بولیاں بولی جاتی ہیں۔ ایک امریکی قبیلے میں او سطاد و ہزار آدمی ہوتے ہیں۔ لیکن چیز کی قبیلے میں چھیس ہزار آدمی ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک بولی بولنے والے انڈینوں کی وہ سب سے بڑی تعداد ہے۔

(3) گنوں کے منتخب کئے ہوئے سا شم اور جنگل سالاروں کو ان کے عہدے پر بٹھانے کا حق قبیلہ کو دیا۔

(4) قبیلے کو اختیار تھا کہ چاہے تو گن کی رائے کے خلاف بھی ان دونوں عبدداروں کو برخاست کر دے۔ چونکہ یہ سا شم اور جنگل سالار قبیلہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہاں کہیں متعدد قبیلوں کا وفاق قائم ہوا تھا اور ایک وفاقی کو نسل میں سمجھی قبیلوں کی نمائندگی ہوتی تھی وہاں مذکورہ بالا اختیارات اس ادارے کے ہاتھ میں سونپ دیے جاتے تھے۔

(5) قبیلے کے مذہبی خیالات (دیومالا) اور عبادت کی رسیں ایک سی ہوتی تھیں۔ "بر بری لوگوں کے مخصوص انداز کے مطابق امریکہ کے انڈین ایک مذہبی قوم تھے۔" (23)

ابھی تک تقیدی نقطہ نظر سے ان کی دیومالا کی جانچ پڑتا نہیں کی گئی ہے۔ ان لوگوں نے اپنے مذہبی عقائد کو شخصی صورت دے دی تھی.... وہ طرح طرح کے بھوت پریت کو مانتے تھے لیکن وہ بربریت کے جس ابتدائی دور میں تھے، اس میں ابھی تک ان ارواح کو مٹی یا پتھر کے سانچوں میں نہیں ڈھالا گیا تھا، یعنی بت اور مورتیں نہیں بنائی

گئی تھیں۔ فطرت اور اس کے عناصر کی یہ پرستش رفتہ رفتہ بہت سے دیوبنی دینیتاوں کی پوجا کی شکل اختیار کرنے لگی تھی۔ ہر قبیلے کے اپنے اپنے تیوہار اور عبادت کی مخصوص صورتیں تھیں، جس میں ناج اور کھیل ہوتے تھا۔ ناج سبھی مذہبی تقریبیں کالازمی جزو تھا اور ہر قبیلے کے لوگ علیحدہ علیحدہ اپنے تقریبیں مناتے تھے۔

(6) مشترک معاملات کے لئے قبیلے کی ایک کوسل ہوتی تھی۔ اس میں مختلف گنوں کے سبھی سا شم اور جنگی سالار ہوتے تھے۔ یہ ان گنوں کے چونماں ندے تھے کیونکہ انہیں ہر وقت برخاست کیا جاسکتا تھا۔ کوسل کا کھلا اجلاس ہوتا تھا جس کے چاروں طرف قبیلے کے دوسرے لوگ کھڑے ہوتے تھے جنہیں بحث میں حصہ لینے اور رائے دینے کا حق ہوتا تھا۔

لیکن فیصلہ کرنا کا اختیار صرف کوسل کو تھا۔ عام قاعدہ یہ تھا کہ ہر شخص جو وہاں پر موجود ہوتا کوسل کو اپنی بات سن سکتا تھا۔ عورتیں بھی کسی اپنی پسند کے ترجمان کے ذریعے سے اپنی رائے ظاہر کر سکتی تھے۔ ایروکواں لوگوں میں آخری فیصلہ صرف اتفاق رائے سے ہو سکتا تھا۔ جرمن مارک کمیونٹی (برادریوں) کے زیادہ تر فیصلوں میں بھی یہی صورت تھی کہ دوسرے قبیلوں کے ساتھ اپنے تعلقات متعین کرنے کا مام خاص طور پر قبیلے کی کوسل کا تھا۔ دوسرے قبیلوں کے سفیر اس کے سامنے حاضر ہوتے اور وہی دوسرے قبیلوں میں اپنے اپنی بھیجتی۔ وہی کوسل جنگ اور امن کا فیصلہ کرتی۔ جنگ چھڑنے پر وہی لوگ لڑنے کے لئے بھیجے جاتے تھے جو خود اپنی رضا مندی سے آگے آتے تھے۔ اصولاً ایک قبیلے کی ان تمام قبیلوں سے جنگ تھی جن کے ساتھ باقاعدہ امن کا معابدہ نہیں تھا۔ ایسے دشمنوں کے خلاف فوجی مہم کی تیاری زیادہ تر چند را ایک ممتاز سا وقت کرتے تھے۔ وہ ایک جنگی رقص کا انتظام کرتے اور جو کوئی اس ناج میں شامل ہوتا تو وہ گویا اس میں شرک ہونے کا اعلان کر دیتا تھا۔ ان لوگوں کو لے کر اسی وقت ایک دستہ بنالیا جاتا اور وہ فوراً کوچ کر جاتا۔ جب قبیلے کے علاقے پر دوسرے لوگ حملہ کرتے تو اسی حفاظت کا کام بھی اسی طرح رضا کاروں کے ذریعے کیا جاتا تھا۔ رضا کاروں کے دشمنوں کی روائگی اور واپسی کے موقع پر بڑی دھوم دھام سے جشن منایا جاتا۔ ان مہموں کے لئے قبیلے کی کوسل کی مظہوری ضروری نہیں۔ سمجھی جاتی تھی، مظہوری نہ تو ماگی جاتی تھی اور نہ دی جاتی تھی۔ ان مہموں کا وہی حال تھا جو جرمن پابند خدمت سپاہیوں کی خیجی جنگی مہموں کا تھا جس کی تفصیل تایت نے بیان کی ہے۔ فرق صرف یہ ہیں کہ جرمنوں میں پابند خدمت سپاہیوں کی حیثیت کم و بیش مستقل سپاہیوں کی سی تھی۔ امن کے زمانے میں بھی ان کا ایک چھوٹا سا مضمبوط دستہ ہوتا تھا جس میں جنگ کے زمانے میں اور رضا کار بھی شامل ہو جاتے تھے۔ ان فوجی دشمنوں میں بہت لوگ نہیں ہوتے تھے امریکی انڈینوں کی نہایت اہم مہموں میں بھی، جن میں انہیں لڑنے کے لئے بہت دور جانا پڑتا تھا، بہت کم لوگ جاتے تھے۔ جب کسی بڑی لڑائی کے لئے ایسے متعدد دستے ایک جگہ جمع ہوتے تو ہر دستہ صرف اپنے ہی سالار کا حکم مانتا تھا۔ جن کے داؤ

یق سالاروں کی کنسل مل کرتیا کرتی تھی تاکہ پوری جگہ ایک ہی داؤ یق کے مطابق لڑی جائے۔ چوتھی صدی میں اپرائی کے المانی لوگوں نے بھی جنگ کا بیبی طریقہ اختیار کیا تھا جس کا حال امیانس مارسیلینس نے بیان کیا ہے۔ (7) بعض قبیلوں میں ایک بڑا سردار ہوتا تھا۔ لیکن اس کے اختیارات بہت محدود تھے۔ وہ بھی ایک سا شام تھا جسے ایسے موقعوں پر جبکہ فوری قدم اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے، عارضی فیصلے کرنے ہوتے تھے۔ لیکن یہ فیصلے اسی وقت تک کے لئے ہوتے تھے جب تک کہ کنسل اپنے اجلاس میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر لیتی۔ یہ ایک ایسا عہدہ دار مقرر کرنے کی کوشش تھی جو قبیلوں پر عمل کراسکے، لیکن یہ نہایت کمزور کوشش تھی جس کا مقصد پوری طرح واضح نہیں تھا۔ اور جیسا کہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا اس کوشش کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ دراصل جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے اگر بھی جگہ نہیں تو زیادہ تر جگہوں میں سب سے بڑا فوجی سالاری ترقی کر کے ایسا عہدہ دار بن گیا۔

امریکہ کے انڈینوں کی بہت بڑی اکثریت کبھی بھی قبائلی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ یہ چھوٹے چھوٹے قبیلے تھے جن میں بہت کم لوگ ہوتے تھے، جن میں آپس میں بڑے بڑے غیر مقبوضہ سرحدی علاقوں کی وجہ سے بہت فاصلہ ہوتا تھا۔ اور جو بیشتر کی ابتدائی جھگڑے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے اور یہ تھوڑے سے آدمی ایک بہت بڑے علاقے میں بکھرے ہوئے تھے۔ عارضی مصلحتوں کی بنیاد پر قرابت دار قبیلوں میں کہیں کہیں اتحاد قائم ہوتا تھا تو وہی خطرے کے گزر جانے کے بعد وہ ختم ہو جاتا تھا۔ لیکن بعض علاقوں میں ایسے قبیلے جو شروع میں قرابت دار تھے مگر آگے چل کر غیر متجدد ہو گئے تھے، پھر پاسیدار و فاقتوں کی صورت میں متجدد ہوئے اور اس طرح انہوں نے قوموں کی تشكیل کی طرف پہلا قدم اٹھایا تھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہمیں اس وفاق کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ صورت ایریکا و اس لوگوں میں ملت ہے۔ ان کا ابتدائی طلن مسی پی کے مغرب میں تھا جہاں غالباً وہ عظیم ڈکٹنامی نسل کا حصہ تھے۔ وہاں سے نکل کر وہ بہت دنوں تک گھومتے پھرتے رہے اور پھر اس علاقے میں آبے جو آج کل نیویارک کی ریاست ہے۔ وہ پانچ قبیلوں میں بیٹے ہوئے تھے: سینیکا، کاٹیوگا، اوونڈاگا، اوونڈاگا اور موہاک۔ وہ چھپلی، شکار کئے ہوئے جانور اور بہت ہی بحمدی قسم کی با غبانی کی پیداوار پر گزر لبر کرتے تھے۔ وہ ایسے گاؤں میں رہتے تھے جو زیادہ تر باڑوں سے گھرے ہوتے تھے۔ ان کی تعداد کبھی بھی بیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوئی۔ ان میں متعدد گن تھے جو پانچوں قبیلوں میں پائے جاتے تھے۔ وہ ایک ہی زبان کی مختلف بولیاں بولتے تھے جو ایک دوسرے سے بہت ملتی تھیں۔ وہ ایک ہی سلسلے کے قطعہ پر رہتے تھے جو پانچوں قبیلوں میں بتا ہوا تھا۔ چونکہ اس علاقے پر انہوں نے ابھی حال میں قبضہ کیا تھا اس لئے قدرتی بات تھی کہ جن لوگوں کو انہوں نے اس جگہ سے ہٹایا تھا ان کے مقابلوں میں آپس میں ان پانچوں قبیلوں میں اتحاد تھا۔ حد سے حد پندرہ ہوئی صدی کی ابتداء میں یہ چیز بڑھ کر ایک "مستقل اتحاد" یا وفاق کی صورت اختیار کر چکی تھی، جسے اپنی اس طاقت کا اتنا گھمنڈ ہوا کہ اس نے فوراً ہی

دوسروں پر چڑھائی شروع کردی اور اپنی طاقت کے ابتدائی عروج کے زمانے میں یعنی 1675 کے لگ بھگ اس نے آس پاس کے بہت بڑے علاقی کو فتح کر لیا اور وہاں کے باشندوں میں کچھ کونکال باہر کیا اور کچھ کو خراج ادا کرنے پر مجدور کیا۔ ان انڈینوں میں جو بریت کے ابتدائی دور سے آئے نہیں بڑھے تھے (جن میں میکسیکو، جدید میکسیکو اور پیرو کے باشندوں کے علاوہ باقی سب شامل تھے) ایروکواں لوگوں کی وفاقی تنظیم سب سے زیادہ ترقی یافتہ سماجی تنظیم تھی۔ اس وفاق کی بنیادی خصوصیتیں یہ تھیں:

(1) مکمل برابری اور قبیلے کے تمام اندر ونی معاملوں میں پوری آزادی کی بنیاد پر پانچ یک جدی قبیلوں میں مستقل اتحاد قائم تھا۔ وفاق کی اصل بنیاد یہی خون کا رشتہ تھا۔ ان پانچ قبیلوں میں تین پدری قبیلے کھلاتے تھے اور آپس میں

ایک دوسرے کے بھائی تھے اور باقی دو پسری قبیلے تھے۔ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے بھائی تھے۔ تین گن سب سے پرانے تھے اور ان کے زندہ نمائندے پانچوں قبیلوں میں موجود تھے۔ اور دوسرے تینوں کے صرف تین قبیلوں میں تھے۔ ان گنوں میں سے ہر ایک کے ممبر پانچوں قبیلوں میں بھائی بھائی سمجھ جاتے تھے۔ بوی ٹھوکی کے فرق کے باوجود زبان کی وحدت اس بات کا اظہار اور ثبوت تھی کہ پانچوں قبیلے ایک ہی نسل سے ہیں۔

(2) وفاق کا انتظامی ادارہ ایک کونسل تھی جس میں پچاس سا شم تھے جن میں ہر ایک کا درجہ اور اعزاز میکسا تھا۔ وفاق سے تعلق رکھنے والی سبھی باتوں پر یہی کونسل فیصلہ کر کرتی تھی۔

(3) جب وفاق قائم کیا گیا تو یہ پچاس سا شم نے عہدہ دار کی حیثیت سے مختلف قبیلوں اور گنوں میں بھیج دیے تھے۔ یہ نیا عہدہ خاص طور پر وفاق کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ جب کبھی کسی سا شم کی جگہ خالی ہوتی تو جس گن سے اس کا تعلق ہوتا، وہ نیا سا شم چن لیتا اور جب چاہتا وہ اسے ہنا دیتا۔ لیکن سا شم کو عہدے پر بٹھانا وفاقی کونسل کا کام تھا۔

(4) یہ وفاقی سا شم اپنے اپنے قبیلے کے بھی سا شم ہوا کرتے تھے اور ان کو قبیلے کی کونسل میں بیٹھنے اور ووٹ دینے کا حق تھا۔

(5) وفاقی کونسل کے سبھی فیصلے اتفاق رائے سے ہوتے تھے۔

(6) قبیلہ وار ووٹ دیا جاتا تھا۔ اس لئے کوئی ایسا فیصلہ کرنے کے لئے جس کی پابندی سب پر لازم ہو، ہر قبیلہ اور اس قبیلے کے تمام کونسل ممبروں کی ممنوعی ضروری تھی۔

(7) پانچوں قبائلی کونسلوں میں سے کوئی بھی اس وفاقی کونسل کا اجلاس بلایا سکتی تھی۔ لیکن وفاقی کونسل آپ اپنا اجلاس نہیں منعقد کر سکتی تھی۔

(8) وفاقی کونسل کے جلسے عام لوگوں کے سامنے ہوتے تھے۔ ایروکواں لوگوں کے کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھنے والا

کوئی آدمی اپنی رائے دے سکتا تھا، لیکن فیصلہ کرنے کا اختیار صرف کونسل کو تھا۔

(9) وفاق کا کوئی باقاعدہ سردار یا انتظامی عہدہ دار نہیں تھا۔

(10) لیکن اس کے دو اعلیٰ جنگلی سردار ہوا کرتے تھے جن کے اختیار اور درجے برابر ہوتے تھے۔ (اس پر نامیں اسی طرح "بادشاہ" اور روم میں دو شیر یا کونسل ہوتے تھے)

یہ تھا وہ تمام سماجی دستور جس کے تحت ایروکواں لوگ چار سو رس سے زیادہ عرصہ تک زندگی بسر کرتے رہے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق مارگن کا بیان کافی تفصیل سے نقل کیا ہے کیونکہ اس سے ہم ایک ایسے سماج کی تنظیم کا مطالعہ کر سکتے ہیں جس میں اس وقت تک ریاست کا وجود نہیں تھا۔ ریاست کے لئے ایک ایسے مخصوص اقتدار عامہ کی ضرورت ہے جو بھیثیت مجموعی ان لوگوں سے علیحدہ ہو چکا ہو جو اس کے تحت رہتے ہیں۔ اور ماوراء نے یہی فطری سمجھداری کا ثبوت دیا جب اس نے یہ کہا کہ جرم مارک کا دستور دار مل ایک خالص سماجی چیز ہے جو ریاست سے بنیادی طور پر مختلف ہے اگرچہ آگے چل کر وہ بڑی حد تک ریاست کی بنیاد کا کام دیتا ہے۔

چنانچہ مورر نے اپنی تمام تصنیفات میں اس بات کی چھان بین کی ہے کہ ما رکوں، گاؤں، بستیوں اور شہروں کے ابتدائی دستوروں سے باہر اور ان کے ساتھ اس تھا اقتدار عامہ کی تدریجی نشوونما کیوں کر ہوئی۔ شایلی امر کیہ کے ائمہ نبیوں کو دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایسا قبیلہ جو ابتدائی میں تھا کیوں کرایک وسیع برا عظم میں پھیل گیا، کیوں کر ایک ایک قبیلہ تقسیم ہوتے ہوئے کئی قبیلوں کا گروہ، اور ایک پوری جاتی بن گیا۔ کس طرح زبانیں تبدیل ہوتی رہیں حتیٰ کہ نہ صرف آپس میں ایک دوسرے کو سمجھنا ناممکن ہو گیا بلکہ ابتدائی وحدت کے تقریباً سارے آثار مرٹ گئے اور کس طرح قبیلے کے اندر ایک ایک گن ٹوٹ کر متعدد گنوں میں بٹ گیا۔ کس طرح پرانی مادری گن آج بھی فریزی کی شکل میں قائم ہیں اور ان قدیم ترین گنوں کے نام آج بھی دور دوستک بکھرے ہوئے قبیلوں میں ملتے ہیں، جن کو ایک دوسرے سے الگ ہوئے عرصہ گزر گیا۔ آج بھی زیادہ ائمہ نبیوں میں گنوں کے لئے بھیڑ یہی اور بھالوکا نام استعمال ہوتا ہے۔ اوپر جس دستور کا ذکر کیا گیا وہ عام طور پر ان سبھی قبیلوں میں پایا جاتا ہے سوائے اس کے کہ بہت سے قبیلے ابھی تک قربت دار قبیلوں کے وفاق کی منزل تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔

لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ایک مرتبہ گن ایک سماجی اکائی بن گیا تو پھر اس کے بعد گن، برادری (فریضی) اور قبیلے کا پورا نظام ناگزیر طور پر.... اس لئے کہ قدرتی طور پر ... اس اکائی سے نشوونما پانے لگا۔ یہ تینوں مختلف درجے کے یک جدی (سکوٹر) رشتہ داروں کے گروہ ہیں۔ ہر گروہ بذات خود مکمل ہے اور خود اپنے معاملات کا انتظام کرتا ہے۔ لیکن ہر گروہ سے باقی دونوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ جن معاملات کے سنجھانے کی ذمہ داری ان پر ہوتی ہے وہ برابریت کے ابتدائی دور کے تمام پہلے معاملات ہیں۔ چنانچہ اگر کہیں ہم یہ دیکھیں کہ گن

سماج کی اکائی ہے تو وہاں ہمیں امید کرنی چاہئے کہ قبیلے کی مذکورہ بالا تنظیم سے ملتی جاتی تنظیم بھی ہوگی۔ اور جہاں کہیں کافی مواد ملے گا جیسا کہ مثال کے طور پر یونانیوں اور رومیوں میں ملا ہے، وہاں ہمیں نہ صرف یہ کہ اس تنظیم کا پتہ چلے گا بلکہ ہمارے اندر یہ اعتماد پیدا ہو گا کہ جہاں کہیں پورا مواد ملے وہاں امریکی سماجی دستور کے موازنے سے ہم نہایت مشکل شہابات اور گھنیوں کو حل کرنے میں مدد لے سکتے ہے۔

اور یہ گن والا دستور اپنی طفلا نہ سادگی میں ایک عجیب و غریب چیز ہے اس کا نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام پاتا ہے جس کے لئے نہ پولیس کے کسی سپاہی کی ضرورت ہے، نفع کی نہ وہاں بادشاہ اور امراہیں، نہ کوئی گورنر اور منصف وغیرہ، نہ وہاں مقدمے چلتے ہیں اور نہ کسی کو قید کی سزا دی جاتی ہے۔ سارے اختلاف اور جھگڑے وہ سب لوگ آپس میں مل کر طے کر لیتے ہیں جس کو اس سے تعلق ہوتا ہے، مثلاً گن یا قبیلہ یا متعدد گن آپس میں مل کر طے کرتے ہیں۔ خون کا بدلہ خون سے بالکل انتہائی صورتوں میں اور وہ بھی محض شاذ و نادرتی لیا جاتا ہے۔

ہمارے یہاں کی سزا نے موت بھی تو اس کی ایک مہذب صورت ہے جس میں تہذیب کی تمام خوبیاں اور خامیاں دونوں جمع ہو گئی ہیں۔ اگرچہ آج کے مقابلہ میں مشترک معاملات زیادہ ہیں..... مثلاً خاتہ داری متعدد خاندانوں کے لوگ مل کر اور کیونشی ڈھنک سے چلاتے ہیں، زمین قبیلے کی ملکیت ہوتی ہے اور صرف چھوٹے چھوٹے باعثے عارضی طور پر الگ الگ گھرانوں کو دے دیتے جاتے ہیں..... پھر بھی ہماری طرح ظلم و نقص کی ایک وسیع اور پیچیدہ مشینری کا وہاں کوئی وجود نہیں۔ جن لوگوں کو کسی معاملے سے تعلق ہوتا ہے وہ اس کو طے کر لیتے ہیں اور زیادہ تر حال یہ ہے کہ صدیوں پرانے رسم و رواج نے پہلے ہی سب کچھ طے کر کے رکھ دیا ہے۔ وہاں کوئی مغل اور محتاج نہیں ہو سکتا کیونکہ کیونٹھی گھرانے اور گن ضیغنوں، مریضوں اور جنگ کے پاپیوں کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کا پورا احساس رکھتے ہیں۔ سب آزاد اور برابر ہیں، اور اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ اس وقت تک غلامی کا کہیں کوئی گز نہیں۔ غیر قبیلے والوں کو اس وقت تک غلام بنانے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ جب اپر کو اس لوگوں نے 1651 کے آس پاس ایریز لوگوں اور "غیر جانب دار قوم" (24) کو فتح کیا تو ان کو انہوں نے برابری کی بنیاد پر اپنے وفاق میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ جب مفتوح لوگوں نے اس سے انکار کر دیا تھی ان کو اس علاقے سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ اور ایسا سماج کس طرح کے مردوں اور عورتوں کے جنم دیتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ گورے جوایسے ائمیں سے مل سکے تھے جو ان کے اثر سے خراب نہیں ہو پائے تھے، وہ سب ان کی خود داری اور وقار نفس، ان کی صاف گوئی، ان کے کردار کی مضبوطی اور ان کی دلیری کے مذاہ تھے۔

اہمی حال ہی میں ہم نے افریقی میں اس دلیری کی مثالیں دیکھیں۔ چند سال پہلے زوال کافروں نے اور ان ہی کی طرح دہ ایک مینے پہلے نو بین لوگوں نے..... جن میں دونوں قبیلوں میں گن کی تنظیم ابھی زندہ ہے... وہ کچھ

کر دکھایا جو کوئی بھی یورپیں فوج نہیں کر سکتی تھی (25)۔ ان کے پاس بندوقیں نہیں تھیں۔ وہ مخفی نیزے اور برچھے لے کر گولیوں کی بوچھار میں آگے بڑھتے رہے اور انگریزی سپاہ کی عسکریوں کی نوک تک بڑھتے چلے آئے اور اس قدر ترقیاب آکر انگریزوں کی بیدل سپاہ میں جوانی مضبوط صاف بندی کے لئے دنیا بھر میں مشہور ہے، انہوں نے بھگڑ مخادی اور کئی بار اسے مار بھگایا۔ یہ سب اس کے باوجود ہوا کہ دونوں کے تھیاروں میں بے انتہا فرق تھا اور زوال کافروں میں فوجی خدمت اور فوجی قواعد کا بالکل رواج نہیں تھا۔ وہ بڑے پھر تسلیے اور مستعد ہوتے ہیں۔ انگریزوں کو یہ شکایت تھی کہ ایک کافر چوبیں گھٹنے میں ایک گھوڑے سے زیادہ چلتا ہے اور زیادہ تیزی سے چلتا ہے۔ ایک انگریز مصور کا کہنا ہے کہ ان کے جسم کے چھوٹے سے چھوٹے عضلات بھی کوڑا بنانے کی مٹی ہوئی رسی کی طرح سخت اور بھرے ہوئے ہیں۔

یہ تھا انسان اور انسانی سماج طبقاتی تقسیم سے پہلے۔ اور اگر ہم ان کی حالت موازنہ آج کل کے متمن لوگوں کی بڑی اکثریت سے کریں تو موجودہ زمانے کے مزدو روں اور چھوٹے کسانوں میں اور قدیم زمانے کے گن کے آزاد لوگوں میں ہمیں بڑا فرق دکھائی دے گا۔

لیکن یہ تصور کا صرف ایک رخ ہے۔ ہمیں بھولنا نہیں چاہئے کہ وہ نظام مرہتا۔ قبیلے کی منزل سے آگے اس کی کوئی نشوونما نہیں ہوئی۔ اور جیسا کہ آگے چل کر دیکھیں گے قبیلوں کے وفاقد نے ہی اس کے زوال کی گھنی بجادی تھی۔ ایر و کواس لوگوں نے دوسروں کو مطیع کرنے کی جو کوششیں کیں ان سے بھی بھی بات ثابت ہوتی ہے۔ جو کچھ قبیلے سے باہر تھا وہ قانون کے احاطے سے باہر تھا۔ جہاں اعلان یہ امن کا معاملہ نہیں ہوا وہاں قبیلے قبیلے میں جنگ تھی اور یہ جنگ ایسی بے رحمی سے لڑی جاتی تھی جو انسان کی خصوصیت ہے اور جس میں وہ تمام دوسرے حیوانوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اس بے رحمی میں کی آگے چل کر مخفی ذاتی مفاد کی خاطر ہوئی۔ جیسا کہ ہم نے امریکہ میں دیکھا گناہ کا دستور جب اپنے عروج پر تھا تب بھی وہ پیداوار کی ایک نہایت غیر ترقی یافتہ حالت پرمنی تھا جس میں بہت تھوڑے سے لوگ ایک نہایت وسیع علاقے میں بکھرے ہوئے تھے۔ اور اس لئے انسان پر خارجی فطرت کا مکمل غلبہ تھا۔ فطرت انسان کے لئے اجنبی، مختلف اور ناقابل فہم چیز تھی۔ اس کے غلبے کی جھلک انسان کے طفلانہ مذہبی تصورات میں ملتی ہے۔ انسان کی دنیا اس کا قبیلہ تھا۔ وہ خود اس کی ذات کے لئے بھی اور اس کی نظر وہ میں باہر والوں کے لئے بھی آخری سرحد تھی۔ قبیلہ، گن اور ان کے ادارے مقدس اور احترام کے قابل تھے گویا وہ کسی بر ترقیت کے مالک تھے جسے فطرت نے کھڑا کر دیا تھا۔ اور فرد اپنے احساسات، خیالات اور اعمال میں بالکل اس کے تابع تھا۔ اس عہد کے لوگ ہمیں نہایت شاندار معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں آپس میں کوئی فرق نہیں دیتا۔ مارکس کے لفظوں میں وہ ابھی تک گویا اولین برادری کی ناف کی ڈوری سے بند ہے ہوئے تھے۔ ان اولین برادریوں کی طاقت کو

توڑنا ضروری تھا، اور وہ توڑی بھی گئی۔ مگر اس کو ایسے اثرات نے توڑا جو میں شروع ہی سے ذلیل اور پست معلوم ہوتے ہیں، جنہوں نے قدیم گن سماج کی سادگی اور اخلاقی عظمت کو برداشت کیا۔ ادنیٰ تین مفادات کا خیال، ذلیل قلم کالائچے، بے رحمانہ نفس پرستی اور عیاشی، کمینگی اور ہوس، بشرطک ملکیت کی خود غرض اعلوٹ، انہیں کے سامنے میں نیا متمدن سماج، طبقاتی سماج، سامنے آتا ہے۔ چوری، عصمت دری، دھوکہ اور فریب یہی سب پرانے، بے طبقہ گن سماج کی جزیں کھوکھلی کرتے اور اس کو تھس نہیں کرتے ہیں۔ اور نئے سماج کی ڈھانی ہزار برس کی تاریخ کا کارنامہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت پر ظلم ڈھا کر اور اس کا خون پی کر ایک چھوٹی سی اقلیت نے اپنے لئے عیش و عشرت کے محل تعمیر کئے۔ اور آج حالت پہلے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

حوالہ جات

- 1- ملاحظہ ہو موجودہ کتاب، صفحہ 20۔ (ایڈیٹر)
 - 2- ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگلز کی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 71۔ (ایڈیٹر)
-

چوتھا باب

یونانی گن

یونانی اور پیلا گلی لوگوں کے درمیان اور ان کے علاوہ کچھ اور لوگوں کے درمیان بھی، جوانی قبیلوں سے نکلتے، ماقبل تاریخی زمانے ہی سے وہی تسلسل اور ترتیب ملتی ہے جسے ہم امریکہ کے قدیم باشندوں میں دیکھ بچے ہیں..... یعنی گن، فریٹری (برادری)، قبیلہ اور پھر قبیلوں کا وفاق، انہی کڑیوں میں ان کا سماج منظم تھا۔ ہو سکتا ہے کہیں کہیں، جیسے مثال کے طور پر ڈورین لوگوں میں، فریٹری نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قبیلوں کا وفاق ہر جگہ پوری طرح نمودار نہ ہوا ہو۔ لیکن گن ہر جگہ سماج کی بنیادی اکائی تھی۔ یونانی جس وقت تاریخ کے اپنے پرمودار ہوئے وہ

تمدن کے دہنیز پر پہنچ چکے تھے۔ یونانیوں اور ان امریکی قبیلوں کے درمیان جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، نشوونما کے وہ بڑے دور پڑتے ہیں کیونکہ سورمائی عہد کے یونانی ایریو کواس لوگوں سے دودو آگے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی گن پر وہ پرانے دیقانوں کی اثرات باقی نہیں رہے تھے جو ایریو کواس لوگوں کے گن پر دکھائی دیتے تھے۔ گروہ دار شادی کے اثرات بہت دھندلے ہو چکے تھے۔ مادری حق کی جگہ پدری حق قائم ہو چکا تھا۔ اور اس طرح ذاتی دولت کے فروع نے گن کے دستور میں پہلی بار رخنہ ڈال دیا تھا۔ پہلے کے بعد قدرتی طور پر دولت ارخنہ بھی پڑا۔ پدری حق قائم ہو جانے کے بعد چونکہ ایک دولتمند لڑکی کا ترکہ اس کے شوہر کو ملے گا (یعنی اس کے گن کے باہر چلا جائے گا) اور اس طرح پورے گن قانون کی بنیاد ہی ٹوٹ جائیں گی، اس لئے ایسی صورتوں میں لڑکیوں کو نہ صرف اس بات کی اجازت دی گئی بلکہ انہیں مجبور کیا گیا کہ وہ گن کے اندر ہی شادی کریں تاکہ گھر کی دولت گھر میں رہے۔

گروٹ کی "تاریخ یونان" کے مطابق ایشترن کے گن کو ایک شیرازے میں باندھنے والے عناصر یہ تھے:

(1) مشترک مذہبی رسیمیں اور ایک خاص دیوتا کے اعزاز میں پچار یوں کے مخصوص حقوق اور اختیارات۔ یہ دیوتا گن کا قدیم مورث اعلیٰ سمجھا جاتا تھا اور اس حیثیت سے اس کا ایک مخصوص لقب تھا۔

(2) مشترک قبرستان (موازنہ کے لئے دیکھئے: دیو سٹھینیز کی کتاب "یو بولا نڈیز")۔

(3) وراثت کے باہمی حقوق۔

(4) کوئی اگر طاقت سے کام لے تو اس کے خلاف ایک دوسرا کی مدد، حفاظت اور حمایت کرنا ہر ایک کا فرض تھا۔

(5) بعض صورتوں میں خاص کر کوئی لڑکی جب یتیم ہو جائے یا وراثت پانے والی ہو تو اس کی شادی گن کے اندر کرنا سمجھو کا باہمی حق اور فرض تھا۔

(6) ملکیت، کم سے کم کچھ صورتوں میں، مشترکہ ہوتی تھی جس کا اپنا آرکوں (مختارک) اور اپنا خدا پنجی ہوتا تھا۔ فریڑی کئی گنوں کو ملک کرنے تھیں۔ اس کے اندر مختلف حصول میں اتنا گمراحتی تھا، پھر بھی وہاں ہمیں اسی طرح کے باہمی حقوق اور فرائض دکھائی دیتے تھے۔ بعض مذہبی رسوم کو وہ ایک ساتھ ادا کرتے تھے۔ فریڑی کے کسی آدمی کے قتل ہو جانے پر قانونی چارہ جوئی کا حق سب کو تھا۔ اس کے علاوہ ایک قبیلے کی تمام فریڑیاں مقررہ عرصے پر بعض مشترک مذہبی رسوم کو ایک سرچیخ کی صدارت میں انجام دیتی تھیں۔ اس سرچیخ کو فاماں بیلیس (قبیلہ کا بزرگوار) کہتے تھے جو امرا (یعنی یو پیریڈیز) میں سے چنا جاتا تھا۔

یہ تو ہوا گروٹ کا بیان۔ اس پر مارکس کہتا ہے کہ یونانی گن میں کوئی بھی وحشی (مثال کے طور پر ایریو کواس) بلا

تال پہچان لیا جائے گا۔ "(1) جب ہم آگے کچھ اور باتوں کا پتہ لگائیں گے تو اس کو پہچانا اور بھی یقینی ہو جائے گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یونانی گن کی کچھ اور بھی خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ وہ یہ ہیں:

(7) نسل پروری حق کے مطابق چلتی ہے۔

(8) گن کے اندر وارثہ عورتوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں کی آپس میں شادی کی سخت ممانعت تھی۔ یہ مشتبہ صورت اور اس کے بارے میں یہ باقاعدہ ہدایت یہ بتاہی ہے کہ پرانا قاعدہ قانون اس وقت تک جاری تھا۔ اس کا ایک اور ثبوت بھی ہے: یہ ایک عام قاعدہ ہے گیا تھا کہ جب کسی عورت کی شادی ہوتی تو وہ اپنے گن کے مذہبی رسم کو ترک کر دیتی اور اپنے شہر کے گن کے مذہبی رسم اختیار کر لیتی۔ اسے شوہر کی فریضی میں شامل کر لیا جاتا تھا۔ اسے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عام طور پر اپنے گن کے باہر شادی کرنے کا قاعدہ تھا۔ دیکھار کس کی ایک مشہور عبارت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ بیکرنے "چاریکیز" میں بھی یہی بات مانی ہے کہ کسی مرد یا عورت کو اپنے گن کے اندر شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

(9) گن میں باہر کے لوگوں کو اپنا لیے کا حق تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ اس شخص کو کسی خاندان کے اندر اپنالیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے لئے ایک باقاعدہ جلسہ عام میں رسم ادا کرنی ضروری تھی۔ لیکن اس اختیار سے بہت کم کام لیا جاتا تھا۔

(10) سرداروں کو منتخب اور معزول کرنے کا اختیار۔ ہم جانتے ہیں کہ گن کا اپنا ایک آرکون (متارکل) ہوتا تھا۔ لیکن یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ یہ عہدہ بعض خاندانوں میں موروثی تھا۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ بربریت کے آخر تک اس عہدے کو تخت کے ساتھ موروثی نہیں بنایا گیا اور ان حالات میں جبکہ ہر گن کے اندر غربیوں اور امیروں کو بالکل مساوی حق حاصل تھا۔ ایسا کیا بھی نہیں جاسکتا تھا۔

گروٹ ہی نہیں بلکہ نیبور، مومن اور قدیم کلا میکی عہد کے سب پہلے کے مورخ بھی گن کے مسئلے کو حل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے اس کی بعض نمایاں خصوصیتوں کا پیغام لگایا تھا مگر گن کو وہ ہمیشہ خاندانوں کا ایک گروہ بیکھتے تھے اور انہوں نے ایسی صورت حال پیدا کر دی جس میں ان کے لئے گن کی نوعیت اور اس کی ابتداء کو سمجھنا ناممکن ہو گیا۔ گن کے دستور کے تحت خاندان کی بھی بھی تنظیم کی اکائی نہیں رہا۔ اور یہ ممکن بھی نہیں تھا کیونکہ شوہر اور بیوی لازمی طور پر مختلف گنوں میں ہوتے تھے۔ گن بیشیت جموئی فریضی کے اندر تھے۔ اور فریضی قبیلے کے اندر تھی۔ مگر جہاں تک خاندان کا تعلق ہے وہ آدھا شوہر کے گن میں آدھا بیوی کے گن میں بٹا ہوا تھا۔ ریاست بھی قانون عامہ میں خاندان کو تسلیم نہیں کرتی اور آج تک اس کا وجود صرف دیوانی کے قانون میں تسلیم کیا گیا ہے۔ تاہم آج تک کی قلمبند تاریخ میں ایک نہایت مہل بات فرض کر لی گئی اور اٹھار ہویں صدی میں تو اس کے خلاف کچھ بولنا بھی جرم سمجھا جانے لگا تھا۔ اور وہ خیال یہ ہے کہ یہ زوجی کا انفرادی خاندان ہی وہ محور ہے جس کے کرد سماج اور ریاست نے رفتہ رفتہ تکمیل پائی ہے۔ حالانکہ یہ انفرادی خاندان تمدن کے عہد سے شاید ہی کچھ پرانا ہو۔

مارکس نے لکھا ہے کہ "مسٹر گروٹ یہ بات بھی دھیان میں رکھیں گے کہ اگرچہ یونانی لوگ اپنے گنوں کا ماحصل دیوالا میں بتاتے تھے لیکن ان کے گن، ان کی دیوالا اور اس کے دیوی دیوتاؤں اور نیم دیوتاؤں سے زیادہ پرانے ہیں اور آخرالذکر تو سب دراصل خود اوان ہی لوگوں کی تجھیں ہیں۔" (2)

مارگن نے گروٹ کی رائے کو ترجیح دی ہے اور ایک ممتاز اور غیر مشتبہ گاہ کی حیثیت سے اس کا حوالہ دیا ہے۔ گروٹ آگے چل کر بتاتا ہے کہ ایتھر کے ہرگن کا نام اس کے کسی مشہور مورث اعلیٰ سے ماخوذ ہوتا تھا۔ سولون کے زمانے سے پہلی تو عام طور پر، اور اس کے بعد اس صورت میں جبکہ کوئی شخص بغیر وصیت کے ہوئے مر جاتا تھا، تب اس کا ترکاس کے گن والوں (gennetos) کو ملتا تھا۔ اگر کوئی شخص قتل ہو جاتا تو پہلے اس کے رشتہ داروں، پھر اس کے گن والوں اور آخر میں اس کی فریڑی کے لوگوں کا حق اور فرض تھا کہ مجرم پر عدالتوں میں مقدمہ چلا کیں۔ "ایتھر کے قدیم ترین قوانین کے بارے میں ہم جو کچھ سنتے ہیں وہ گن اور فریڑی کی تقسیم پر مبنی ہے۔" گن کا ایک مشترک مورث اعلیٰ کی نسل سے ہونا، ایک ایسی پہلی اور گتھی ہے جس سے (بقول مارکس) (3) "تعلیم یا نتیکم نظر وں" کا دماغ چکرا گیا ہے۔ یہ کہنے کو توجہ کہہ گئے، لیکن یہ نہیں بتا سکے کہ علیحدہ اور مختلف خاندانوں سے جن کو شروع میں ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں تھا، گن کیسے بن گئے۔ لیکن یہ تو ان کو کسی نہ طرح ثابت کرنا ہی تھا۔ ورنہ پھر وہ گن کی توجیہ کیا پیش کرتے! الہذا وہ پہنچ الگاظ کے دائے میں گھومتے رہتے ہیں اور اس نفرے سے آگئیں جاتے کہ نسب نام تو یقیناً فرضی ہے لیکن گن ایک حقیقی ہیز ہے۔ اور آخر میں گروٹ کہتا ہے (قوسین کے اندر کے فقرے مارکس کے ہیں):

"سلسلہ نسب کی بات ہمیں بہت کم سائی دیتی ہے کیونکہ عوام کے سامنے اسے محض چند مخصوص متاز اور قابل احترام صورتوں کے سلسلے میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن زیادہ نامور گنوں کی طرح بالکل معمولی گنوں کی بھی اپنی مشترک مذہبی رسیمیں تھیں (کچھ عجیب سی بات ہے، مسٹر گروٹ!) اور مشترک ما فوق الانسانی مورث اعلیٰ اور سلسلہ نسب تھا (بالکل معمولی گنوں کے درمیان کتنی عجیب و غریب بات ہے یہ، مسٹر گروٹ!) اسکیم اور آئینہ میں نیاد (جناب والا، ideal) ہے۔ مگر جرمیں زبان میں carnal _____ جیوانی نہیاں) سکھوں میں ایک ہی تھی۔" (4)

اس پر مارگن کے جواب کا خلاصہ مارکس نے اپنے لفظوں میں یوں کیا ہے: "یک جدی قرابت داری (سکوٹر) کا نظام گن کی ابتدائی شکل کے لئے موزوں تھا..... دوسری قوموں کی طرح یونانیوں میں بھی اس کا وجود تھا ... اس نظام کی وجہ سے علم محفوظ رہا کہ گن کے سب لوگوں میں آپس میں کیا رشتہ ہے۔ یہ ان کے لئے بڑی اہم

بات تھی جس کو وہ اپنے ابتدائی بچپن کے زمانے سے ہی سیکھ لیتے تھے۔ جیسے ہی یک زوجی کا خاندان قائم ہوا یہ بات ختم ہو گئی۔ گن کے نام نے ہی ایک نسب نامہ تیار کر دیا تھا جس کے مقابلے میں یک زوجی کا خاندان بہت معمولی چیز ہوتی تھی۔ یہ نام جن لوگوں کے ساتھ لگا ہوتا تھا، ان کے مشترک سلسلہ نسب کی گواہی دیتا تھا۔ لیکن گن کا نسب نام اتنی دور تک جاتا تھا کہ اس کے ممبروں کے لئے اب یہ ثابت کرنا ممکن نہیں تھا کہ ان میں آپس میں خون کا کیا رشتہ ہے۔ صرف وہی تھوڑے سے لوگ اپنارشته ثابت کر سکتے تھے جن کے مشترک مورث نسبتًا عالی کے زمانے کے تھے۔ نام خود مشترک سلسلہ نسب کا ثبوت تھا اور ان لوگوں کو چھوڑ کر جو باہر سے گن میں اپنائے گئے تھے، اور باقی لوگوں کے لئے وہ ایک طبعی اور پاک ثبوت تھا۔ گروٹ (5) اور نیبور کے کہنے کا مطلب دراصل یہ ہے کہ گن کے لوگوں میں آپس میں یک جدی قرابت نہیں تھی۔ اس انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ گن محض ایک فرضی چیز، محض وابہے کی پیداوار ہو کر رہ جائے گا۔ اس طرح کا خیال محض عینیت پرست سائنس دانوں، یعنی جغرافشین کتابی کیڑوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ چونکہ نسلوں کی سلسلہ بندی، خاص کر یک زوجی کے آغاز کے بعد سے، بہت دور کی چیز ہو گئی ہے اور ماضی کی حقیقت من گھرست قصے کہانیوں کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے، اس لئے ان کم ظروفوں نے یہ نتیجہ نکالا اور اب بھی نکالتے ہیں کہ اس خیالی اور فرضی سلسلہ نسب نے اصل میں گنوں کی تخلیق کی ہے۔

(6) امریکین انڈیونوں کی طرح یہاں بھی فریٹری کی ایک مادری گن تھی جو کوئی دختر گنوں میں بٹ گئی تھی اور ساتھ ہی انہیں محدود بھی کرتی تھی اور اکثر ان سکھوں کا سلسلہ نسب ایک ہی مشترک مورث اعلیٰ سے ملاتی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ گروٹ نے لکھا ہے۔

"ہیکے میں کسی فریٹری کے سب ہم عمر بہروں کا مشترک مورث اعلیٰ سولہ پشت پہلو کا ایک دیوتا تھا۔" اس لئے اس فریٹری کے سب گن آپس میں برادر گن تھے۔ ہومر نے اس وقت بھی فریٹری کو ایک فوجی اکائی بتایا ہے۔ اس کا تذکرہ ہومر کی اس مشہور عبارت میں ہے جہاں نسٹر ایگا ممنون کو مشورہ دیتا ہے کہ، "قیلبوں اور فریٹریوں کے حساب سے فوج کی صفائحی کروتا کہ فریٹری کی مد فریٹری کرے اور قبیلہ قبیلے کی۔" (7) فریٹری کا کوئی شخص اگر قتل کر دیا جائے تو قاتل کو سزا دلو اور اس کا حق بھی تھا اور اس کا فرض بھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ پہلے زمانے میں فریٹری کا ایک کام خونی انتقام لینا بھی تھا۔ اس کے علاوہ اس کی مشترک عبادت گاہیں اور نمی ہی تھوڑے ہوتے تھے۔ آریوں کا پرانا روایتی دھرم فطرت کی پوجا کرنا تھا اور اس سے یونانیوں کی ساری دیومالا کا ارتقا دراصل گنوں اور فریٹریوں کی بدولت اور انہیں کے اندر ہوا۔ فریٹری کا ایک سردار بھی ہوتا تھا (جس کو فریٹریا کس کہتے تھے)۔ اور دی کولاٹنے کی رائے ہے کہ ہر فریٹری کی سچائیں ہوتی تھیں جن کے فیصلوں پر عمل کرنا لازمی ہوتا تھا۔ ایک عدالت اور نظم و نسق کا حکمہ ہوتا تھا۔ بعد کے زمانے میں ریاست نے بھی اگرچہ گن کو نظر انداز کر دیا تھا مگر کچھ سرکاری کام

فریٹری کے لئے چھوڑ دیئے تھے۔

متعدد قرابت دار فریٹریوں سے مل کر قبیلہ بنتا تھا۔ ایک میں چار قبیلے تھے جن میں ہر ایک میں تین فریٹریاں تھیں اور ہر فریٹری میں تین گن تھے۔ قبیلوں، فریٹریوں اور گنوں کی اس باقاعدہ اور مفصل تقسیم کو دیکھ کر بھی خیال ہوتا ہے کہ اس نظام کی تشکیل تو خود بخوبی تھی مگر بعد میں اس میں سوچ سمجھ کر اور باقاعدہ داخل اندازی کی گئی۔ پونانی تاریخ میں اس کا کوئی سرانجام نہیں ملتا کہ یہ بات کب، کیسے اور کیوں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود یونانیوں نے جس زمانے تک کی یادِ محفوظ رکھا ہے، وہ سورمائی عہد سے پچھے نہیں جاتا۔

نبتاً ایک چھوٹے سے علاقے میں یونانیوں کی سنجان آبادی بھی ہوئی تھی۔ بولیوں کا اختلاف امریکہ کے وسیع جگہوں میں جتنا بڑھ گیا تھا، اتنا یونانیوں یہ نہیں ہوا۔ تاہم یہاں بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ محض ایک ہی بولی بولنے والے قبیلے ایک بڑی شیرازہ بندی میں متعدد ہوئے۔ اور چھوٹے سے ایک کی بھی اپنی ایک خاص بولی تھی جو وہ گے چل کر یونانی نشر کے لئے عام زبان بن کر چھاگئی۔

ہومر کی رزمیہ نظموں میں ہم پاتے ہیں کہ یونانی قبیلے میں کرچھوٹی چھوٹی چھوٹی جاتیاں بن گئیں۔ لیکن ان جاتیوں کے دائرے کے اندر گنوں، فریٹریوں اور قبیلوں نے اپنی آزادی برقرار رکھی۔ وہ دیواروں سے گھرے ہوئے شہروں میں رہنے لگے تھے۔ موشیوں کے رویڑ بڑھے، کھیت بنا کر کاشت کئے جانے لگے اور دستکاری کی ابتدا ہوئی تو ساتھ ساتھ آبادی بھی اور پھر دولت کا فرق بھی پیدا ہوا جس کی وجہ سے جمہوریت کے اس قدیم نظام میں جس کی فطری طور پر نشوونما ہوئی تھی امر اکا طبقہ پیدا ہو گیا۔ یہ چھوٹی چھوٹی جاتیاں سب سے اچھی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لئے اور لوٹ کے مال کی خاطر بھی، برابر ایک دوسرے سے برس پیکار رہتی تھیں۔ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا رواج عام ہو چکا تھا۔

ان قبیلوں اور چھوٹی جاتیوں کا دستور یہ تھا:

(1) مستقل اقتدار ایک کونسل (bulé) کے ہاتھ میں تھا جس میں شروع میں غالباً گنوں کے سردار ہوا کرتے تھے۔ لیکن جب آگے چل کر ان کی تعداد بہت بڑھ گئی تو یہ کونسل گنے چلنے لوگوں میں سے بننے لگی۔ اسے امر اکی ایک جماعت کو بڑھنے اور تقویت پانے کا موقع ملا۔ دیوانی سینس صاف لکھتا ہے کہ سورمائی عہد کی کونسل امر (kratistio) پر مشتمل تھی۔ اہم سوالوں پر کونسل کا فیصلہ آخری سمجھا جاتا تھا۔ سکلیس کے یہاں تھیپر کی کونسل نے ایک فیصلہ کیا جس پر عمل کرنا ضروری تھا۔ وہ فیصلہ یہ تھا کہ ایکو کلیز کی تجہیز و تکفین شان و شوکت سے کی جائے اور پونیس کی لاش کتوں کے آگے ڈال دی جائے۔ (8) آگے چل کر جب ریاست وجود میں آئی تو اسی کونسل کو مینٹ بنا دیا گیا۔

(2) عوامی اسمنی (agora)۔ ایروکواں لوگوں میں ہم دیکھے چکے ہیں کہ مرد عورت سب کو نسل کے اجالس کے باہر چاروں طرف دائرہ بنانے کا کھڑے ہو جاتے تھے اور بحث میں باقاعدہ حصہ لیتے اور فیصلوں پر اثر انداز ہوتے تھے۔ ہومر کے زمانے کے یونانیوں میں یہ چیز جس کو، اگر ہم قدیم ہرمن قانونی اصطلاح کا استعمال کریں تو (Umstand) ام اسٹانڈ (9) کہہ سکتے ہیں، ایک مکمل عوامی اسمنی بن چکی تھی۔ قدیم زمانے کے جرمنوں میں بھی یہی ہوا تھا۔ اہم مسائل طے کرنے کے لئے کو نسل اس اسمنی کا اجالس بلاتی تھی جس میں ہر مرد کو بولنے کا حق تھا۔ فیصلہ ہاتھاٹھا کر (جیسا کہ "اسکلیس نے" ملتی "میں لکھا ہے) یا زبانی اعلان کے ذریعے بھی کیا جاتا تھا۔ اسمنی ہی تمام اختیارات کی مالک تھی۔ اس کے اوپر کوئی نہیں تھا۔ شومان نے اپنی کتاب "یونان کے قدیم آثار" (10) میں لکھا ہے کہ

"جب کبھی کسی ایسے مسئلے پر بحث ہوتی جس کو عمل میں لانے کے لئے عوام کے تعاون کی ضرورت پڑے تو ہومر کہیں بھولے سے بھی نہیں کہتا کہ لوگوں کو ان کی مرضی کے خلاف مجبور کیا جاتا تھا۔" اس زمانے میں جبکہ قبیلہ کا ہر بالغ شخص ایک جنگجو سپاہی تھا کوئی ایسا ریاستی اقتدار نہیں تھا جو عوام سے الگ ہوا اور جس کو اس کے خلاف کھڑا کیا جا سکتا ہو۔ قدیم جہوریت اپنے شباب پر تھی اور کو نسل اور بسلیکس کے اختیارات اور ان کی حیثیت کا اندازہ لگانے میں اس بات کو دھیان میں رکھنا ضروری ہے۔

(3) فوجی سالار (basileus)۔ اس سوال پر مارکس نے لکھا ہے کہ "ایروپ کے فلسفی جو خود زیادہ تر بادشاہوں کے پیدائشی خادم ہیں۔ بسلیکس کو آج کل کے مفہوم میں بادشاہ بنانے کا پیش کرتے ہیں۔ یا کنی (امریکی) جہوریت پسند مارگن اس پر اعتراض کرتا ہے۔ بڑے طنز لیکن بڑی چاچائی کے ساتھ چاپلوسی گلیدیشن اور اس کی کتاب "شاب عالم" (11) کے بارے میں مارگن کہتا ہے:

"مسٹر گلیدیشن نے اپنے پڑھنے والوں کے سامنے سورمائی عہد کے یونانی سرداروں کو بادشاہ اور شہزادہ بنانے کا کر پیش کیا اور ان میں شریف زادوں کی خصوصیتوں کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن گلیدیشن صاحب کو یہ بانے پر مجبور ہونا پڑا کہ یونانیوں میں اگرچہ جیھانی (یعنی بڑے لڑکے کے ہقدار ہونے) کا رواج باقاعدہ خاصی حد تک تو ضرور ہے لیکن بہت اچھی طرح واضح نہیں ہے۔" (12)

یق تو یہ ہے کہ مسٹر گلیدیشن نے خود بھی یہ بات محسوس کی ہو گی کہ بڑے لڑکے کے ہقدار ہونے کا یہ اتفاقی نظام اگر خاصی حد تک واضح ہے مگر بہت اچھی طرح واضح نہیں ہے تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا۔

ہم دیکھے چکے ہیں کہ جہاں تک عہدوں کے موروثی ہونے کا تعلق ہے، ایروکواں اور دوسرے انڈین قبیلوں

میں سرداروں کے عہدوں کا کیا حال تھا۔ چونکہ تمام عہدہ دار زیادہ تر گن کے اندر سے ہی پہنچتے تھے، اس لئے اس حد تک یہ عہدے گن کے اندر پڑھتی یا موروثی ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ قاعدہ ہو گیا کہ کوئی جگہ خالی ہوتی تو وہ اس شخص کو متی تھی جو گن کے حساب سے پرانے عہدہ دار کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوتا تھا۔ یعنی وہ عہدہ پرانے عہدہ دار کے بھائی کو یا بہن کے لڑکے کو ملتا تھا۔ یہ قاعدہ اسی وقت توڑا جاتا تھا جب ایسے کرنے کی کوئی مناسبت وجہ ہوتی۔ یونان میں چونکہ پدری حق قائم تھا اس لئے بیلینیس کا عہدہ زیادہ تر پرانے بیلینیس کے لڑکے کو یا اس کے متعدد لڑکوں میں سے کسی ایک کو ملتا تھا۔ لیکن اس بات سے صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ عام طور پر باپ کی جگہ اس کے کسی لڑکے کو پہنچتے تھے۔ اس سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ عام انتخاب کے بغیر ہی باپ کا عہدہ بیٹے تو فنا نماں جاتا تھا۔ یہاں ہمیں ایک لوگوں میں اور یونانیوں میں گنوں کے اندر شرق اور امراء کے مخصوص خاندانوں کی پہلی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اور یونانیوں میں تو یہ مستقبل کی موروثی سرداری یا پادشاہت کی پہلی جھلک تھی۔ اس لئے ہمیں یہ مان کر چنانا چاہئے کہ یونانیوں میں بیلینیس کو یا تو عوام پہنچتے تھے یا کم سے کم عوام کی تسلیم کردہ جماعت ... کو نسل یا اگوارا کی منتظری لی جاتی تھی جیسا کہ رومنی "بادشاہ" (rex) کے سلسلے میں ہوتا تھا۔

"ایلیڈ" میں سورا ماؤں کا حکمران ایگامونوں، یونانیوں کے سب سے بڑے بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ایسی وفاتی فوج کے سب سے بڑے سالار کی حیثیت سے سامنے آتا ہے جو ایک شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ اور جب یونانی لوگ آپس میں جھگڑنے لگتے ہیں، تب اؤڈیلینیس اس مشہور لگڑے میں اس کی اسی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: بہت سے فوجی سالاروں کا ہونا اچھا نہیں ہے۔ ہمارا ایک ہی سپہ سالار ہونا چاہئے، وغیرہ (بعد میں اس میں وہ حصہ بھی جوڑ دیا گیا جس میں عصائے شاہی کا ذکر ہے)۔ (13) یہاں اؤڈیلینیس اس بات پر لیکھ رہے ہیں دے رہا ہے کہ حکومت کس طرح کی ہوئی چاہئے بلکہ اس بات کا مطالبہ کر رہا ہے کہ میدان جنگ میں سب سے بڑے سالار کی پہاڑیوں پر عمل کرنا چاہئے۔ ٹرائے کے سامنے یونانی محض ایک فوج کی شکل میں آتے ہیں۔ لیکن ان کی مجلس (agora) کی کارروائی کافی جبھوڑی ڈھنگ سے ہوتی ہے: جب اکیلیں تھفون یعنی جنگ کے مال غیمت کے بنوارے کا ذکر کرتا ہے تو وہ کبھی بھی ایگامونوں یا کسی دوسرے بیلینیس کے ذریعے نہیں بلکہ ہمیشہ ایکیلینیس کے بیٹوں "یعنی عوام کے ذریعے اس کو تقسیم کراتا ہے۔ اگر کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ "زیوس کی اولاد" ہے یا "زیوس نے اس کو پالا پوسا" ہے تو اس سے کوئی خاص بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ہر گن کسی نہ کسی دیوتا کی اولاد ہوتا ہے چنانچہ اس شخص کا گن زیوس کی نسل سے ہے۔ یہاں تک کہ سوروں کی دیکھ بھال کرنے والے ایکیلینیس اور دوسرے غلام بھی "دیوتاؤں کی نسل" سے (theioiایا dioi) مانے جاتے ہیں۔ اس کا ذکر ہمیں "اوڈیسی" تک میں ملتا ہے اور اس لئے یہ "ایلیڈ" سے بہت بعد کے زمانے کی چیز ہے۔ اسی طرح ہم

"اوڈیسی" میں یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مولیوں نامی رقیب کو اور دیودوکس نام کے گانے والے نایبا شاعر کو بھی heros (ہیروس) یعنی سورما کہا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ یونانی مصنفوں ہومر کی نام نہاد بادشاہت کے لئے جس لفظ basileia کو استعمال کرتے ہیں (کیونکہ فوجی رہنمائی ہی اس کی خصوصیت حاصل ہے)، پیسلیا کو نسل اور عوامی اسمبلی کے ساتھ مل کر محض ایک فوجی جمہوریت ہوتی ہے، اور کچھ نہیں۔" (مارکس) (14)

فوجی ذمہ داریوں کے علاوہ پیسلیس کو کچھ پوہنچ اور کچھ عدالتی ذمہ داریاں بھی ادا کرنے پڑتی تھیں۔ عدالتی ذمہ داریاں بہت صاف نہیں تھیں۔ لیکن پوہنچ کا کام وہ اپنے قبیلے کے یامتد قبیلوں کے وفاق کے سب سے اعلیٰ نمائندے کے ہیئت سے انجام دیتا تھا۔ اس کی نظم و نقش کی ذمہ داریوں کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیسلیس اپنے عہدے کے بدولت کو نسل کامبر ہوتا تھا۔ علم خواکے قاعدے کی رو سے "پیسلیس" کا ترجمہ جرمن لفظ "Konig" بالکل صحیح ہے کیونکہ لفظ "Kuning" (Kuning) یا Kunne سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں گن کا سردار۔ لیکن قدیم یونانی پیسلیس کو لفظ "Konig" (بادشاہ) کے موجودہ مفہوم سے کوئی نسبت نہیں۔ تھیوسیدیز توقدیم basileia کو صاف صاف patrike کہتا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ گن سے نکلا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ پیسلیا کی خصوص اور اس لئے محدود ذمہ داریاں ہوتی تھیں۔ اور اس طور کا کہنا ہے کہ سورمائی عہد میں پیسلیا آزاد شہریوں کی رہنمائی کرتا تھا اور پیسلیس فوجی سالار، قاضی اور بڑا پروہت ہوا کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ بعد کے زمانے میں حکومت کا جو مطلب ہو گیا، وہی کوئی طاقت پیسلیس کے ہاتھ میں نہیں تھی۔ (15)

اس طرح سورمائی عہد کے یونانی سماجی دستور میں جہاں ہم ایک طرف یہ پاتتے ہیں کہ پرانا گن نظام اب بھی اتنے ہی زورو شور سے جاری ہے، وہاں ساتھ ہی ہمیں اس کے زوال کی ابتدا بھی دکھائی دیے گئی ہے۔ اس عہد میں پدری حق مانا جانے لگا ہے اور باپ کی وراشت اس کے بچوں کو ملنے لگی ہے جس سے خاندان ان کے اندر دولت جمع کرنے کا رجحان بڑھتا ہے اور گن کے مقابلے میں خاندان کے طاقت بڑھتی ہے۔ کچھ لوگوں کے پاس کم اور کچھ کے پاس زیادہ دولت ہو جانے کا سامان کے دستور پر اثر پڑتا ہے اور پہلی بار موروثی شرفا اور بادشاہت کی داغ بیل پڑتی ہے۔ غلامی کی ابتدا ہوتی ہے، جو پہلے جنگ کے قیدیوں تک محدود تھی لیکن جو قبیلے کے اندر اور خود اپنے گن کے اندر کے لوگوں کو غلام بنانے کا راستہ صاف کرنے لگی تھی۔ پرانے زمانے میں مختلف قبیلوں میں جنگ ہوا کرتی تھی، اب اس کی جگہ مولیشوں، غلاموں اور دولت کو لوٹنے کے لئے زمین اور پانی کے راستے جملے کئے جانے لگے۔ روزی حاصل کرنے کا یہ ایک باقاعدہ ذریعہ بن گیا۔ مختصر یہ کہ دھن دولت کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت سمجھا جانے لگتا ہے اور دولت کی اس جگہی لوث کو جائز قرار دینے کے لئے پرانے گن سماج کے اداروں اور رواجوں کو توڑ

مژو رکر پیش کیا جاتا ہے۔ اب صرف ایک چیز کی کمی تھی: کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا جو نہ صرف افراد کی نیچی حاصل کی ہوئی ذاتی ملکیت کو گن کے نظام کی کمیوٹی روایات سے بچا سکے، جونہ صرف ذاتی ملکیت کو، جو کہ پہلے زیادہ قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھی جاتی تھی، قابل احترام قرار دے اور اس حرمت اور تقاض کو انسانی سماج کا اعلیٰ ترین مقصد قرار دے، بلکہ جو ملکیت حاصل کرنے کے اور دولت میں برابر تیزی سے اجادہ کرتے رہنے کے نت نے ابھر نے والے طریقوں پر قبول عام کی مہربھی لگا دے، جونہ صرف سماج میں نئی پیدا ہونے والی طبقاتی تقسیم کو مستقل بنادے۔ بلکہ ملکیت والے طبقوں کے ہاتھوں ملکیت سے محروم طبقوں کے استھصال (exploitation) کے حق کو اور محروم طبقوں پر ملکیت والے طبقوں کی حکومت کو پاکندار بھی بنائے۔

اور یہ ادارہ بھی آپنچا۔ ریاست (state) ایجاد ہو گئی۔

حوالہ جات

- 1۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگریزی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 134۔ (ایڈیٹر)
- 2۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگریزی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 136۔ (ایڈیٹر)
- 3۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگریزی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 137۔ (ایڈیٹر)
- 4۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگریزی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 138۔ (ایڈیٹر)
- 5۔ مارکس کی تحریر میں گروٹ کے بجائے دوسری صدی کے یونانی عالم پولوکس کا نام۔ جس کے حوالے اکثر گروٹ کے بیہاں ملتے ہیں۔ (ایڈیٹر)
- 6۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگریزی دستاویزات" جلد 9، صفحات 138-139۔ (ایڈیٹر)
- 7۔ ہومر "ایلیڈ" گیت دوم۔ (ایڈیٹر)
- 8۔ ایسکلیس "تحمیز کے خلاف سات اشخاص۔" (ایڈیٹر)
- 9۔ ام اسٹاٹ کے معنی ہیں چاروں طرف کھڑے ہونے والے لوگ۔ (ایڈیٹر)

10-Schoemann G. F; "Griechische Alterthumer", Bd. I, Berlin,
1855, S.27۔

11-Gladstone W.E; "Juventus Mundi. The Gods and Men of the
Heroic Age ", chap. ii, London. 1869۔

- 12۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور ایتھنگر کی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 143۔ (ایڈیٹر)
- 13۔ ہومر "ایلیڈ" گیت دوم۔ (ایڈیٹر)
- 14۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور ایتھنگر کی دستاویزات" جلد 9، صفحات 144-145۔ (ایڈیٹر)
- 15۔ یونانی پیسلینیس کی طرح ایز تک لوگوں کے فوجی سالار کو کبھی غلط ڈھنگ سے موجودہ مفہوم کے مطابق بادشاہ کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔

اپین والوں نے شروع میں چیزوں کو غلط سمجھا اور ان کے متعلق مبالغہ آرائی سے کام لیا اور بعد میں تو وہ جان بوجھ کر چیزوں کو توڑ مرور کر پیش کرنے لگے۔ تاریخی نقطہ نظر سے مارگن نے ہی سب سے پہلے اسپنیوس کی روپرٹوں کی تقیدی جائزہ لیا۔ اس نے بتایا کہ میکسیکو کے باشندے بربریت کے درمیانی دور میں تھے۔ لیکن وہ نہ میکسیکو کے پونکلو اندز یونوں کے مقابلے میں زیادہ اونچی سطح پر تھے۔ اور ان کا دستور، جہاں تک مخت شدہ روپرٹوں سے قیاس کیا جاسکتا ہے، مجموعی طور پر کچھ اس طرح کا اپنا باغگوار بنا لیا تھا، وفاقی حکومت ایک وفاقی کونسل اور ایک وفاقی سالار کے ہاتھ میں تھی۔ اسی وفاقی فوجی سالار کو اپین والوں نے "شہنشاہ" بنار کھا تھا۔

پانچواں باب

ایتھنر میں ریاست کا ظہور

ریاست کا ارتقا کیکنر ہوا، نئے اداروں کے قائم ہونے کی وجہ سے کیونکر گن دستور کے کچھ ادارے بدلتے گئے اور کچھ مٹ گئے اور آخر میں کس طرح سارے پرانے اداروں کی جگہ پر صحیح معنی میں سرکاری حکام آگئے اور دوسری طرف "ہتھیار بند عوام" کی جگہ، جو خود اپنے گنوں، فریڑیوں اور قبیلوں کے ذریعے اپنی حفاظت کیا کرتے تھے، ہتھیار بند "سرکاری طاقت" قائم ہوئی جو ان حکام کے اشاروں پر چلا کرتی تھی اور اسی باعث جس سے عوام کے خلاف کبھی کام لیا جاسکتا تھا..... یہ تمام باتیں خاص کراپے ابتدائی دور میں ہتنی صفائی کے ساتھ ایتھنر میں دیکھی جا

سکتی ہیں، اتنی صفائی کے ساتھ اور کہیں نہیں دیکھی جا سکتیں۔ یہ تبدیلیاں کیسے ہوئیں، اس کو بحیثیت مجموعی مارگن بتا چکا ہے۔ ان کی تہہ میں کون سی اقتصادی حقیقت کام کر رہی تھی، یہ خود مجھے اضافہ کرنا پڑا ہے۔

سورماںی عہد میں ایچنر والوں کے چار قبیلے ایک کے الگ حصول میں بے ہوئے تھے۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن بارہ فریٹریوں کو لے کر یہ چار قبیلے بنے تھے، وہ بھی لکیردپس کے بارہ شہروں میں الگ الگ رہتی تھیں۔ سبھی جگہ وہی سورماںی عہد کا دستور قائم تھا: عوامی اسمبلی، عوامی کونسل اور پیلسیس۔ اس قدیم زمانے میں، جہاں تک لکھی ہوئی تاریخ نہیں لے جاتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ زمین لوگوں میں بانٹی جا پچکی ہے اور وہ لوگوں کی ذاتی ملکیت بن گئی ہے۔ اور یہ بات اس سے مطابقت رکھتی ہے کہ اس زمانے میں، بربریت کے آخری دور کے ختم ہوتے ہوئے جنس تبادلہ کی پیداوار اور اس کی تجارت نسبتاً ترقی کر چکی تھی۔ انانج کے علاوہ شراب بنانے کے لئے انگور اور تیل نکالنے کے لئے تاہم کی بھی کھینچ ہونے لگے تھے۔ بیکرہ آنکھیں کے راستے جو تجارت ہوتی تھی وہ فونٹیشنیں لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر زیادہ سے زیادہ ایک کے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ رہی تھی۔ زمین کی خرید و فروخت اور کھینچ اور دستکاری، تجارت اور جہاز رانی کے درمیان برا بر قسم محنت کے بڑھتے رہنے کی وجہ سے گنوں، فریٹریوں اور قبیلوں کے ممبر جلدی ہی آپس میں گھلنے ملنے لگے۔ جن طلبوں میں پہلے ایک فریٹری یا قبیلے کے لوگ رہا کرتے تھے، وہاں اب نئے لوگ پہنچ گئے جو اسی ملک کے باشندے ہوتے ہوئے بھی ان قبیلوں یا فریٹریوں کے ممبر نہیں تھے اور اس نئے جو خودا پی بودو باش کی جگہوں میں بھی تھے۔ وجہ تھی کہ اس کے زمانے میں ہر فریٹری اور ہر قبیلہ خودا پی معاملوں کا انتظام کرتا تھا اور ایچنر میں بیٹھنے والی عوامی کونسل یا پیلسیس سے کوئی مشورہ نہیں لیتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ کسی فریٹری یا قبیلے کے علاقے میں رہنے والے وہ لوگ جو ان دونوں میں سے کسی کے مہر نہ ہوں، نظم و نقش میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔

اس سے گن دستور کے مختلف اداروں کے باقاعدہ کام میں غلط پڑنے لگا۔ اور سورماںی عہد میں ہی اس بات کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی کہ کسی طرح اس گڑ بڑا کو دور کیا جائے۔ چنانچہ ایک نیا دستور بنایا گیا۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے ٹھیسیس نے تیار کیا تھا۔ اس تبدیلی کی بڑی خصوصیت تھی کہ ایچنر میں ایک مرکزی ادارہ نظم و نقش قائم کیا گیا۔ مطلب یہ کہ کچھ ایسے معاملے جن کا انتظام ابھی تک قبیلے خودا زادی کے ساتھ کرتے تھے، اب سب قبیلوں کے اجتماعی یا مشترک معاملے قرار دیجے گئے اور انہیں ایچنر کی عام کونسل کے سپرد کر دیا گیا۔ امریکہ کے انہیں ترقی کی جس منزل تک پہنچے تھے، ایچنر کے باشندے اس سے ایک قدم آگے بڑھ گئے: پڑوئی قبیلوں کے سادہ وفاق کے بد لے اب سارے قبیلے آگے بڑھ کر ایک جاتی کے روپ میں گھل مل گئے۔ اس سے ایچنر کے عام قانون کا ایک پورا نظام تیار ہو گیا جو قبیلوں اور گنوں کے قانونی رواجوں سے زیادہ اونچی حیثیت سے بعض حقوق

اور بعض مزید قانونی تاختات حاصل ہو گئے تھے جو اس علاقے میں کام آسکتے تھے جو ان کے اپنے قبیلے کا نہیں تھا۔ لیکن گن دستور کی جڑ کھودنے کی طرف یہ پہلا قدم تھا کیونکہ بعد میں اسی کی بنیاد پر ایسے لوگوں کو بھی شہری بنایا گیا جن کا ایکا کے کسی بھی قبیلے سے تعلق نہیں تھا اور جو ایمنز کے گن دستور کے دائرے سے بالکل باہر تھے اور باہر ہی رہے۔ گن، فریٹری اور قبیلے کے فرق کو بھلا کر، تین طبقوں میں تقسیم کر دیا: یو پیٹری یڈیز یعنی امراء اور شرافا کا طبقہ، جیوموروئی یعنی زمین کی کاشت کرنے والے لوگ اور ڈیمی ارجی یعنی دستکار۔ سرکاری عہدہ دار بننے کا حق صرف امراء اور شرافا کو دیا گیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ امراء اور شرافا کے لئے سرکاری عہدوں کو مخصوص کردینے کے علاوہ اس نئی تقسیم کا اور کوئی اشتبہی ہوا کیونکہ اس نے مختلف طبقوں کے درمیان کوئی اور قانونی امتیازات نہیں پیدا کئے۔ لیکن اس کے باوجود یہ قیم بہت اہم ہے کیونکہ اس سے تمیں ان نئے سماجی عناصر کا پہنچانا ہے جو اس دوران میں خاموشی کے ساتھ ابھرائے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گنوں میں عہدوں پر چند خاندانوں کے لوگوں کے تقریباً رواج بڑھ کر ان خاندانوں کا مخصوص حق بن چکا تھا اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ خاندان جو اپنی دولت کی وجہ سے کافی طاقتور ہو چکے تھے، اپنے گنوں کے باہر ایک باقدار طبقے کی صورت متحف ہونے لگے تھے۔ اور جوئی ریاست جنم لے رہی تھی اس نے اقتدار کے اس غصب کو جائز فرمادیا۔ پھر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کاشنکار اور دستکار کے درمیان محنت کی تقسیم اتنی مضبوط ہو چکی تھی کہ اس نے گنوں اور قبیلوں کی پرانی تقسیم کی برتری کو سماجی طور پر کمزور کر دیا تھا۔ اور آخر میں، اس سے صاف طور پر یہ پہنچتا تھا کہ گن سماج اور ریاست میں ایسا اضداد ہے جو کوئی حل نہیں ہو سکتا۔ ریاست قام کرنے کی اس پہلی کوشش کا مطلب یہ تھا کہ گن کے ممبروں کو ایک اعلیٰ طبقے اور ایک ادنیٰ طبقے میں تقسیم کر کے گن کا شیرازہ منتشر کر دیا گیا اور ادنیٰ طبقے کو پھر کاشنکاروں اور دستکاروں کے دو الگ الگ طبقوں میں بانٹ کر انہیں ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کر دیا گیا۔

اس کے بعد سے سولوں کے زمانے تک ایمنز کی سیاسی تاریخ پوری طرح معلوم نہیں ہے۔ پیسیس کا عہدہ رفتہ رفتہ بیکار ہو گیا۔ اور آرکون (مختارک) شرافی میں سے چنے جاتے تھے۔ ریاست کے صدر بن گئے۔ امراء اور شرافا کی حکومت بر ابر بڑھتی گئی حتیٰ کہ 600 قبل مسیح تک وہ ناقابل برداشت ہو گئی۔ عام لوگوں کی آزادی کا گلا گھونٹنے کے دوزر یعنی تھے، ایک زر یعنی روپیہ اور دوسرے سود خوری۔ شرافا زیادہ ترا ایمنز میں اور اس کے آس پاس رہتے تھے اور وہاں سمندری تجارت سے اٹھنی کاروبار کے طور پر کبھی کبھار کی سمندری قوتوں سے، دولت بٹور رہے تھے اور ساری نقد دولت اپنے ہاتھوں میں جمع کرتے تھے۔ اس زمانے سے دیکی برادریوں کی قدیم روایتی زندگی کو جو فطری معيشت پر مبنی تھی، زر کا بڑھتا ہوا نظام تیزاب کی طرح کھانے لگا۔ گن دستور زر کے نظام سے قطعی کوئی میل نہیں کھاتا۔ جیسے جیسے ایکا کے چھوٹے چھوٹے کسان اقتصادی حیثیت سے برباد ہوتے گئے، ویسے ویسے گن

دستور کے وہ بندھن بھی ڈھیلے پڑتے گئے جو پہلے ان کا تحفظ کرتے تھے۔ ایقنز کے باشندوں نے اس زمانے تک رہن کاررواج بھی شروع کر دیا تھا۔ اور مہاجن کی ہندی اور رہن نامہ نہ تو گن کا احترام کرتے تھے جس اور نہ فریڑی کا۔ پرانا گن دستور زر، ادھار اور نقطہ قرض سے ناواقف تھا۔ اس لئے شراف کی لگاتار بڑھتی ہوئی زر کی حکومت نے ایک نئے قانون کو جنم دیا جو قرضدار سے مہاجن کی حفاظت کرتا تھا اور روپے کے مالک کو چھوٹے سان کے استھان کی اجازت دیتا تھا۔ میں نیارواج تھا۔ ایک کے دیہاتی علاقے میں رہن کی تختیوں کا جال بچ گیا۔ ان پر لکھا ہوتا تھا کہ جس زمین پر تختی گلی ہے وہ اتنے روپے کے عوض فلاں آدمی کے یہاں رہن رکھ دی گئی ہے۔ جن کھیتوں میں ایسی تختیاں نہیں تھیں اس میں سے زیادہ تر رہن کی معیاد ختم ہو جانے کی وجہ سے یا سودہ ادا کرنے کی وجہ سے فروخت ہو چکے تھے اور سودخور شریف زادوں کی ملکیت بن چکے تھے۔ کسان کو اگر لگان دینے والے کاشنکار کی حیثیت سے رہنے دیا جاتا تو وہ اپنے کو بہت خوش قسم سمجھتا تھا۔ وہ اپنی محنت کی پیداوار کے ایک چھٹے حصے پر خود گزارہ کرتا اور چھی میں پانچ حصے مالک کو لگان کے طور پر ادا کر دیتا تھا۔ میں نہیں، جو زمین رکھی گئی تھی، اس کی فروخت سے اگر مہاجن کا پورا روپیہ ادا نہیں ہوتا تھا اگر ایسا قرض ہوتا تھا جس کے بدلتے میں کوئی چیز گردی نہیں رکھی گئی تو قرضدار کو مہاجن کا روپیہ ادا کرنے کے لئے اپنے بچوں کو بدیں میں غلام بنا کر بچنا پڑتا تھا۔ یا اپنے باتھوں اپنی اولاد کو پتھر ڈالتا تھا۔ پدری حق اور یک زوجی کا پہلا متبیجہ ہی انکا۔ اور اگر خون چھوٹے والا مہاجن اس سے بھی مطمئن نہیں ہوتا تھا تو وہ خود قرضدار کو غلام کی طرح پتھر سکتا تھا۔ ایقنز کے لوگوں میں تدن کی خنگلوار ٹھنگ کا آغاز ایسی ہوا تھا۔

پہلے جب لوگوں کی زندگی کے حالات گن دستور کے مطابق تھے، جب اس طرح کا انقلاب ناممکن تھا۔ لیکن اب یہ انقلاب ہو گیا اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ اتنی بڑی تبدیلی کیسے ہو گئی۔ آئیے، کچھ دیر کے لئے پھر ایروودوس لوگوں کے پتچ لوٹ چلیں۔ جیسی حالت ایقنز کے باشندوں میں آپ ہی آپ اور گویا بغیر کچھ کئے ہی، اور بے شک ان کی خواہش کے خلاف پیدا ہو گئی ویسی حالت کا ہم ایروکواس لوگوں میں تصور تک نہیں کر سکتے۔ وہاں ذرائع زندگی کی پیدائش کا طریقہ جو سال یہ سال ایک ساہی رہتا تھا اور جس میں کوئی بھی تبدیلی نہیں ہوتی تھی، ایسا تھا جس میں ایسی کٹکاش کبھی پیدا نہیں ہو سکتی تھی جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اسے باہر سے سماج پر ٹھونسا گیا ہے۔ پیداوار کے اس طریقے میں امیر اور غریب کا اختلاف یا استھان کرنے والوں اور کئے جانے والوں کا تضاد نمودار نہیں ہو سکتا تھا۔ ایروکواس لوگ ابھی فطرت کے مالک نہیں بن پائے تھے لیکن فطرت نے ان کے لئے جو حد مقرر کر دی تھی، اس کے اندر وہ اپنی پیداوار کے مالک تھے۔ کبھی کبھی ان کے چھوٹے چھوٹے باغپوں میں اچھی فعل نہیں ہوتی تھی۔ کبھی کبھی ان کی جھیلوں اور ندیوں میں مچھلیاں اور ان کے جنگلوں میں شکار کے جانور اور پرندے ختم

ہو جاتے تھے۔ مگر ان باتوں کے علاوہ انہیں یہ معلوم رہتا تھا کہ ان کے روزی کمانے کے طریقے کا کیا پھل ہو گا۔ اس کا پھل یہی ہو سکتا تھا کہ زندگی پس کرنے کے وسیلے حاصل ہوں، کبھی فراوانی کے ساتھ اور کبھی کم۔ لیکن اس کا پھل یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ سماج میں بے ساختہ افراطی بچ جائے اور بڑی بڑی تبدیلیاں ہو جائیں، گن دستور کا شیرازہ پھر جائے، گنوں اور قبیلوں کے ممبروں میں پھوٹ پڑ جائے اور وہ باہم دیگر مختلف طبقوں میں بٹ کر آپس میں لڑنے لگیں۔ پیداوار بہت محدود دارے میں ہوتی تھی، لیکن پیداوار کرنے والوں کا اپنے پیدا کئے ہوئے مال پر قبضہ ہوتا تھا۔ عہد برابریت کے طریقہ پیداوار کی یہ ایک بڑی خوبی تھی جو تمدن کے آتے ہی ختم ہو گئی۔ اور فطرت کی قتوں پر انسان کو جو زبردست قدرت حاصل ہو گئی ہے اور انسانوں میں آج جو آزاد تعاون ممکن ہے، اس کی بنیاد پر عہد برابریت کی پیداوار کی اس خصوصیت کو پھر سے حاصل کرنا ہی آنے والی نسلوں کا کام ہے۔

یونانیوں میں ایسی حالت نہیں تھی۔ جب مویشیوں کے ریوڑ اور عیش و آرام کے سامان کچھ افراد کی خوبی ملکیت بن گئے تب افراد کے درمیان چیزوں کا تبادلہ ہونے لگا اور پیداوار جنس تبادلے یا بکاؤ مال بن گئی۔ آگے چل کر جو سارا انقلاب ہوا اس کی جڑ میں یہی چیز تھی۔ پیدا کرنے والے چونکہ اب اپنی پیداوار کو خود خرچ نہیں کرتے تھے اور وہ تبادلے کے ذریعے ان کے ہاتھ سے نکل جاتی تھی، اس لئے اپنی پیداوار پر خود ان کو کوئی اختیار نہیں رہ گیا تھا۔ اب انہیں یہ پختہ نہیں رہتا تھا کہ ان کی پیداوار کیا ہوا اور ان بات کا امکان پیدا ہو گیا کہ پیداوار ایک روز اپنے پیدا کرنے والوں کے خلاف استعمال کی جاسکے اور وہ ان کے انتحصار اور ان پر ظلم کا ایک تھیار بن جائے۔ لہذا جو سماج افراد کے درمیان ہونے والے تبادلے کو بنندیں کرتا، وہ بہت دنوں تک خود اپنے پیداوار کا مالک نہیں رہ سکتا اور اپنے پیداواری عمل کے سماجی تینجوں پر قابو نہیں رکھ سکتا۔

ایتھر کے ہاشمدوں کو جلد ہی یہ پتہ چل گیا کہ انفرادی تبادلے کے شروع ہونے اور پیداوار کے جنس تبادلہ بن جانے کے بعد کتنی تیزی کے ساتھ پیداواری خود پیدا کرنے والے پاپے حکومت قائم کر لیتی ہے جس تبادلہ کی پیداوار کے ساتھ ساتھ انفرادی کھیتی بھی شروع ہو گئی۔ لوگ الگ الگ اپنے فائدے کے لئے زمین جو متین لگے۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد زمین پر انفرادی ملکیت قائم ہو گئی۔ پھر زریا روپیہ لینی وہ چیز آگئی جس کا دوسرا سمجھی چیزوں کے ساتھ تبادلہ ہو سکتا تھا۔ لیکن جب انسانوں نے زر کو ایجاد کیا تب انہوں نے یہ راجھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایک نئی سماجی طاقت کو، ایک ایسی عالمگیر طاقت کو وجود میں لارہے ہیں جس کے سامنے پورے سماج کو جکنا پڑے گا۔ یہی طاقت اپنے پیدا کرنے والوں کی خواہش یا واقفیت کے بغیر اچانک پیدا ہو گئی تھی، جس کے شباب کے پورے جیوانی کس بل ایتھر والوں کو جھیلنے پڑے۔

لیکن پھر کیا کیا جاتا؟ پرانی گن تنظیم زر کی فاتحانہ آمد کرو کئے میں ناکام ثابت ہوتی تھی۔ یہی نہیں وہ اس

قابل بھی نہیں تھی کہ زر، مہاجن، قرضدار اور فرخوں کی زبردستی وصولی جیسی چیزوں کو اپنے نظام میں جگہ دے سکتے۔ لیکن نئے سماجی قوت وجود میں آپنی تھی اور نہ لوگوں کی پاک خواہشوں میں اور نہ ان کی پرانے شہری دور کو پھر سے اونٹالانے کی تمناؤں میں اتنی طاقت تھی کہ وہ زر اور سودخوری کو سماج سے نکال باہر کر دیتیں۔ اس کے علاوہ گن دستور میں کتنی بھی چھوٹی موٹی دراڑیں بھی پڑھ کی تھیں۔ ایکا کے ہر کونے میں گنوں اور فریبیریوں کے مجرم آپس میں گھل مل رہے تھے۔ ایقینز میں یہ بات خاص طور سے دیکھنے میں آرہی تھی اور پشت در پشت یہ چیز بڑھتی ہی جاری تھی جنانکہ ایقینز والوں کو اپنی زمین میں تو گن کے باہر بیچنے کی اجازت تھی مگر وہ اپنے رہائشی مکانات کو گن کے باہر نہیں نہ سکتے تھے۔ صنعت و حرفت اور تجارت کی ترقی کے ساتھ ساتھ پیداوار کی مختلف شاخوں میں، جیسے ہیئت، دستکاری اور مختلف پیشوں کے اندر متعدد قسم کے ہنر، تجارت، جہاز رانی وغیرہ میں محنت کی تقسیم نے اور بھی ترقی کی۔ اب لوگ اپنے اپنے پیشوں کے مطابق، پہلے کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ واضح گروہوں میں بٹ گئے تھے اور ہر گروہ کے کچھ ایسے نئے مشترک مفاد پیدا ہو گئے تھے جن کے لئے گن میں یا فریبیری میں کوئی گنجائش نہیں تھی اور اس لئے ان کی دیکھ بھال کرنے کے لئے نئے عہدہ داروں کو مقرر کرنا ضروری تھا۔ غلاموں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی اور اس ابتدائی حالت میں بھی وہ ایقینز کے آزاد شہریوں سے تعداد میں کہیں زیادہ ہوں گے۔ گن دستور شروع میں غلامی کے روایج سے ناواقف تھا اور اس لئے وہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جانتا تھا جس کے ذریعے غلاموں کی اس کثیر تعداد کو دبا کر رکھا جاسکے۔ اور آخری بات یہ ہے کہ تجارت کی کوشش سے بہت سے اجنبی ایقینز میں آ کر بس گئے تھے کیونکہ وہاں دھن دوست کیا آسان تھا۔ اور پرانے دستور کے مطابق ان اجنبیوں کو نہ تو کوئی حق حاصل تھا اور نہ قانون کی طرح ان کی حفاظت کرتا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کے ساتھ پرانی روایتی رواداری برقراری جاتی تھی پھر بھی وہ عام لوگوں کے درمیان ایک پریشان کن اور اجنبی عنصر بنے ہوئے تھے۔

محض یہ کہ گن دستور کا خاتمه تقریب تھا۔ سماج روز بہ روز اس کی حدود سے آگے نکلا جا رہا تھا۔ اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ اس کی آنکھوں کے سامنے جو نہایت تکلیف دہ برائیاں پیدا ہو رہی تھیں، ان کو دور یا کم کر سکے۔ لیکن اسی دوران میں، خاموشی کے ساتھ ریاست کا ظہور ہو چکا تھا۔ پہلے شہر اور دیہات کے درمیان اور پھر شہر سے صنعت و حرفت کی مختلف شاخوں کے درمیان محنت کی تقسیم ہو جانے سے جو نئے گروہ بن گئے تھے، انہوں نے اپنے مفاد کی حفاظت کرنے کے لئے نئے ادارے قائم کر لئے تھے۔ طرح طرح کے سرکاری عہدے قائم ہو گئے تھے۔ اور اس کے علاوہ نو خیز ریاست کو سب سے زیادہ ایک فوج کی ضرورت تھی جو ایقینز کے باشندے کے لئے، جو سمندر میں جہاز رانی کرتے تھے، شروع میں بھری فوج ہی ہو سکتی تھی جو کبھی کبھی ہونے والی چھوٹی موٹی لڑائیوں کے اور تجارتی جہازوں کی حفاظت کرنے کے کام آسکے۔ سلوان سے پہلے کسی غیر متعین زمانے میں چھوٹے چھوٹے

علاقائی شعب بنا دیئے گئے تھے جنہیں نوکری کہا جاتا تھا۔ ہر قبیلے میں بارہ نوکری ہوتے تھے اور ہر نوکری کے لئے ضروری تھا کہ وہ ایک جگہ جہاز کو ساز و سامان اور سپاہیوں سے لیس کرے اور اس کے علاوہ وہ دو گھوڑے سواروں کا بندوست کرے۔ اس انتظام سے گن دستور پر دو طرح کی چوٹ پڑتی تھی۔ ایک تو اس سے ایک ایسی پہلک طاقت پیدا ہوئی تھی جو اب تمام ہتھیار بنڈوام کی مترادف نہیں رہی تھی۔ دوسرا، امور عامہ کے لئے عوام کو پہلی بارخون کے رشتہوں کی بنیاد پر نہیں بلکہ علاقے کے مطابق، بودو باش کی مشترک جگہ لیتی ایک ہی جگہ بے ہوئے ہونے کی بنیاد پر، الگ الگ بانٹ دیا گیا تھا۔ آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ اس کا کیا مطلب تھا۔

عوام جن کا احتصال کیا جاتا تھا، انہیں چونکہ گن دستور سے کوئی مدد نہیں مل پاتی تھی اس لئے اب وہ صرف نئی ابھرنے والی ریاست سے ہی کچھ امید کر سکتے تھے۔ اور ریاست نے سولوں کے دستور کی شکل میں ان کی مدد کی اور ساتھ ہی اس کے ذریعے سے پرانے دستور کی اہمیت گھٹا کر اپنالپہ اور بھی بھاری کر لیا۔ ہمیں یہاں اس سے تعلق نہیں کہ سولوں کی 594 قبل مسح کی اصلاحات کس طرح ظہور میں آئی تھیں۔ مگر اس نے ملکیت پر دست درازی کر کے ان انقلابوں کا سلسلہ شروع کر دیا جو سیاسی کھلاتے ہیں۔ ابھی تک جتنے بھی انقلاب ہوئے ہیں، ان سب کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرح کی ملکیت کی دوسری طرح کی ملکیت سے حفاظت کریں۔ اور ایک طرح کی ملکیت کی حفاظت وہ دوسری طرح کی ملکیت پر حملہ کئے بغیر نہیں کر سکتے تھے۔ فرانس کے انقلاب عظیم میں بورژوا ملکیت کو بچانے کے لئے جا گیرا انہ ملکیت کو قربان کر دیا گیا۔ سولان کے انقلاب میں قرضداروں کی ملکیت کو فائدہ پہنچانے کے لئے مہاجنوں کی ملکیت کو نقصان پہنچانا پڑا۔ قرضوں کو سیدھے سیدھے منسوخ کر دیا گیا۔ مفصل واقفیت ہمیں نہیں ہے لیکن سولان نے اپنی نعمتوں میں بڑے فخر کے ساتھ کہا ہے کہ ان نے رہن ناے کی تختیاں کھیتوں سے ہٹوادیں اور ان سب لوگوں کو اپنے ڈلن لوٹ جانے کا موقع دیا ہے جو قرض کی بدولت گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے یا جو غیر ملکوں میں قیچی دیئے گئے تھے۔ یہ بات ملکیت کے اختیارات پر کھل عام چوٹ کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اپنی بات یہ ہے کہ جو سیاسی انقلاب کہے جاتے ہیں، پہلے سے لے کر آخر تک، ان سب کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرح کی ملکیت کی حفاظت کرنے کے لئے دوسری طرح کی ملکیت کو ضبط کریں۔ جن کو چوری کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اس لئے یا ایک باقابل انکار صداقت ہے کہ کچھ سوبرس سے ذاتی ملکیت کی حفاظت کرنے کے لئے ملکیت کے حقوق اور اختیاروں کو رومندا جا رہا ہے۔

لیکن اب اس بات کی بھی تدبیر کرنی تھی کہ ایتھر نزے آزاد شہریوں کو دوبارہ غلام نہ بنایا جاسکے۔ شروع میں اس کے لئے کچھ عالم ڈھنگ کے قدم اٹھائے گئے۔ مثال کے لئے ایسے اقران ناموں پر روک لگادی گئی جن میں خود قرضدار کوہن یا گروی رکھ دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک حد طے کردی گئی جس سے زیادہ زمین کسی کے پاس نہیں

ہو سکتی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ امرا میں کسانوں کی زمین پر قبضہ کرنے کی ہوں پر کسی حد تک تو پابندی لگائی جائے۔ اس کے بعد دستوری ترمیمیں (Verfassung) کی گئیں جن میں ہمارے لئے سب سے زیادہ اہم یہ ہیں:

کونسل کے ممبروں کی تعداد بڑھا کر چار سو کروڑی گئی۔ ہر قبیلے سے سو ممبر کونسل میں رہے۔ چنانچہ اس معاملے میں قبیلہ ہی کو بنیاد مان لیا گیا۔ لیکن پرانے دستور کی سبی ایک بات تھی جسے نئی ریاست کے دستور میں قائم رکھا گیا تھا۔ باقی باتوں میں سلوان نے شہر یوں کوان کی زمین اور اس کی پیداوار کی مقدار کی بنیاد پر چار طبقوں میں بانٹ دیا تھا۔ پہلے تین طبقوں میں وہ لوگ رکھے گئے تھے جن کی زمین سے کم سے کم پانچ سو، تین سواوڑ یا ہر سو میڈ منی (medimni) اتناج پیدا ہوتا تھا (ایک مید منی تقریباً 41 لتر کے برابر ہوتا ہے)۔ جن لوگوں کے پاس اس بھی کم زمین تھی یا بالکل نہیں تھی، انہیں چوتھے طبقے میں رکھا گیا تھا۔ سرکاری عہدوں پر صرف پہلے تین طبقوں کے لوگوں کو ہی مقرر کیا جا سکتا تھا۔ سب سے اوپرے عہدے پہلے طبقے کے لوگوں کو ملتے تھے۔ چوتھے طبقے کو صرف عوامی اسیبلی میں بولنے اور ووٹ دینے کا حق تھا۔ لیکن تمام عہدوں دار اسی اسیبلی میں پنچ جاتے تھے۔ اسی کے سامنے وہ اپنے کاموں کے لئے جواب دہ تھے، سارے قانونی بھی اسیبلی یا اسیبلی یا اسیبلی میں اکثریت چوتھے طبقے کے لوگوں کی تھی۔ شراف کے طبقے کے مخصوص اختیارات کو کسی حد تک دولت کے اختیارات کی شکل میں دوبارہ قائم کر دیا گیا تھا لیکن فیصلہ کن طاقت عوام کے ہاتھوں میں رہی۔ فوج کوئئے سرے سے منظم کرنے میں بھی انہیں چار طبقوں کو بنیاد بنا لیا گیا۔ پہلے دو طبقوں سے سوار فوج کے لوگ لئے جاتے تھے۔ تیسرا طبقے کو زورہ بند پیدل فوج کا کام کرنا پڑتا تھا۔ اور چوتھے طبقے کو اتو معمولی پیدل فوج کا کام کرنا پڑتا تھا جس کے پاس زورہ بکریوں میں ہوتے تھے یا انہیں سمندری فوج میں بھرتی کر دیا جاتا تھا۔ چوتھے طبقے کے لوگوں کو شاید اس کام کی اجرت بھی دی جاتی تھی۔ اس طرح دستور میں ایک نئے عنصر کا اضافہ ہو گیا تھا اور وہ عنصر تھا، ذاتی ملکیت۔ شہریوں کے حقوق اور فرائض زمین کی ملکیت کی بنیاد پر ملے کئے گئے اور جیسے جیسے ملکیت والے طبقوں کا اثر بڑھتا گیا، ویسے ویسے پرانے، یک جدی خون کے رشتؤں (سکوت) کی بنیاد پر بننے ہوئے گروہ پیس مظہر میں پڑ گئے۔ گن دستور کو ایک اور شکست ہوئی۔

لیکن ملکیت کے مطابق سیاسی حقوق کی درجہ بندی ریاست کے لئے کوئی لازمی چیز نہیں تھی۔ ریاست کی دستوری تاریخ میں اس کی جو بھی اہمیت ہو، لیکن بہت سی ریاستیں اور ان میں بھی سب سے زیادہ ترقی یافتہ ریاستیں اس قسم کی درجہ بندی کے بغیر ہی کام چلاتی تھیں۔ ایئنہ میں بھی اس کی اہمیت عارضی تھی۔ اسٹانڈیز کے زمانے سے تمام عہدوں سے بھی طرح کے شہریوں کو ملنے لگے تھے۔

اگلے 80 برسوں میں ایکٹنر کے سماج نے وہ راستہ اختیار کر لیا جس پر جل کر آئندہ کئی صدیوں تک اس کا ارتقا ہوتا رہا۔ سلوون سے پہلے کے زمانے میں سودخور جس طرح زمین پر قبضہ کر لیا کرتے تھے، اس پر روک لگائی گئی، اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ لوگوں کے پاس بہت زیادہ زمین اکٹھا ہونے سے روکی گئی۔ تجارت اور دستکاری اور طرح طرح کے منافع بخش ہمراور فن اہم پیشے بن گئے جن کی بنیاد غلاموں کی محنت تھی اور جو زیادہ بڑے پیانے پر منظم کئے جا رہے تھے۔ سماج میں تعییم اور روشن خیالی کو ترقی ہوئی۔ خود اپنے شہری بھائیوں کا پرانے بھیان طریقے سے استھان کرنے کے بجائے، ایکٹنر کے باشندے زیادہ تراپنے غلاموں کا اور اپنے غیر ملکی گاہوں کا استھان کرنے لگے۔ مقولہ جانیدیاد، یعنی وہ دولت جو زر نقد، غلام اور جہاز کی شکل میں تھی، برابر بڑھتی گئی۔ لیکن پہلے زمانے میں، باوجود اس کی تمام حدوادار خامیوں کے، اگر دولت محض زمین خریدنے کا ایک ذریعہ تھی، تو اب دولت جمع کرنا خود ایک مقصد بن گیا۔ ایک طرف تو اس سے نیا، دولت مند، صنعتی اور تجارتی طبقہ، شرفا کے طبقے کی پرانی طاقت کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے لگا تھا اور دوسرا طرف پرانے گن و ستور کی آخری بنیاد بھی ختم ہو گئی۔ اس طرح پرانے گن، فریثریاں اور قبیلے جن کے ممبر سارے ایکا میں مکھرے ہوئے ہوئے تھے اور آپس میں گھل مل گئے تھے، سیاہی اداروں کی حیثیت سے بالکل بے کار ہو گئے۔ ایکٹنر کے بہت سے شہری کسی بھی گن کے ممبر نہیں تھوہ بدیسوں سے آئے ہوئے لوگ تھے جو شہری تو بن گئے تھے مگر ان پرانے اداروں میں شریک نہیں ہوا پائے تھے جو یک جدی قرابت (سکوٹری) کی بنیاد پر بنے تھے۔ اس کے علاوہ غیر ملکوں سے آئے ہوئے ایسے لوگوں کی تعداد بھی برابر بڑھتی جا رہی تھی جنہیں صرف سرپرستی حاصل تھی۔ (26)

اس دوران میں مختلف پارٹیوں کی جدوجہد جاری رہی۔ شرفا کا طبقاً پے مخصوص اختیارات کو پھر سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور کچھ دنوں کے لئے اس کا غالباً قائم بھی ہوا۔ لیکن (509ق۔ م۔ میں) کلاسھیز کے انقلاب نے نہیں اکھاڑ پھینکا، اور ان کے ساتھ ساتھ گن و ستور کے آخری بچے کچھ آثار بھی مٹ گئے۔

کلاسھیز نے اپنے نئے دستور میں گنوں اور فریثریوں کی بنیاد پر بننے ہوئے پرانے چار قبیلوں کا کوئی خیال نہیں رکھا۔ ان کی جگہ ایک بالکل نئی تنظیم نے لے لی جس میں شہریوں کو صرف ان کی بودو باش کی جگہ کی بنیاد پر بانی گیا تھا، جیسا کہ پہلے نوکریوں کے ذریعے کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اب فیصلہ کن بات یہ نہ تھی کہ کوئی شخص کس یک جدی (سکوٹری) گروہ کا رکن ہے بلکہ فیصلہ کن بات یہ تھی کہ وہ کس علاقے کا رہنے والا ہے۔ اب لوگوں نہیں بلکہ علاقوں کو تقسیم کیا گیا۔ سیاسی اعتبار سے اب لوگوں کی اہمیت صرف یہ تھی کہ وہ کسی علاقے سے وابستہ تھے۔

پورا ایکا ایک سونو دعویٰ قصبات یا بلدیوں میں بانٹ دیا گیا۔ نہیں دیم کہا جاتا تھا۔ ہر دیم کے شہری (دیمیوت) اپنا ایک ملکھیا (دیمارک)، ایک خزانچی اور چھوٹے چھوٹے معاملوں کو طے کرنے کے لئے تیس فتح منصب

کرتے تھے۔ ہر دیم کے شہر یوں کا اپنا الگ مندر اور دیوتا یا ہیروس (heros) ہوتا تھا، جس کے پچار یوں کو چنانجا تا تھا۔ دیم میں اقتدار اعلیٰ دیموتوں کی اسمبلی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ مارگن نے صحیح کہا ہے کہ یہ امریکہ کے خود حکومتی بلدی نظم و نسل "Local self Government" کی ہی دوسری شکل تھی۔ موجودہ ریاست اپنے ارثنا کی آخری منزل پر پہنچ کر اسی کا کمی پر ختم ہو جاتی ہے، جس کے ساتھ ایتنزر میں ریاست کا آغاز ہوا تھا۔

ان دس اکائیوں (دیموں) کو ملا کر ایک قبیلہ بنتا تھا۔ مگر یہ قبیلہ پرانے گن دستور کے مطابق بنے ہوئے قبیلے (Geschlechtsstamm) سے بالکل مختلف تھا اور مقامی قبیلہ (Ortsstamm) کہلاتا تھا۔ یہ مقامی قبیلہ اپنی حکومت آپ چلانے والا ایک سیاسی گروہ ہی نہیں تھا بلکہ ایک فوجی گروہ بھی تھا۔ وہ ایک فیلارک (1) یعنی قبیلے کا سردار چلتا تھا جو سوار فوج کا کمانڈر ہوتا تھا، ایک نیکسیارک چلتا تھا جو پیدل فوج کا کمانڈر ہوتا اور ایک اسٹریٹی جوں چلتا تھا جو اس پوری فوج کا، جو اس قبیلے کے علاقے میں بھرتی کی جاتی تھی، کمانڈر ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ہر قبیلہ پانچ جنگی جہاز، ان کو چلانے والے جہازی سپاہی اور کمانڈر مہماں کرتا تھا۔ ہر قبیلہ کو ایک اینٹی دیپتا یعنی ہیروس دے دیا گیا تھا جس کے نام سے قبیلہ جانا جاتا تھا اور جو اس قبیلہ کی حفاظت کرتا تھا۔ اور آخری بات یہ کہ یہ مقامی قبیلہ ایتنزر کی کوئی نسل کے کئے پچاس ممبر چلتا تھا۔

کل ملا کر جو چیز بنی، وہ تھی ایتنزر کی ریاست۔ اس کی حکومت پانچ سو آدمیوں کی ایک کوئی نسل چلاتی تھی۔ جس کو دس قبیلے چنتے تھے۔ حکومت کا مکمل اختیار اس سے بھی اوپر عوامی اسمبلی کو تھا جس میں ایتنزر کا ہر شہری شریک ہو سکتا اور ووٹ دے سکتا تھا۔ حکومت کے مختلف شعبوں اور عدالتوں کا کام آرکون اور دوسرے عہدہ دار کیا کرتے تھے۔ ایتنزر میں ایسا کوئی عہدہ دار نہیں تھا جو اعلیٰ ترین انتظامی اقتدار کا ملک ہو۔

اس نے دستور کے ذریعے اور بہت سے زیر اثر لوگوں (Schutzverwandter) کو جن میں سے کچھ باہر سے آئے ہوئے تھے اور کچھ ایسے غلام تھے جنہیں آزاد کر دیا گیا تھا، شہر یوں میں شامل کر کے گن دستور کے اداروں کو امور عامہ کے دائرے سے ختم کر دیا گیا۔ وہ اب تھی غیر سرکاری ادارے اور مذہبی جماعتیں بن کر رہ گئے۔ لیکن ان کا اخلاقی اثر، قدیم گن دستور کے زمانے کے روایتی خیالات اور تصورات، بہت دنوں تک زندہ رہے اور رفتہ رفتہ بہت دنوں میں مٹے۔ ریاست کے ایک بعد کے ادارے میں یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوئی۔

ہم یہ دیکھ لیں کہ ریاست کی ایک ضروری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا اقتدار عامہ ہے جو عام لوگوں سے الگ ہوتا ہے۔ اس زمانے میں ایتنزر میں صرف ایک عوامی فوج اور ایک جہازی ہیرسٹا جن کے لئے براہ راست عوام میں سے ہی لوگوں کو بھرتی کیا جاتا تھا اور عوام ہی ان کو ہتھیاروں اور ساز و سامان سے لیس کرتے تھے۔ یہی فو جیس دشمنوں سے ملک کی حفاظت کرتی تھیں اور غلاموں کو دبائے کرتی تھیں۔ اس زمانے تک غلام آبادی کی

اکثریت بن چکے تھے۔ شہریوں کے لئے شروع میں اس اقتدار عامہ کا وجود محض پولیس کی شکل میں تھا۔ پولیس انہی بھی پرانی چیز ہے جتنی پرانی ریاست۔ یہی وجہ ہے کہ اٹھارہویں صدی کے بھولے بھالے فرانسیسی لوگ متمند تو موس کا نہیں بلکہ پولیس کے ذریعہ منظم قوموں (nations polices) کا ذکر کرتے تھے۔ اس طرح انہی ریاست قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ایمپریز کے باشندوں نے اپنی پولیس بھی بناؤالی جس کو تیرکمان سے لیں پیدا اور سوار پا ہوں کا دستہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ جنوبی جمنی اور سوئزر لینڈ کی زبان میں کہا جائے تو ایمپریز والوں نے اپنی لینڈ جاگر (Landjager) بناؤالی تھی۔ اس پولیس کے سپاہی سب غلاموں میں سے تھے۔ ایمپریز کے آزاد شہری پولیس کے کام کو اتنا بھی سمجھتے تھے کہ ایک تھبیار بند غلام کے ہاتھوں تو گرفتار ہونا انہیں پسند تھا مگر یہ پسند نہیں تھا کہ خود اس نفرت انگیز کام کو کریں۔ یہ قدم گن والی ذہنیت کا ہی اظہار تھا۔ پولیس کے بغیر ریاست قائم نہیں تھی کہ ایک ایسے پیشے کو یعنی پولیس کے کام کو جسے قدیم گن والے لوگ حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، عزت کا کام بنا سکتی۔

اس طرح ریاست کا ڈھانچہ اور اس کے نمایاں نقش مکمل ہو چکے تھے۔ وہ ایمپریز کے باشندوں کی نئی سماجی حالت میں لئی مناسب اور موزوں چیز تھی وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ اس کے قائم ہونے کے بعد دولت، تجارت اور صنعت و حرفت کو بڑی تیزی سے ترقی ہوئی۔ اب جس طبقاتی تضاد پر سماجی اور سیاسی ادaroں کی بنیاد تھی، وہ شرافا اور عام لوگوں کا تضاد تھا بلکہ غلاموں اور آزاد شہریوں کا، غلاموں اور شہریوں کا تضاد تھا۔ جب ایمپریز اپنی دولت اور خوش حالی کے عروج پر تھا، تب اس کے آزاد شہریوں کی کل تعداد جس میں عورتیں اور مردوں کی تعداد 365000 تھی اور زیارت لوگوں کی تعداد جس میں غیر ملکوں سے آئے ہوئے لوگ اور آزاد کے ہوئے غلام دونوں شامل تھے 45000 تھی۔ اس طرح ہر باغ مرد شہری پر کم سے کم اٹھارہ غلام اور وہ سے زیادہ زیر اشتراک تھے۔ غلاموں کی اتنی بڑی تعداد کی وجہ یہ تھی کہ ان میں سے بہت سے لوگ کارخانوں میں کام کرتے تھے۔ وہاں بڑے بڑے کمروں میں بہت سے غلاموں کو ایک جگہ جمع ہو کر اور سیر یا ناظر کی نگرانی میں کام کرنا پڑتا تھا۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی کے ساتھ ساتھ چند آدمیوں کے ہاتھوں میں زیادہ سے زیادہ دولت جمع ہوتی تھی۔ زیادہ تر آزاد شہری غربی اور افلاس کے گڑھے میں گر گئے۔ ان کے سامنے دو ہی راستے تھے: یا تو دستکاری کا کام شروع کریں اور اس طرح غلاموں کی محنت کا مقابلہ کریں جو کہ آزاد شہریوں کی شان کے خلاف سمجھا جاتا تھا اور جس میں کامیابی کی امید بھی بہت کم تھی، اور یا تباہ ہو کر دیوالیہ ہو جائیں۔ اس زمانے میں جیسے حالات تھے، ان میں تباہ ہونے والی ہی بات ہوئی۔ اور پونکہ ان کی بڑی تعداد تھی اس لئے ان کے دیوالیہ بننے کے ساتھ ساتھ ایمپریز کی پوری ریاست بر باد ہو گئی۔ ایمپریز کے زوال کی وجہ جمہوریت نہیں تھی جیسا کہ یورپ کے اسکول ماشر جو با دشا ہوں

کے تلوے چاٹتے ہیں، ہمیں تباکرتے ہیں۔ اس کا زوال غلامی کی وجہ سے ہوا جس کی بدولت آزاد شہر یوں میں محنت بری پڑ رہی چڑھی جانے لگی۔

ایتھرنس کے لوگوں میں ریاست کا ظہور جس طرح ہوا وہ عام طور پر ریاست کے بننے کی ایک ٹھیک مثال ہے کیونکہ اس کا ظہور وہاں، ایک طرف تو خالص شکل میں ہوا جس میں یہودی یا اندر ونی تشدد نے کبھی دخل اندازی نہیں کی (پیسٹر اس کے غصب کا زمانہ بہت تھوڑے دنوں رہا اور اس کے ختم ہونے کے بعد اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا) اور دوسرے وہ ریاست کی ایک نہایت ترقی یافتہ شکل، جمہوری ریپبلک کا نامونہ ہے جو براہ راست گن سماج سے نکلی تھی۔ اور آخری بات یہ کہ ہم اس کی تمام ضروری تفصیلات سے واقف ہیں۔

حوالہ جات

فیلارک — قدیم یونانی لفظ "فیلا" سے بنائے۔ یعنی قبیله (ایڈیٹ)

چھٹا باب

روم میں گن اور ریاست

روم کے قائم ہونے کے بارے میں جو روایت چلی آرہی ہے اس کے مطابق پہلی بستی متعدد لاطینی گنوں نے بسانی تھی (روایت ہے کہ ان کی تعداد سو تھی) جوں کر ایک قبیلہ بن گئے تھے۔ اس کے بعد ایک سینیلین قبیلہ وہاں آ کر رہنے لگا۔ اس میں بھی گویا ایک سو گن تھے۔ آخر میں مختلف قسم کے لوگوں کا ایک تیرا قبیلہ بھی آ کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا اور اس میں بھی سو گن تھے۔ اس پورے قصے پر ایک نظر ڈالتے ہی یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ یہاں گن کے سوا شاید ہی کوئی چیز فطری ارتقا کی پیداوار مانی جاسکتی ہے۔ اور گن بھی اکثر ایک ہی مادری گن کی شخصیں ہوتے تھے اور وہ مادری گن اس وقت بھی اپنی پرانی جگہ پر بسا ہوا تھا۔ قبیلوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بناوی ڈھنگ سے بنائے گئے ہیں۔ پھر بھی زیادہ تر ان میں ایسے عناصر شامل ہوتے تھے جو ایک دوسرے کے رشتہ دار ہوتے تھے اور ان کو پرانے زمانے کے قبیلوں کے نمونے پر بنایا گیا تھا جو بناوی ڈھنگ سے نہیں بلکہ قدرتی طور پر

بڑھ کر بنتے تھے۔ بلکہ یہ ناممکن نہیں ہے کہ ان تینوں قبیلوں میں سے ہر ایک کے مرکز کا کام کسی پرانے اصلی قبیلے نے کیا ہو۔ قبیلے اور گن کے درمیان کی کڑی فریبڑی تھی جس میں دس گن ہوتے تھے اور وہ یہاں "کیوریا" کہلاتی تھی چنانچہ ان کی کل تعداد تیس تھی۔

اسے سب مانتے ہیں کہ روما کے باشندوں کا گن اور یونانیوں کا گن ایک ہی چیز تھی۔ اگر یونانیوں کا گن اسی سماجی اکائی کا سلسلہ تھا جس کی ابتدائی شکل ہمیں امریکہ کے ریاستیوں میں دکھائی دیتی ہے تو ظاہر ہے کہ رومی گن کے بارے میں یہی بات صادق آتی ہے۔ اس لئے ہم اس کے بیان میں اور بھی اختصار سے کام لے سکتے ہیں۔

شہر روم کے کم سے کم سب سے ابتدائی زمانے میں رومی گن کا مندرجہ ذیل دستور تھا:

1۔ ایک دوسرے کی ملکیت و راثت میں پانے کا حق گن کے ممبروں کو تھا۔ ملکیت گن کے اندر ہتھی تھی۔ یونانی گن کی طرح رومی گن میں بھی جو کچھ پوری حق قائم ہو پکھا تھا، اس لئے عروتوں کی نسل کے لوگ اس حق سے محروم کر دیے گئے تھے۔ بارہ جدول والے قانون کے مطابق (27)، اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے روما کا سب سے پرانا لکھا ہوا قانون بھی ہے، جب کوئی شخص مررتا تھا تو اس کی جائیداد پر سب سے پہلے اس کی اپنی اولاد کا حق ماتا جاتا تھا۔ اگر کسی شخص کی اپنی اولاد نہیں ہوتی تو جائیداد اگنا یوں کو (یعنی باپ کی طرف کے مرد رشتہداروں کو) ملیتی تھی۔ اور اگر آگناتی بھی نہ ہوں تو جائیداد پر مرنے والے کے گن کے لوگوں کا حق ہوتا تھا۔ ہر حالات میں جائیداد گن کے اندر رہتی تھی۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ دھن دولت کے بڑھ جانے اور یک زوجی کا روان ج ہو جانے کی وجہ سے گن دستور کے عمل میں رفتہ رفتہ کچھ نئے قانون قاعدے داخل ہو گئے تھے۔ پہلے مرنے والے کی جائیداد پر گن کے سبھی ممبروں کا کیساں حق ہوتا تھا، پھر عملاً یہ حق اگنا یوں تک ہی محدود کر دیا گیا۔ یہ شاید بہت دن پہلے کی بات ہے جیسا ہا اور کامہا جا چکا ہے، بعد میں یہ حق مرنے والے کی اولاد اور آخرالذکر کی مرداولاد تک ہی محدود ہو گیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ بارہ جدول والے قانون میں یہ بات اٹھ سلسے سے دی گئی ہے۔

2۔ ہر گن کا ایک مشترک قبرستان ہوتا تھا۔ جب کلودیانی شرفا کا (پیتیریشن) ایک گن ریکیل سے روم میں آساتو اس کو شہر میں زمین کا ایک قطعہ اور ایک مشترک قبرستان ملا۔ آگستن کے زمانے میں بھی جب ٹیوبرگ کے جنگل میں وارس مارا گیا تو اس کے سرکوروم میں لاکر جینیلٹیس، ٹیومولس (gentilitius tumulus) (1) میں دفن کر دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گن (کوئنک ٹیلیا گن) کے پاس اس زمانے میں بھی اپنا الگ قبرستان تھا۔

3۔ گن کے لوگ مرنے ہی تو ہار اور سیمیں منایا کرتے تھے۔ یہ سکرا جنٹی لیٹیا (sacra gentilitia) کہلاتی

تھیں اور کافی مشہور ہیں۔

4- گن کے ممبر گن کے اندر شادی نہیں کر سکتے تھے۔ روم میں اس پابندی نے کبھی باقاعدہ لکھے ہوئے قانون کا درج حاصل نہیں کیا مگر ایک روانچ کے طور پر لوگ اسے مانتے رہے۔ روم کے بے شمار شادی شدہ مردوں اور عورتوں کے نام ہمیں معلوم ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس میں شوہر اور بیوی دونوں کے گن کا نام ایک ہو۔ وراثت کے قانون سے بھی کبھی بات ثابت ہوتی ہے۔ شادی ہو جانے پر عورت اگنا تپوں کے حق سے محروم ہو جاتی تھی، اپنے گن سے الگ ہو جاتی تھی اور اس کا یا اس کے بچوں کا اس کے باپ اور باپ کے بھائیوں کی جانبیداد پر کوئی حق نہیں ہوتا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کے باپ کی جانبیداد باپ کے گن کے باہر چلی جاتی۔ ظاہر ہے کہ اس قاعدے کا کوئی مطلب اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہم یہ مان لیں کہ عورت کو خود اپنے گن کے کسی ممبر سے شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

5- زمین گن کی ملکیت تھی۔ قدیم زمانے میں ہمیشہ بھی قاعدہ تھا۔ پھر قبیلہ کی زمین بھلی بار تقسیم کی گئی۔ لاطینی قبیلوں میں ہم پاتے ہیں کہ زمین کسی حد تک قبیلے کی ملکیت تھی، کسی حد تک گن کی ملکیت تھی اور کسی حد تک الگ الگ کنبوں کی۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے میں ایک کنبہ یا گھرانے کا مطلب ایک خاندان نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے رومولس نے الگ الگ افراد کو ایک ہیکٹر (دو "جگیرا") فی کس کے حساب سے زمین بانٹی تھی۔ لیکن اس کے بعد بھی ہم پاتے ہیں کہ کچھ زمین گن کے پاس رہ گئی۔ اور یا تی زمین کا توڑ کرہی کیا ہے۔ روما کی ریپبلک کی ساری اندر وطنی تاریخ اسی ریاستی زمین کے حمور پر گھومتی رہی ہے۔

6- گنوں کے ممبروں کا فرض ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کی مدد کریں اور کسی کا کوئی نقصان ہو جانے پر اس کی تلافی کی کوشش کریں۔ لکھی ہوئی تاریخ میں اس قاعدے کے کچھ بچے بچائے اثرات ہی ملتے ہیں۔ روی ریاست نے شروع ہی سے اتنی اعلیٰ طاقت کا اظہار کیا تھا کہ نقصانوں کی تلافی کی ذمہ داری اسی کے اوپر آپڑی تھی۔ جب اپنیں کلچیس گرفتار ہو گیا تھا تو اس کے پورے گن نے حتیٰ کہ اس کے ذاتی دشمنوں نے بھی، غم کے آنسو بھائے تھے۔ دوسری پیونک جگ (28) کے موقع پر مختلف گن اپنے ممبروں کو، جو قید کر لئے گئے تھے، تاوان دے کر رہا کرانے کے لئے ایک ہو گئے تھے۔ لیکن یہ نہ انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

7- گن کے ممبروں کو اختیار تھا کہ وہ گن کا نام استعمال کریں۔ اس قاعدے پر شہنشاہوں کے وقت تک عمل ہوتا رہا۔ جو غلام آزاد کر دیئے جاتے تھے، ان کو اپنے سابق مالکوں کے گن کا نام اختیار کرنے کی اجازت تھی۔ لیکن انہیں گن کے ممبروں کے اختیارات نہیں ملتے تھے۔

8- گن کو اختیار تھا کہ اجنبیوں کو اپنا ممبر بنالے۔ یہ انہیں کسی خاندان کا ممبر بنا کر کیا جا سکتا تھا (ریڈ ائڈیزیون میں بھی

بھی رواج تھا)۔ خاندان کا ممبر بن جانے پر انہیں گن کے ممبری بھی مل جاتی تھی۔ 9۔ سرداروں کو چننے اور برطرف کرنے کے اختیار کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ لیکن روم کے ابتدائے زمانے میں منتخب بادشاہ سے لے کر نیچے تک کے سبھی عہدے اختیار یا تقرر کے ذریعے پر کئے جاتے تھے اور چونکہ مختلف "کیوریا" اپنے پروہتوں اور پیجاریوں کو بھی چنا کرتی تھیں، اس لئے ہمارے لئے یہاں لینامنا سب ہو گا کہ گنوں کے سرداروں یا پرنسپیوس (principes) کو بھی اسی طرح مقرر کیا جاتا تھا، خواہ انہیں ایک ہی خاندان کے لوگوں میں سے چننے کا قاعدہ پوری طرح کیوں نہ مانا جاتا رہا۔

روم کے گن نظام کے بارے میں ہمارے زمانے کے سب سے زیادہ مستند اور باوثوق مورخوں میں بھی کس طرح کی غلط فہمیاں اور بھی نہیں پھیلی ہوئی ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے: جمہوری اور آگسٹن کے عہد کے شخصی ناموں کے بارے میں مومن نے جو مقالہ لکھا ہے ("روتی تحقیقات"۔ برلن 1864ء۔ جلد 1(3)، اس میں وہ کہتا ہے:

" گن کا نام نہ صرف گن کے سبھی مردم براستعمال کرتے ہیں، جن میں وہ اجنبی بھی شامل ہیں جو گن کے ممبر بنا لئے گئے ہیں یا جو گن کی پناہ میں رہتے ہیں، بلکہ عورتیں بھی اس کا استعمال کرتی ہیں۔ ہاں، صرف غلاموں کو گن کا نام استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی قبیلہ Stamm، جیسا کہ مومن نے gens کا ترجمہ کیا ہے) ایک ایسا گروہ ہوتا ہے جس کے ممبروں کو ایک ہی مورث اعلیٰ کی نسل سے مانا جاتا ہے اور ایک ہی رسم و رواج، ایک قبرستان اور وراثت کے ایک ہی سے قاعدے اسے محدود کئے رکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مشترک مورث اعلیٰ واقعی کوئی شخص ہو یا اسے محض فرض کر لیا گیا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشترک مورث اعلیٰ کو زبردستی گھڑ لیا گیا ہو۔ افرادی طور پر سب آزاد افراد کو اور اس لئے عورتوں کو بھی، گن کے ممبروں کی حیثیت سے اپنا نام درج کرنا پڑتا تھا۔ لیکن کسی شادی شدہ عورت کے گن کا نام طے کرنے میں کچھ مشکل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک یہ قاعدہ تھا کہ عورتیں اپنے گن کے ممبروں کے سوا اور کسی سے شادی نہیں کر سکتی تھیں، تب تک ان کے گن کا نام طے کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ایک لمبے عرصے تک عورتوں کے لئے گن کے باہر شادی کرنا، اپنے گن کے اندر شادی کرنے کے مقابلے میں بہت دشوار ہوتا تھا۔ چھٹی صدی تک بھی یہ "گنیس انپٹیو" (gentis enuptio) یا گن سے باہر شادی کرنے کا حق بعض خاص اشخاص کو مخصوص ذاتی حق یا انعام کے طور پر دیا جاتا تھا... لیکن ابتدائی زمانے میں جب بھی عورتوں کا

اپنے قبیلے کے باہر بیاہ ہوتا ہوگا تب انہیں اپنے شوہر کے قبیلے میں شامل کر دیا جاتا ہوگا۔ اس سے زیادہ یقین کے ساتھ اور کوئی بات نہیں کہی جاسکتی کہ قدیم مذہبی شادی کے ذریعے سے عورت پوری طرح سے اپنے شوہر کی قانونی اور مذہبی رسم کی برادری میں شامل ہو جاتی تھی اور خود اپنی ایسی برادری کو چھوڑ دیتی تھی۔ یہ کون نہیں جانتا کہ شادی شدہ عورت نہ تو اپنے گن کے رشتہداروں کی جانبیداد و راثت میں پاسکتی ہے اور نہ اپنی جانبیداد و راثت میں ان کے لئے چھوڑ سکتی ہے۔ جہاں تک وراثت کا سوال ہے وہ اپنے شوہر، اپنی اولاد اور شوہر کے گن کے رشتہداروں کے گروہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس کا شوہر اسے اپنی اولاد کی مانند قبول کر لے اور اپنے خاندان میں شامل کر لے، تب وہ اس کے گن سے کیسے الگ رہ سکتی ہے؟ ” (صفحات 11-8)

اس طرح مومن کا کہنا ہے کہ رومی عورتوں کو جو کسی ایک خاص گن کی رکن تھیں شروع میں صرف اپنے گن کے اندر ہی شادی کرنے کی آزادی تھی۔ مطلب یہ کہ مومن کے خیال کے مطابق رومی گوت باہر شادی کرنے والے (exogamous) نہیں بلکہ گوت اندر شادی کرنے والے (endogamous) تھے۔ یہ رائے جو کہ تمام دوسری جاتیوں کے تجربے کے خلاف جاتی ہے، اگر بالکل نہیں تو بڑی حد تک لیوی کی محض ایک عبارت پر مبنی ہے جس کی صحت کے بارے میں ابھی کافی اختلاف ہے۔ لیوی کی تاریخ (جلد 39، باب 19) کی اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ روم کے قائم ہونے کے 568 ویں برس میں یعنی 186 ق۔ م۔ سینت نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ

uti Feceniae Hispalae datio, deminutio, gentis enupatio, tutoris
optio item esset quasi ei vir testamento dedisset; utique el
ingenuo numero leceret, neu quid ei qui eam duxisset, ob id
fraudt ignominiaeve , esset

”فیسینیا: سپلا کو اپنی جانبیداد چاہے جسے دے دینے کا، اسے کم کرنے کا، گن کے باہر شادی کرنے کا اور اپنام حافظ چننے کا اسی طرح حق ہوگا جس طرح اس حالت میں ہوتا اگر اس کا (متوافق) شوہر وصیت کر کے اسے یہ تمام اختیار دے گیا ہوتا۔ اسے کسی آزاد مرد کے ساتھ شادی کرنے کے اجازت دی جاتی ہے اور جو مرد اس سے شادی کرے گا، اس کے لئے یہ کوئی غلط بات یا ذلت کی بات نہیں سمجھی جائے گی۔“

اس میں ٹنک نہیں کہ فیسینیا، جس کو غلامی سے آزاد کیا گیا تھا، اسے یہاں گن سے باہر شادی کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اس میں بھی کوئی ٹنک نہیں کہ شوہر کو حق دیا گیا کہ وصیت کر کے اپنی بیوی کو یہ اجازت دے

کہ اس کے مرنے پر وہ گن کے باہر شادی کرے۔ لیکن سوال ہے کہ کس گن کے باہر؟
 اگر ہر عورت کو اپنے گن سے اندر شادی کرنے پڑتی تھی، جیسا کہ مومن مان کر چلتا ہے تو وہ شادی کے بعد
 بھی اسی گن میں رہتی تھی۔ لیکن ایک توابھی بھی غابت کرنا باتی ہے کہ گن صرف اپنے اندر شادی کرنے کی اجازت
 دیتا تھا۔ دوسرے اگر عورت کو اپنے گن کے اندر شادی کرنی پڑتی تھی تو مرد کے لئے بھی یہی ضروری تھا ورنہ اسے
 کوئی عورت ملتی ہی نہیں۔ تب اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصیت کے ذریعے مرد اپنی بیوی کو ایسا حق دے سکتا تھا جو
 خود اسے بھی حاصل نہیں تھا۔ قانونی نقطہ نظر سے یہ ایک بالکل مہمل بات ہے۔ مومن بھی یہ محسوس کرتا ہے اور اسی
 لئے یہ انکل رکھتا ہے: ”بہت ممکن ہے کہ گن کے باہر شادی کرنے کے لئے نہ صرف ذی اقتدار شخص کی بلکہ گن کے
 سمجھی ممبروں کی منتظری لینا ضروری ہو“ (صفحہ 10، حاشیہ)

ایک تو یہاں مومن نے ایک بہت بڑی بات یونہی فرض کر لی ہے۔ دوسرے، مذکورہ بالاعمارت میں جو
 بات صاف لکھی ہے، اس کی اس سے تردید ہوتی ہے۔ فیضیا کو یہ اختیار اس کے شوہر کے بجائے سینٹ دے رہی
 ہے۔ فیضیا کا شوہر اس کو جواختیار دے سکتا تھا، سینٹ اسے نہ اس سے کم دے رہی ہے اور نہ زیادہ۔ لیکن سینٹ جو
 کچھ دے رہی ہے وہ ایک مکمل اختیار ہے، جس پر کوئی پابندی نہیں ہے، تاکہ اگر فیضیا اس اختیار کو استعمال کرے تو
 اس کے نئے شوہر کو کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ بلکہ سینٹ موجودہ اور آئندہ کنسلوں اور پریٹروں کو یہ ہدایت بھی
 دیتی ہے کہ انہیں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ اس اختیار سے کام لینے کی وجہ سے فیضیا کو کوئی تکلیف نہ ہو۔
 اس لئے مومن نے جو بات فرض کی ہے وہ بالکل غلط معلوم ہوتی ہے۔

پھر مان یجے کیہ کوئی عورت کسی دوسرے گن کے آدمی سے شادی کر لیتی ہے، لیکن رہتی اپنے گن میں ہی
 ہے۔ مذکورہ بالاعمارت کے مطابق ایسی صورت میں اس کے شوہر کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنی بیوی کو گن کے باہر شادی
 کرنے کی اجازت دے دے۔ مطلب یہ کہ شوہر کو ایک ایسے گن کے معاملے میں دخل اندازی کرنے کا اختیار ہو گا
 جس کا وہ خود ممبر نہیں ہے۔ یہ بات اتنی نامعمول ہے کہ اس کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ایسی
 حالت میں ہمارے سامنے یہ مان کر چلنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا کہ اپنی پہلی شادی کے ذریعے عورت نے
 دوسرے گن کے مرد سے یہاں کیا تھا اور ایسا کرنے پر وہ فوراً اپنے شوہر کے گن کی ممبر ہو گئی۔ خود مومن بھی مانتا ہے
 کہ ایسی صورت میں بھی ہوتا تھا۔ اور یہ ماننے ہی گتھی اپنے آپ سلچھ جاتی ہے۔ عورت کو اس کی شادی نے اپنے گن
 سے علیحدہ کر دیا ہے اور وہ اپنے شوہر کے گن میں شامل ہو گئی ہے۔ اس نئے گن میں اس کی ایک مخصوص حیثیت ہو
 گئی ہے وہ گن کی ممبر ہے مگر گن کے باقی لوگوں سے اس کا خون کا کوئی رشتہ نہیں۔ جس طریقے سے وہ گن کی ممبر
 بنائی گئی ہے، اس کی روشنی میں اس پر یہ روک نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ اپنے اس نئے گن کے اندر شادی نہ کرے

کیونکہ وہ تو شادی کر کے ہی اس گن میں شامل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ وہ گن کی ایک شادی شدہ ممبر تھی جاتی ہے اور اپنے شوہر کے مرنے پر، اس کی جائیداد کا ایک حصہ پانے کی حقدار ہوتی ہے یعنی اس جائیداد کو گن کے ایک ساتھی ممبر کی جائیداد کیا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ قدرتی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ جائیداد کو گن کے باہر نہ جانے دینے کی غرض سے عورت کے لئے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ اپنے پہلے شوہر کے گن کے کسی آدمی سے ہی شادی کرے اور دوسرا کے کسی گن کے آدمی سے شادی کرنے کا ارادہ نہ کرے؟ لیکن اگر اس قاعدے سے کسی کو منع کرنا ہے تو اس کی اجازت دینے کا حق اس آدمی سے یعنی عورت کے پہلے شوہر سے زیادہ اور کس کا ہو گا جو اپنی جائیداد اس کے لئے چھوڑے جا رہا ہے؟ جس وقت وہ اپنی جائیداد کا ایک حصہ اپنی بیوی کے نام و صیحت کرتا ہے اور ساتھ ہی اس بات کی اجازت دے دیتا ہے کہ وہ چاہے تو شادی کے ذریعے شادی کے نتیجے کے طور پر یہ جائیداد کسی اور گن میں منتقل کر دے، تو اس وقت تک وہی اس جائیداد کا مالک تھا، یعنی وہ حقیقتاً صرف اپنی جائیداد کی وصیت کر رہا تھا۔ جہاں تک عورت کا اپنے شوہر کے گن کے ساتھ تعلق کا معاملہ ہے، اسے گن میں لانے والا اس کا شوہر تھا جو اپنی مرضی سے شادی کر کے اسے اپنے گن میں لایا تھا۔ چنانچہ یہ بات بھی بالکل قدرتی معلوم ہوتی ہے کہ عورت کو تئی شادی کر کے اس گن کو جھوڑ دینے کی اجازت دینے والا شخص اس کا شوہر ہی ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ جوں ہی ہم روئی لوگوں کے گن کے بارے میں یہ عجیب خیال ترک کر دینے ہیں کہ وہ اندر شادی کرنے والا گن تھا اور جوں ہی ہم مارگن کی طرح یہ مان لیتے ہیں کہ وہ باہر شادی کرنے والا گن تھا، ویسے ہی یہ سارا معاملہ بہت سیدھا اور صاف معلوم ہونے لگتا ہے۔

آخر میں، ایک اور بھی رائے ہے جس کے حامیوں کی تعداد زیادہ سب سے زیادہ ہے۔ اس رائے کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ کیوی کے مذکورہ بالا اقتباس کا مطلب صرف یہ ہے کہ

"جو لیکیاں غلامی سے آزاد کی جاتی ہیں (liberatae) وہ بغیر خاک اجازت (e gente)

enubere کے، گن کے باہر شادی نہیں کر سکتیں اونہ کوئی ایسا قدم اٹھا سکتی ہیں جس کا خاندانی

حقوق کے خفیف ترین نقصان (capitis deminutio minima) سے تعلق ہونے

کے باعث لڑکی (liberta) گن سے علیحدہ ہو جائے"

(لانگ، "روی آثار قدیمہ" برلن، 1856، حصہ 1، صفحہ 195-4) جو عبارت ہم نے نقل کی ہے اس میں ہمچکے کا ذکر کرتے ہوئے لیوی کے مذکورہ بالا اقتباس پر رائے زندگی کی گئی ہے)۔

اگر یہ مفروضہ صحیح ہے تو لیوی کے اقتباس سے روم کی آزاد عورتوں کے بارے میں تو کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا اور تب یہ ماننے کی اور بھی کم نبیا درہ جاتی ہے کہ روم کی آزاد عورتوں کو صرف اپنے گن کے اندر شادی کرنے پڑتی تھی۔

انپیگٹس (enuptio gentis) "گن کے باہر شادی) کا نقرہ صرف اسی ایک عبارت میں استعمال ہوا ہے۔ روم کے سارے ادب میں اور کہیں یہ لفظ نہیں ملتے۔ لفظ اینو بربے (enubere) جس کا مطلب باہر شادی کرنا ہوتا ہے، لیوی کی کتاب میں ہی تین مرتبہ ملتا ہے لیکن کہیں بھی اس کا استعمال گن کے سلسلے میں نہیں کیا گیا ہے۔ یہ بے بنیاد خیال کہ روم کی عورتوں کو صرف اپنے گن کے اندر شادی کرنے کی اجازت تھی، مگر اس ایک عبارت پہلا ہوا ہے۔ لیکن اس خیال میں ذرا بھی جان نہیں کیونکہ یا تو اس عبارت میں آزاد کی ہوئی غلام عورتوں کی مخصوص پابندیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ایسی صورت میں اس سے ان عورتوں کے بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا جو آزاد پیدا ہوئی تھیں (ingenuae) اور یا وہ عبارت اس عورتوں پر بھی لاگو ہوتی ہے جو آزاد پیدا ہوئی تھیں اور ایسی حالت میں اس سے یہ زیادہ غابت ہوتا ہے کہ گن کے باہر عورتوں کے شادی کرنے کا قاعدہ تھا اور شادی ہونے پر انہیں ان کے شوہروں کے گن کیں شامل کر لیا جاتا تھا۔ اس لئے یہ اقتباس موسمن کی رائے کے خلاف مار گن کی رائے کو تقویت پہنچاتا ہے۔

روم کے قائم ہونے کے تین سو برس بعد بھی گن کے بندھن اتنے مضبوط تھے کہ فی میں نام ایک پتریشن (شرفا کے) گن نے بینٹ سے اجازت لے کر پڑوں کے ویٹی نامی شہر پر اکیلے ہی چڑھائی کر دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ تین سو چھوٹے میں چڑھائی کرنے نکلے تھے اور راستے میں چھپے ہوئے دشمن نے ان کا صفائی کر دیا۔ صرف ایک لڑکا زندہ مچا جس نے گن کو آگے چلا یا۔

جیسا کہ ہم اوپر بتاچکے ہیں، دس گن مل کر ایک فریئری بنتی تھی جو روم میں کیوریا کہلانی تھی اور اسے یونانی فریئری سے زیادہ اہم ذمہ داریاں ادا کرنے ہوتی تھیں۔ ہر کیوریا کے الگ منہ بھی رسم و رواج، تبرکات اور پروہت پیچاری ہوتے تھے۔ یہ پروہت مل کر روم کی ایک پروہت منڈلی بناتے تھے۔ دس کیوریا مل کر ایک قبیلہ بنتا تھا جو کہ شروع میں دوسرے لاطینی قبیلوں کی طرح، شاید خود اپنے سردار چننا کرتا تھا۔ یہ سردار جنگ میں قبیلے کی رہنمائی کرتا تھا اور ساتھ ہی بڑے پروہت کا بھی کام کرتا تھا۔ تین قبیلے مل کر روی جاتی پوپولس رومینس (populus romanus) کہلاتے تھے۔

اس طرح روی جاتی میں صرف وہی لوگ شامل ہو سکتے تھے جو کسی گن کے اور اس لئے کسی کیوریا اور قبیلے کے ممبر تھے۔ اس لوگوں کا پہلا دستور حسب ذیل تھا: امور عامہ کا انتظام بینٹ کے ہاتھ میں تھا۔ بینٹ کے مجرم، جیسا کہ نبورو نے سب سے پہلے صحیح بتایا تھا، تین سو گنوں کے سردار ہوتے تھے۔ گنوں کے سرداروں کی حیثیت سے وہ باپ یا پاتریں (patres) کہلاتے تھے اور ان سب کا بھیثیت ایک جماعت کے بینٹ نام تھا (جس کا مطلب ہے بزرگوں کی جماعت، کیونکہ سینکس (senex) کا مطلب ہے بوڑھا)۔ یہاں بھی چونکہ ہر گن کے سردار کو عام

طور پر ایک مخصوص خاندان میں سے چنے کاروان جھاٹ اس لئے اس سے پہلا موروثی شرف کا طبقہ بیدا ہوا۔ یہ خاندان اپنے کو پڑیشین کہتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ بیٹھ کامبر ہونے اور بیاست کے مختلف عہدوں پر مقرر ہونے کا حق صرف انہیں کو ہے۔ کچھ دنوں بعد عوام نے ان کے اس دعوے کو مان لیا اور وہ ایک اصلی حق بن گیا۔ پرانی روایت کے مطابق یہ بات اس طرح کبی جاتی ہے کہ پہلی بار جو لوگ بیٹھ کے ممبر پنے گئے تھے اس کو اور ان کی آئندہ نسلوں کو روپوس نے پڑیشین (شرف کے) طبقہ کا مرتبہ اور اس کے کچھ مخصوص حق عطا کئے۔ ایقانز کی بولے (rule) کی مانند رومی بیٹھ کو بھی بہت سے معاملوں میں فیصلہ کر دینے کا اختیار تھا۔ اور زیادہ اہم معاملوں میں، مثلاً کوئی نیا قانون بنانے کا سوال اٹھتے پر، ابتدائی بحث بیٹھ میں ہوتی تھی اور فیصلہ عوامی اسمبلی میں کیا جاتا تھا جو کہ (کیوریاؤں کی اسمبلی) comitia curiata کہلاتی تھی اسمبلی میں لوگ اپنی اپنی کیوریا کے ممبروں کے ساتھ بیٹھتے تھے اور ہر کیوریا میں شاید ایک ایک گن کے لوگ ساتھ بیٹھتے تھے اور سماں پر فیصلہ کرتے وقت تیوس میں کیوریاؤں میں سے ہر ایک کا ایک ووٹ ہوتا تھا۔ کیوریاؤں کی یہ اسمبلی قانون مظہور یار دکتی تھی، تمام اونچے عہدہ داروں کو چنتی تھی جن میں rex (نام نہاد بادشاہ) بھی ہوتا تھا، جنگ کا اعلان کرتی تھی (لیکن صلح بیٹھ کرتی تھی) اور ایک عدالت عالیہ کی حیثیت سے، فریقین کی اپیل پر، ان تمام مقدمات کو، جن میں روی شہریوں کو موت کی سزا مل سکتی تھی، فیصلہ کرتی تھی۔ آخر میں بیٹھ اور عوامی اسمبلی کے ساتھ ساتھ rex ہوتا تھا جسے ٹھیک یونانی بیبلیس کی مانند سمجھنا چاہئے اور جو اس طرح کا مطلق العنان بادشاہ بھی نہیں تھا جیسا کہ موسن نے اسے بنادیا ہے۔ (5) ریکس فوجی سالار کا، بڑے پروہت کا اور کچھ عدالتوں میں صدر اعلیٰ کا کام کرتا تھا۔ اس پر کوئی دیوانی کی ذمہ داری نہیں تھی۔ فوجی سالار کی حیثیت سے دپلن قائم رکھنے کا اختیارات اور عدالتوں کے صدر کی حیثیت سے سزا دینے کے اختیار کے علاوہ اس کو شہرتوں کی زندگی، ان کی آزادی اور ان کی جائیداد پر کوئی اختیار نہیں تھا۔ rex کا عہدہ موروثی نہیں تھا۔ اس کے بر عکس شروع میں rex کا انتخاب ہوا کرتا تھا۔ شاید اس کا پیش رو عہدہ دار اسے نامزد کرتا تھا اور کیوریاؤں کی اسمبلی سے منتخب کرتی تھی اور ایک دوسرے اجلاس میں اسے باقاعدہ گدی پر بٹھایا جاتا تھا۔ اسے گدکی سے ہٹایا بھی جا سکتا تھا اور یہ بات تارکوئی بیبلیس سوپریس کے انعام سے ثابت ہے۔

سورمائی عہد کے یونانیوں کی طرح، نام نہاد بادشاہوں کے زمانے کے روی لوگ بھی ایک فوجی جمہوریت میں رہتے تھے جو گنوں، فریشیوں اور قبیلوں پر مبنی تھی اور انہی سے اس کی نشوونما ہوئی تھی۔ اگرچہ یہ یقین ہے کہ کیوریا اور قبیلے ایک حد تک بناؤنی ڈھنگ سے قائم کئے گئے تھے لیکن انہیں اس سماج کے اصلی اور تدقیقی نمونوں کے مطابق بنایا گیا تھا جس سماج سے وہ بیدا ہوئے تھے اور جو ان کے قائم ہونے کے وقت بھی چاروں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے تھا۔ اور حالانکہ اس زمانے تک پڑیشین شرف کے طبقے کا، جس کی نشوونما قدرتی طور پر ہو گئی تھی، کافی

زور ہو گیا تھا اور حالانکہ ریکس لوگ اپنے اختیارات کا دائرہ بڑھانے کی کوشش کر رہے تھے، پھر بھی اس سے دستور کی ابتدائی اور بنیادی شکل نہیں بدلتی۔ اور اہمیت اسی کی ہے۔

اسی دوران میں شہر روم اور رومی علاقے کی آبادی بڑھ گئی۔ فتوحات کے ذریعے یہ علاقہ پھیل گیا۔ اس میں نئے اور زیادہ تر لاطینی علاقے قبضہ کر کے ملا نے گئے۔ کچھ تو ان علاقوں کے لوگوں کی وجہ سے آبادی بڑھی اور کچھ یہ بھی ہوا کہ باہر کے لوگ رومی علاقے میں آ کر بیس گئے۔ یہ ساری نئے رعایاں (فی الحال) clients میں سرپرستی میں بنتے وادے آزاد باشندوں کے سوال سے بحث نہیں کر رہے ہیں، پرانے گنوں، کیوریاوں اور قبیلوں کے باہم تھی اور اس لئے *populus romanus* کا یعنی رومی لوگوں کا حصہ نہیں تھی۔ یہ لوگ انفرادی طور پر آزاد تھے۔ وہ زمین کے مالک ہو سکتے تھے۔ انہیں لیکس دینا اور فوج میں کام کرنا پڑتا تھا۔ لیکن انہیں کوئی عہد نہیں مل سکتا تھا اور نہ وہ کیوریاوں کی اسمبلی میں حصہ لے سکتے تھے اور نہ فتح کی ہوئی ریاستی زمین کے ہوارے میں انہیں کوئی حوصلہ سکتا تھا۔ یہ عام لوگ (پلے بین) تھے جو تمام سرکاری اختیارات اور حقوق سے محروم تھے۔ چونکہ ان کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی تھی، وہ فوجی تربیت پاچکے تھے اور ان کے پاس ہتھیار بھی تھے، اس لئے وہ اس قدمی *populus* کے لئے ایک خطرہ بن گئے جس نے اب اپنے دروازوں کو بالکل بند کر دیا تھا تاکہ اس کی تعداد میں کوئی اضافہ نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ *populus* اور پلے بین لوگوں کے درمیان زمین کا بٹوارہ بڑی حد تک برابر برابر ہوا تھا اگرچہ تجارتی اور صنعتی دولت، جو ابھی بہت کافی نہیں ہوئی تھی، زیادہ تر پلے بین لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ رومی تاریخ کی تمام تر افسانوی سی ابتداء بالکل تاریکی میں لپٹی ہوئی ہے۔ بعد کے جن مصنفوں کی کتابوں سے ہمیں روم کی تاریخ کا مودع ملتا ہے، انہوں نے قانون کی تعلیم پائی تھی اور انہوں نے معقولیت پرست اور عملیت کے نظریے کے مطابق اس کا مطلب نکالنے کی کوشش کر کے اس تاریکی کو اور گہرا کر دیا ہے۔ اس لئے یقین کے ساتھ یہ کہنا ناممکن ہے کہ پرانے گن دستور کو جس انقلاب نے ختم کیا وہ کب، کیاں اور کیسے ہوا تھا۔ اس سلسلے میں یقین کے ساتھ ہم صرف ایک بات کہہ سکتے ہیں اور وہ یہ کہ اس انقلاب کی تہہ میں پلے بین اور *populus* کی گنگاش کام کر رہی تھی۔

نیا دستور ریکس سروپیکس ٹولینس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ یونانی دستوروں اور خاص کرسولوں کے دستور کے نمونے پر بنایا گیا تھا۔ اس نے ایک نئی عمومی اسمبلی قائم کی جس میں *populus* اور پلے بین دونوں طبقے کے لوگوں کو بغیر کسی فرق کے صرف اس غنیاد پر حصہ لینے یا نہ لینے کی اجازت دی جاتی تھی کہ انہوں نے فوجی خدمت انجام دی ہے یا نہیں۔ آبادی کے تمام مردوں کو، جن سے فوجی خدمت لی جائی تھی، دولت کے مطابق چھ طبقوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ پہلے پانچ طبقوں کے لئے سلسہ دار کم سے کم حسب ذیل قیمت کی جائیداد ہوئی

ضروری تھی: پہلا طبقہ ایک لاکھ اسے، دوسرا طبقہ 75 ہزار اسے، تیسرا طبقہ 50 ہزار اسے، چوتھا طبقہ 25 ہزار اسے، پانچواں طبقہ 1 ہزار اسے، دیور و دے لمال کے اندازے کے مطابق یہ تقریباً 14 ہزار، 10500، 3600، 7000 اور 1570 مارک کے برابر ہوتے ہیں۔ چھٹا طبقہ پر ولتاریوں کا تھا جن کے پاس اس سے بھی کم تھا اور جنہیں فوجی خدمت اور نیکوں سے بری کر دیا گیا تھا۔ سفورویاؤں کی نئی اسمبلی (comitia centuriata) میں شہریوں کو فوجی سپاہیوں کی طرح سو سو کی تکلیفوں میں (اسی کو سفورویا کہتے تھے) صاف بند ہو کر بیٹھنا پڑتا تھا اور ہر سفورویا کا ایک ووٹ ہوتا تھا۔ پہلا طبقہ 80 سفورویا بیٹھتا تھا، دوسرا طبقہ 22، تیسرا طبقہ 20، چوتھا طبقہ 22، پانچواں طبقہ 30 اور چھٹا طبقہ بھی رسم ادا یگی کے طور پر ایک سفورویا بیٹھتا تھا۔ اس کے علاوہ گھوڑے سواروں کی 18 سفورویا نئیں ہوتی تھیں جن میں سب سے زیادہ دو تین لوگ ہی لئے جاتے تھے۔ کل ملا کر 193 سفورویا نئیں ہوتی تھیں۔ اکثریت حاصل کرنے کے لئے 97 ووٹ ضروری ہوتے تھے۔ مگر گھوڑے سواروں اور پہلے طبقے کو ہی ملا کر 98 ووٹ ہو جاتے تھے اور اس طرح نئی عوامی اسمبلی میں ان کی اکثریت تھی۔ جب گھوڑے سواروں اور پہلے طبقے کے لوگوں میں اختلاف نہیں ہوتا تھا تو وہ دوسروں سے پوچھتے تک نہیں تھے اور خود فیصلہ کر دلتے تھے۔ اور وہ فیصلے سب کو مانے پڑتے تھے۔

اب پرانی کیوریاؤں کی اسمبلی کے سبھی سیاسی اختیارات (محض نام کے لئے کچھ اختیارات کو چھوڑ کر باقی سب) سفورویاؤں کی اس نئی اسمبلی کو مل گئے۔ اورتب جیسا ایکھتر میں ہوا تھا، کیوریاؤں اور گنوں کی حیثیت مخلصوگوں کے نجی اور مذہبی اداروں کی رہگی اور اس حیثیت سے وہ بہت دنوں تک گھستتے ہوئے زندہ رہے حالانکہ کیوریاؤں کی اسمبلی کو لوگ جلد ہی بھول گئے۔ تین پرانے قبیلوں کو بھی جو گن پر منی تھے، ریاست سے الگ کرنے کے لئے چار علاقائی قبیلے بنائے گئے۔ ہر قبیلہ شہر کے ایک چوتھائی حصے میں رہتا تھا اور اسے کچھ سیاسی اختیارات حاصل تھے۔

اس طرح روم میں بھی خون کے ذاتی رشتہوں کی بنیاد پر جو پرانا سماعی نظام قائم تھا، وہ نام نہاد بادشاہت کے ختم ہونے سے پہلے ہی، بر باد کر دیا گیا اور اس کی جگہ علاقوں کی تقسیم اور دولت کے فرق کی بنیاد پر ایک نیا دستور، صحیح معنی میں ایک ریاستی دستور قائم ہوا۔ یہاں اقتدار عاصمہ ان شہریوں کے ہاتھ میں تھا جن سے فوجی خدمت لی جاتی تھی اور اس کا رخ صرف غلاموں کے خلاف نہیں تھا بلکہ پر ولتاری کہلانے والے لوگوں کے خلاف بھی تھا جنہیں فوجی خدمت سے الگ رکھا گیا تھا اور جن کو تھیار کرنے کا حق نہیں تھا۔

جب آخری روی ریکس ٹارکوئی نیس سو پرنس کو، جو طاقت غصب کر کے بیچھے بادشاہ بن گیا تھا، ملک بدر کر دیا گیا اور ایک ریکس کی جگہ پر دو برابر اختیار رکھنے والے فوجی کمانڈر (Connell) مقرر کئے گئے (جیسا کہ ایریو کو اس

لوگوں میں بھی ہوتا تھا، تو نئے دستور نے مزید ترقی ہی کی۔ اسی دستور کے دائرے کے اندر رومی ریپبلک کی تاریخ کا پہیہ گھومتا رہا ہے۔ اسی کے اندر عبدوں اور ریاستی زمین کے حصے کے لئے پریشان اور پلے بین لوگوں کی تمام جدوجہد ہوتی رہی ہے۔ اور آخر میں اسی کے اندر پریشان شفافیت میں اور نقد روپے کے بڑے بڑے مالکوں کے طبقے میں گھمل گئے جنہوں نے فوجی خدمت سے بر باد ہونے والے کسانوں کی ساری زمین رفتہ رفتہ اپنے قبضے میں لی تھی اور اس طرح زمین کے بڑے بڑے رقبے حاصل کر کے غلاموں کی مدد سے کھینچ کرنے لگے تھے، جنہوں نے اٹلی کو ویران کر دیا اور اس طرح نہ صرف شہنشاہوں کی حکومت کے لئے بلکہ ان کے جانشین بربری جرمنوں کے لئے بھی راستہ صاف کر دیا۔

حوالہ جات

1۔ گن کا ٹیلے۔ (ایڈیٹر)

2۔ ملاحظہ ہو "مارکس اور اسٹالنگز کی دستاویزات" جلد 9، صفحہ 134۔ (ایڈیٹر)

3۔ The Mommsen, "Romische Forschungen", Aufl. 2. Bd, Berlin, 1864.

4۔ Lange L; "Romische Alterthumer", Bd. 1, Berlin, 1856. S. 195.

ایڈیٹر

5۔ لاطینی زبان کا لفظ rex، کیلئے آرٹریش زبان کے righ (قیلیک سردار) اور گوتحک زبان کے reiks سے ملتا جلتا ہے۔ جرمن زبان کے لفظ Furst (انگریزی زبان کا first) اور ڈیش کا forste کی طرح اس لفظ کا بھی شروع میں یہی مطلب تھا۔ گن یا قیلیک سردار۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ چوتھی صدی تک گوتحک لوگوں کے پاس بعد کے زمانے کے بادشاہ کے لئے یعنی پوری جاتی کے فوجی سالار کے لئے ایک خاص لفظ ہو گیا تھا۔ وہ لفظ تھا: بائل کے افسیا کے ترجمے میں آرڈشیر اور ہیرودو کو کبھی reiks نہیں کہا گیا ہے بلکہ ان کو ہر جگہ thiudans کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور شہنشاہ تائی پیرس کی ملکت کو reiki نہیں کہا گیا ہے بلکہ تھیوڈی ناس (thiudinassus) کہا گیا ہے۔ گوتحک تھیوڈانس یا بادشاہ کے نام میں، جیسا کہ ہم اکثر غلط

ترجمہ کرتے ہیں، دونا مساتھ ساتھ چلتے ہیں اور یہ دونا م ہیں تھیوڈریا مکس، تھیوڈوریک لینی ڈائٹریک۔

ساتواں باب

کیلٹ اور جرمن لوگوں میں گن

جگد کی کی وجہ سے ہم گن نظام کے ان اداروں کا تذکرہ نہیں کر سکتے جو موجودہ زمانے کے مختلف اقسام کے وحشی اور بربری لوگوں میں آج بھی کم و بیش خالص صورت میں پائے جاتے ہیں اور نہ ہم ایشیا کی متعدد قوموں کی قدیم تاریخ میں ان اداروں کے آثار کا پتہ لگ سکتے ہیں۔ یہ ادارے یا ان کے آثار ہر جگہ چلتے ہیں۔ کچھ مثالیں کافی ہوں گی۔ جس وقت گن کو پہچانا بھی نہیں گیا تھا، اس وقت اس کا تذکرہ اس آدمی نے کیا اور اس کے بنیادی خدو خال صحیح طور پر بتائے جس نے اس کو غلط ڈھنگ سے سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ زحمت اٹھائی تھی۔ ہماری مراد میسکلین سے ہے جس نے کالمیک، چکس، ساموئدن (Samojeden) (1) میں اور ہندوستان کی تین جاتیوں — وارلی، ماگراورمنی پوریوں میں گن نظام پایا تھا اور اس کے بارے میں لکھا تھا۔ حال میں میکس کو ایفسکی نے اس کی تصویر کیشی کی ہے۔ اسے پشاو، خیبوں، سوانیوں اور قفقاز کے اور متعدد قبیلوں میں اس کا سراغ ملا ہے۔ کیلٹ اور جرمن لوگوں میں بھی گن ہوتے تھے اور یہاں ہم اسی کے بارے میں چند مختصر باتوں تک اپنے آپ کو محدود رکھیں گے۔

قدیم ترین کیلٹی قوانین جو ہم تک پہنچے ہیں، یہ بتاتے ہیں کہ گن آج بھی پورے شباب پر ہیں۔ آئز لیدن میں جہاں انگریزوں نے زبردست گن نظام کو برپا کر دالا، وہ آج بھی کم سے کم نیم شعوری طور پر لوگوں کے ذہن میں موجود ہے۔ اسکاٹ لانڈ میں وہ گزشتہ صدی کے وسط تک پوری تو انائی کے ساتھ پایا جاتا تھا اور وہاں بھی اسے صرف انگریزوں کے تھیاروں، قانونوں اور عاداتوں کے سامنے گھٹنے لینے پڑے ہیں۔ ولیز کے پرانے قانون انگریزوں کی فتح سے (29) کئی صدی پہلے لکھے گئے تھے۔ وہ گیارہویں صدی تک

تیار ہو چکے تھے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ کہیں کہیں پورے گاؤں کے گاؤں مل کر کھینچ کرتے تھے جا لانکہ اس زمانے تک یہ چیز ایک پرانے عام رواج کے باقی ماندہ اثر کے طور پر ہی کہیں کہیں رہ گئی تھی اور مستحبی حیثیت رکھتی تھی۔ ہر خاندان کے پاس پانچ ایکڑ میں خود جو نئے کے لئے ہوتی تھی اور ایک ٹکڑا دوسرے خاندانوں کے ساتھ مل کر جو نئے کے لئے ہوتا تھا۔ اس ٹکڑے کی پیداوار سب میں بٹ جاتی تھی۔ آئرلینڈ اور اسکاٹ لیبری کی اتنی ملتی جلتی مثالوں کی بنیاد پر اگر ویلز کی ان دیکھی برادریوں کا جائزہ لیا جائے تو اس بات میں ذرہ بر ارشہ کی گنجائش نہیں رہے گی کہ وہ یا تو گن کی نمائندہ ہیں یا گن کی شاپیں.... خواہ ویلز کے قوانین کی پھر سے چھان بین کرنے پر جو میں اس موقع پر وقت کی تسلی کی وجہ سے نہیں کر سکتا، (میرے نوٹ 1869 کے ہیں) (30) اس کا کوئی براہ راست ثبوت ملے یا نہ ملے، لیکن ویلز اور آئرلینڈ کے مواد سے جس بات کا براہ راست ثبوت مل جاتا ہے وہ یہ کہ گیارہوں صدی تک کیلٹ لوگوں میں جوڑا خاندان کی جگہ یک زوجی کا خاندان پوری طرح قائم نہیں ہوا تھا۔ ویلز میں شادی ہونے کے بعد جب تک سات برس کی مدت پوری نہ ہو جائے، شادی کا رشتہ اٹوٹ نہیں سمجھا جاتا تھا یا یوں کہا جائے کہ سات برس تک شادی کو کسی وقت بھی نوٹ دے کر منقطع کیا جا سکتا تھا۔ سات برس پورے ہونے میں اگر صرف تین راتوں کی کمی ہوتی تھی تب بھی شادی شدہ جوڑا الگ ہو سکتا تھا۔ ایسا ہونے پر جوڑے کی جائیداد و نوادر میں بانٹ دی جاتی تھی۔ عورت پوری جائیداد اور ملکیت کے دو حصے کرتی۔ مرد ایک حصہ چن لیتا تھا۔ فرنچ بائٹے کے کچھ بہت ہی عجیب طریقے تھے۔ اگر مرد شادی کا رشتہ تو رات تو اسے عورت کا چیز اور کچھ اور چیزیں واپس کر دینی پڑتی تھیں۔ اگر عورت الگ ہونا چاہتی تھی تو اسے کم ملتا تھا۔ بچوں میں سے دو مرد کو ملتے تھے۔ ایک منحلا بچا عورت کو ملتا تھا۔ اگر عورت طلاق کے بعد پھر شادی کرتی تھی اور اس کا پہلا شہر اسے واپس لے جانے کے لئے بھیج جاتا تھا تو عورت کو، چاہے اس کا ایک پیر نئے شوہر کے بستر میں ہی کیوں نہ ہو، الوٹ جانا پڑتا تھا۔ لیکن اگر عورت مرد سات سال تک ساتھ رہ رکھتے تھے تو انہیں شادی کی رسماں پوری ہوئے بغیر ہی شوہر اور یہی سمجھا جاتا تھا۔ شادی سے پہلے لڑکیوں کے کنواری رہنے کے بارے میں کوئی خاص سختی نہیں برقراری تھی اور نہ اس کی کوئی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ اس معاملے سے تعلق رکھنے والے قاعدے بہت ہی بلکہ قسم کے ہیں اور بورڑا اور اخلاق کے بالکل الٹ ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی غیر مرد کے ساتھ ہم بستری کرتی تو اس کے شوہر کو اس کے پیٹنے کا حق ہوتا تھا۔۔۔۔۔ جن تین صورتوں میں یہی کو پیٹنے پر بھی شوہر کو سزا کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا، یا ان میں سے ایک وجہ تھی۔ لیکن یہی کو پیٹنے کے بعد شوہر اور کسی قسم کے ہر جانے کا مطالبہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ

"کسی قصور کا یا تو کفارہ لیا جاسکتا ہے یا بدلہ، لیکن دونوں نہیں لئے جاسکتے۔" (31)

بہت سی وجوہات تھیں جن سے مرد کو عورت طلاق دے سکتی تھی اور ایسا کرنے پر بھی جائیداد وغیرہ پر اس کے

حق کو کوئی نہ صان نہیں پہنچتا تھا۔ مرد کے منہ سے بدبو آنا بھی طلاق دینے کی ایک کافی وجہ بھی جاتی تھی۔ قوانین میں معاوضے کی اس رقم کی بہت نمایاں جگہ تو تھی جو قبیلے کے سردار یا بادشاہ کو یہی رات کے حق کے بد لے میں دینی پڑتی تھی (اس حق کو گور مرچ (go br merch) کہتے تھے، جس سے ازمنہ و سلطی کا لفظ مارچیتا (marcheta) ہے۔ فرانسیسی میں یہ مارکیٹ (marquette) ہے۔ عورتوں کو عوامی اسے بلیوں میں ووٹ دینے کا حق تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم ان باتوں پر بھی غور کریں کہ آئرلینڈ میں بھی اسی طرح کی حالت پائی جاتی تھی، وقتی شادیوں کا وہاں بھی کافی رواج تھا، اور طلاق کی صورت میں عورت کو بہت ہی واضح اختیارات اور خاص سہولتیں ملتی تھیں، یہاں تک کہ اسے گھر بیلوں کا ماموں کا بھی معاوضہ ملتا تھا، متعدد بیلوں کے ساتھ ایک "بڑی بیوی" بھی ہوتی تھی اور کسی متوفی شخص کی جائیداد باہمیت وقت اس کے جائز اور ناجائز بچوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر ہم ان باتوں کو وضیحان میں رکھیں تو ہمارے سامنے جوڑا بیاہ کی ایک ایسی تصویر آتی ہے جس کے مقابلے میں شادی کی وہ صورت زیادہ سخت معلوم ہوتی ہے جس کا رواج شمالی امریکہ میں تھا۔ لیکن سیزرا کے زمانے میں جو لوگ گروہ وار شادی کی حالت میں تھے، وہ اگر گیارہویں صدی میں جوڑا بیاہ کی حالت میں ہی تھے، تو ان کے لئے وہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔

آئرلینڈ کے گن (اسے وہ سپت (sept) کہتے تھے اور قبیلے کو کلائن (clainne) کہتے تھے جو انگریزی کے لفظ کلان (clan) کے مشابہ ہے) وجود کا ثبوت اور اس کا حال نہ صرف قانون کی پرانی کتابوں میں ملتا ہے بلکہ اس کی تصدیق ستر ہویں صدی کے ان انگریز ماہرین قانون نے بھی کی ہے جو آئرلینڈ کے قبیلوں کی زمین کو انگلینڈ کے بادشاہ کی جا گیر بنانے کے لئے وہاں بھیج گئے تھے۔ اس زمانے تک زمین کلان یا گن کی مشترکہ ملکیت ہوتی تھی، سوا ان جگہوں کے جہاں قبیلے کے سردار نے زمین کو اپنی ذاتی جا گیر بنا لیا تھا۔ جب گن کا کوئی ممبر مر جاتا تھا اور اس کی وجہ سے کوئی گھر انہوں نے تو گن کا سردار (انگریز ماہرین و انہوں اسے کاپٹ کو نے) شیوں... "caput cognationis" کہتے تھے) گن کی ساری زمین کو باقی گھرانوں میں منے سرے سے بانٹ دیتا تھا۔ یہ تقيیم بھیتیت مجموعی انہی اصولوں کے مطابق ہوتی تھی جو جرمنوں میں پائے جاتے ہے۔ آئرلینڈ میں آج بھی ایسے گاؤں ملتے ہیں جہاں زمین پر مشترکہ حق ہے۔ اسے روڈنیل (rundale) کہتے ہیں۔ چالیس یا پچاس سال پہلے ایسے گاؤں کی تعداد بہت بڑی تھی۔ جس زمین پر کبھی گن کا مشترکہ حق تھا اسے انگریز فتحوں نے چھین لیا۔ ہر کسان کو جواب انفرادی طور پر کھینچ کرتا تھا، اپنے کھینچ کے لئے لگان دینا پڑتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود گاؤں کے سارے کسان اپنے کھینچ کی اور چراگاہوں کی تمام زیموں کو ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں اور پھر زمین کی زرخیزی اور عام حالت کا خیال رکھتے ہوئے، اسے قطعات میں یا جیسا کہ وہ موزیل ندی کے علاقے میں کھلاتی ہے، گیوانوں

(Gewanne) میں بانٹ لیا جاتا ہے۔ اور گاؤں کے ہر کسان کو ہر گیوانے (قطعہ) میں حصہ ملتا ہے۔ بخوبی میں اور چاگاہ کا استعمال سا بھی میں ہوتا ہے۔ صرف پچاس سال پہلے کی بات ہے کہ وقت فرما، کبھی کبھی ہر سال، گاؤں کی زمین کا نئے سرے سے بوارہ ہو جاتا تھا۔ ایسے کسی روڈنیل (rundale) گاؤں کا نقشہ دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ موزیل ندی کے علاقے یا ہوئے والد میں کاشکار گھر انوں کی کسی جرمیں بستی (Gehoferschaft) کا نقشہ ہے۔ "پارٹیوں" (parties) کی صورت میں بھی گن زندہ ہیں۔ کبھی کبھی آر لینڈ کے کسان ایسی پارٹیاں بناتے پائے جاتے ہیں جو بالکل مہمل اور بے شکنے فرق پر مبنی معلوم ہوتی ہیں اور انگریزوں کی سمجھ میں بالکل نہیں آتیں۔ ان پارٹیوں کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ایک کھیل کھیلنے کے لئے جمع ہوں جو بہت متقول ہے اور جس میں نہایت اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھ ایک دوسرا کی خوب مرمت کی جاتی ہے۔ حقیقت میں ان پارٹیوں کے ذریعے پرانے گنوں کو بناوٹی ڈھنگ سے دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے جو اب برپا ہو چکے ہیں، اور گن کا جو احساس انہیں وراشت میں ملا ہے اسے اپنے عجیب ڈھنگ سے ظاہر کرتے ہیں۔ اتفاق سے بعض علاقوں میں چند گنوں کے ممبر آج بھی اسی جگہ پر رہتے ہیں جو ان کی پرانی جگہ ہے۔ مثال کے لئے اس صدی کی پتوحی دہائی تک مونا گن سر زمین کے زیادہ تر باشندوں میں صرف چار خاندانی نام پائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس ضلع کے تمام لوگوں کوں یا قبیلوں کی اولاد ہیں۔ (2)

اسکاٹ لینڈ میں گن سماج کا زوال 1745 کی بغاوت کے کچلے جانے کے بعد سے شروع ہوا (33)۔ اسکاٹ لینڈ کے جرگے (کلان) کی اس سماج میں کیا جگہ تھی، وہ اس سلسلے کی کوئی سی کڑی تھا، ان بالتوں کی چھان میں ابھی باقی ہے۔ لیکن اس میں کوئی شکر نہیں کہ وہ اس نظام کی کڑی تھا ضرور۔ اسکاٹ لینڈ کی پہاڑیوں میں جرگہ کیا چیز تھی، اس کی زندہ تصویر ہمیں واٹر اسکاٹ کے ناولوں میں ملتی ہے۔ مارگن کے لفظوں میں

۷

"تنظیم اور سرگرمی کے اعتبار سے گن کا ایک بہت اچھا نمونہ ہے اور اس بات کا غیر معمولی ثبوت ہے کہ گن کی زندگی کا اپنے ممبروں پر کتنا اختیار ہوتا ہے... خاندانی بھگرے ہوتے ہیں، خون کا بدله خون سے لیا جاتا ہے، ان کی جائے رہائش وہی ہوتی ہے جو پہلے ان کے گنوں کی تھی، زمین کا جو تباوناً مشترک طور پر ہوتا ہے۔ جرگے کے لوگوں میں سردار کے لئے اور آپس میں ایک دوسرا کے لئے بڑی وفاداری ہوتی ہے۔ یہ گن سماج کی عام اور مُسئلَل خصوصیتیں تھیں جو ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ نسل مردوں سے چلتی ہے۔ یعنی صرف مردوں کے بچے جرگے کے ممبر مانے جاتے تھے۔ اور عورتوں کے بچے اپنے باپ کے جرگے کے ممبر سمجھے جاتے

تھے۔" (34)

پکٹ لوگوں کا شاہی خاندان اس بات کا ثبوت ہے کہ اسکات لینڈ میں پہلے مادری حق قائم تھا۔ بیڈے کی روایت کے مطابق اس شاہی خاندان میں عورتوں کی اولاد کو گدی ملتی تھی۔ ہمیں پونالوان خاندان کے آثار بھی ملتے ہیں جو سکالس اور ویلز کے لوگوں میں عہد و سلطی تک قائم تھا۔ اس کا اثر پہلی رات کے حق کی صورت میں باقی تھا جنہیں جرگے کا سردار یا دشہ پہلے زمانے کے مشترک شہروں کے آخری نامانندے کی حیثیت سے ہر ہن کے ساتھ پہلی رات ہمیستر ہونے کا مطالبہ کر سکتا تھا اور اس کو کچھ معاوضہ ادا کر کے ہی اس کے اس دعوے سے چھکارا حاصل کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک ناقابل انوار حقیقت ہے کہ بحیرت یانقل طن کے زمانے تک جرمن لوگ گنوں میں منظم تھے۔ ہمارے عہد (یعنی عیسوی سن) سے کئی سو سال پہلے ہی یہ لوگ ڈینوب، رائن اور سٹولادریا اور شامی سمندروں کے درمیانی علاقے میں آ کر بے ہوں گے۔ سیری اور تیوتوانی لوگوں کا بحیرت کا سلسلہ زوروں پر تھا، اور سویبوی لوگوں کو سیزر کے زمانے تک کوئی مستقل جائے رہائش نہیں ملتی تھی۔ سیزرنے صاف کہا ہے کہ ان لوگوں میں گنوں کے ممبر اور خون کے رشتہ دار ساتھ ساتھ رہتے تھے (gentibus cognationibusque) اور جب جو لیا گن (gens julia) کے ایک روی کی زبان سے gentibus لفظ لکھتا ہے تو اس کا ایک مخصوص مطلب ہوتا ہے جس کو کسی طرح توڑا مرد انہیں جا سکتا۔ یہ بات سمجھی جرمونوں کے لئے تھی ہے۔ یہاں تک کہ مفتودروی صوبوں میں بھی جرمن لوگ گنوں کے جنوب کے مفتوحة علاقوں میں جرمن لوگ گنوں (genealogiae) کے مطابق جا کر بے تھے (35)۔ یہاں genealogia لفظ کا استعمال ٹھیک اسی معنی میں ہوتا ہے جس معنی میں ہوتا ہے جس معنی میں بعد میں Mark یا Dorfgenossenschaft (3) کا استعمال ہوا۔ حال میں گولپیشکی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ genealogiar بڑی بڑی گھریلو برادریاں تھیں جن میں زمین میں ہوتی تھی اور جن سے بعد میں چاکر دیہیں برادریاں بنیں۔ یہی بات fara کے بارے میں بھی تھی ہو سکتی ہے۔ برگنڈی یا لینگو بارڈ لوگ یعنی ایک گوچہ اور ایک ہر میونی یا شامی جرمون قبیلہ اس لفظ fara کو اگر ٹھیک اس چیز کے لئے نہیں تو لگ بھگ اسی چیز کے لئے استعمال کرتا تھا جس کے لئے "المانی قانون" کی کتاب میں genealogia کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ چیز اصل میں گن تھی یا گھریلو برادری، اس کے بارے میں ایکھی اور چھان میں کرنے کی ضرورت ہے۔

تحریری شہادتوں سے یہ بات صاف نہیں ہوتی کہ سبھی جرمون گن کے لئے ایک ہی لفظ استعمال کرتے تھے یا نہیں، اور اگر کرتے تھے تو وہ لفظ کیا تھا۔ علم نجومی رو سے یونانی genes اور لاطینی gens گوچی زبان کا kuni

اور سطحی شامی جرمن زبان کا **kunne** سب مشابہ الفاظ ہیں اور یہ سب ایک ہی معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں اور چونکہ یونانی زبان کا لفظ **gyno**, سلاف لفظ **zena**, گوتھی لفظ **qvino** اور قدیم نارس زبان کا لفظ **kona** یا **kuna** عورت کے مختلف نام ایک ہی مادے سے نکلے ہیں اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا ہے جو گا جب ان تمام لوگوں میں مادری نظام قائم تھا۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا لیں گے بارہ اور بر گندھی لوگوں میں **fara** لا لفظ استعمال کیا جاتا تھا جس کے بارے میں گریم کا کہنا ہے کہ وہ ایک فرضی مادہ **fisan** سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں: پیدا کرنا۔ میری رائے میں لفظ **faran** یا **fahren** کا تعلق **fara** سے جوڑنا چاہئے۔ یہ ایک مفرد مادہ ہے جس کا مطلب گھومنا یا جاترا کرنا ہے۔ تب **faran** کا مطلب ہو گا خانہ بدوش، آوارہ گروگوں کا ایک مخصوص گروہ جس میں، یہ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ بھی ایک دوسرے کے رشتہ ہوتے تھے۔ یہ لوگ ایک عرصے تک پہلے مشرق کی طرف اور پھر مغرب کی طرف گھونتے رہے اور اسی خانہ بدوشی کے زمانے میں رفتہ رفتہ یہ لفظ خود گنمان کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اس کے علاوہ گوتھی لفظ **sibja** ایکلو سیکسن لفظ **sib**، قدیم شامی جرمن کا لفظ **sippia** یا جرمن **sippe** ہے۔ (4) قدیم نارس میں صرف صیغہ جمع لافظ **jar** استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں رشتہ دار۔ صیغہ واحد کا لفظ **sif**، ایک دیوی کا نام ہے۔ آخر میں "بلدے براند کے گیت" میں (36) اس کا ایک اور استعمال ملتا ہے۔ اس میں بلدے براند ہادو براند سے پوچھتا ہے کہ "جاتی لوگوں میں تیرا باپ کون ہے، یعنی تیرا گھر ان لوگوں سا ہے؟" (eddo huelihhes cnuosles du sis)

اگر گن کے لئے سمجھی جرمن ایک ہی لفظ استعمال کرتے تھے تو بہت ممکن ہے کہ یہ لفظ گوتھی زبان کا **kuni** جیسا ہو کیونکہ نہ صرف گوتھی کی قرابت دار دوسری زبانوں میں اس سے ملتا جاتا لفظ استعمال ہوتا ہے بلکہ **Konig** یا **Kuning** لفظ بھی جس کا مطلب شروع میں گن یا قبیلہ کا سردار تھا، اسی لفظ سے نکلا ہے۔ **Sibja** یا **Sippe** کی طرف دھیان دینے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کم سے کم قدیم نارس میں **jar** کا مطلب صرف خون کی قرابت داری نہیں ہوتا بلکہ اس کے دائرے میں وہ لوگ بھی آتے ہیں جن سے شادی کے ذریعے رشتہ داری قائم ہوتی ہے۔ اس لئے اس لفظ میں کم سے کم دو گنوں کے لوگ شامل ہیں۔ مطلب یہ کہ **sif** کا لفظ گن کے لئے استعمال نہیں ہوتا تھا۔

میکیکیو کے باشندوں اور یونانیوں کی طرح جرمنوں میں بھی گھوڑے سواروں اور پیدل سپاہیوں کے گاؤں مشتمل شکل کے دستے لڑائی میں گن کے لحاظ سے صعب بند ہوتے تھے۔ جب تا سیت کہتا ہے کہ خاندانوں اور رشتہ داروں کے اعتبار سے صعب بندی ہوتی تھی تو وہ اس غیر واضح لفظ کو اس لئے استعمال کرتا ہے کہ روم میں بہت عرصے سے گن کوئی زندہ ادارہ نہیں رہا تھا۔

تاسیت کی وہ عبارت فیصلہ کن اہمیت رکھتی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ماں کا بھائی اپنے بھانجے کو اپنا بیٹا سمجھتا ہے اور کچھ لوگوں کی تو یہ رائے ہے کہ ماموں اور بھانجے کا خون کارشنا باپ اور بیٹے کے رشتے سے زیادہ مقدس اور قریبی ہے، چنانچہ جب ریغال (یعنی صفات کے طور پر دشمن کے حوالہ کرنے کے لئے کسی شخص کا مطالیہ کیا جاتا ہے تو جس آدمی کو اس طرح پابند کرنا مقصود ہوتا ہے، اس کے بیٹے کے مقابلے میں اس کے بھانجے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ مادری حق کی اور اسی لئے ابتدائی گن کی ایک زندہ نشانی ہے۔ اور اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے گویا وہ جرمونوں کی کوئی امتیازی خصوصیت ہے۔ (5) اگر ایسے کسی گن کا کوئی مبرابر پنے کسی وعدے کی صفات کے طور پر اپنے سکے بیٹے کو دیتا تھا اور پھر وعدہ پورا نہیں کرتا تھا اور بیٹے کو اس کا خیال ہے ہمگنتا پرستا تھا تو یہ صرف باپ کا اپنا معاملہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اگر کسی آدمی کی بہن کے بیٹے کی قربانی ہو جاتی تو یہ گن کے نہایت مقدس قانون کی خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی۔ ماموں سب سے قریبی رشتہ دار ہوتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ اس کا فرض تھا کہ وہ بڑ کے یا نوجوان کی حفاظت کرتا۔ اسے چاہئے تھا کہ یا تو صفات میں وہ اس بڑ کے (یعنی اپنے بھانجے) کو نہ دیتا یا اپنا وعدہ پورا کرتا۔ اگر جرمونوں میں گن تنظیم کا کوئی اور ثبوت نہیں ملتا تو صرف یہ عبارت ہی اس کی کافی شہادت تھی۔

پرانے نارو گیت "ولوسپا" (Voluspa) یعنی وہ گیت جس میں دیوتاؤں کی آخری گھری اور قیامت یعنی دنیا کی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے..... اس کا ایک نکلا اس سے بھی زیادہ فیصلہ کن ہے چونکہ وہ آخر ٹھوہر سو برس بعد کی چیز ہے۔ اس حصے میں یہی "غیب داں عورت کا کشف" کہا گیا ہے اور جس میں جیسا کہ پینگ اور بیگے نے اب ثابت کر دیا ہے عیسائیت سے عناصر بھی ملے ہوئے ہیں، بتایا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے عام فتن و فجور اور برائی اور بد اخلاقی کا ایک زمانہ آئے گا۔ اس زمانے کا حال بیان کرتے ہوئے ایک جگہ کہا گیا ہے:

"Broedhr munu derjask ok at bonum verdask, munu systrungar sif jum spilla.'

"بھائی بھائی ایک دوسرے سے جگ کریں گے اور ایک دوسرے کا خون بھائیں گے اور بہنوں کی اولاد خون کی قرابت داری کے تعلق کو قرئے گی۔"

ماں کی بہن کے بیٹے کے لئے systrungar کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور شاعر کی نظر میں خون کے ایسے رشتے کو منقطع کرنا بھائیوں کے آپس کے خون خرابے کے مقابلے میں زیادہ بڑا جرم ہے۔ یہ انتہا لفظ پر پہنچ کر آتی ہے جس میں ماں کی طرف کے خون کے رشتے پر زور دیا گیا ہے۔ اگر اس جگہ پر syskins-born یعنی بھائی اور بہن کی اولاد، یا syskina-synir یعنی بھائیوں اور بہنوں کے بیٹے استعمال کیا جاتا تو پہلے کے مقابلے میں دوسری سطح چڑھتے ہوئے سروں میں نہیں ہوتی بلکہ اس کا سر، بہت دھیما ہو

جاتا۔ چنانچہ دیکنگ کے زمانے میں بھی جبکہ "Voluspa" گیت بنایا گیا تھا، اسکینڈی نویا میں مادری حق کی یاد مٹی نہیں تھی۔

لیکن تاسیت کے زمانے میں کم سے کم ان جرمنوں میں جن سے وہ زیادہ واقعہ تھا، مادری حق کی جگہ پدری حق قائم ہو چکا تھا یعنی باپ کے حقدار اس کے بچے ہوتے تھے اور بچوں کے نہ ہونے پر بھائی اور بچا اور ماموں ہوتے تھے۔ ماموں کو وارث بنانا بھی مذکورہ بالا رسم و رواج کا ہی تبیہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک جرمنوں میں پدری حق کو قائم ہوئے بہت دن نہیں ہوئے تھے۔ عہد و طی کے ادا خرکت بھی ہمیں مادری حق کے آثار ملتے ہیں۔ اس دور میں خاص کر زرعی غلاموں میں کسی کے باپ کا پتہ لگانا کافی مشکل کام تھا۔ اور اس لئے ضروری ہوتا تھا کہ وہ زرعی غلام کی محض ماں کی طرف کے چھ سب سے قریبی خون کے رشتہ داروں کی حلفیہ گواہی سے یہ ثابت کرے کہ وہ اس کا زرعی غلام تھا۔ (مادر۔ "شہری دستور۔" جلد 1، صفحہ 381) (6)

مادری حق کی ایک اور نشانی تھی جو کہ اس وقت تک مٹنے لگی تھی اور جو روم کے باشندوں کے نقطہ نظر سے سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی، وہ یہ کہ جرمن لوگ عورتوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ جرمنوں سے اگر کسی وعدے کو پرا کرنا ہوتا تھا تو اس کا سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ شریف خاندانوں کی لاڑکیوں کو خصانت کے طور پر کھلیا جائے۔ بہنگ کے وقت جرمنوں کی ہمت اور کسی چیز سے اس قدر جوش میں نہیں آتی تھی جتنی اس خوفناک خیال سے کہ اگر انہیں شکست ہوئی تو دشمن ان کی بہو بیٹیوں کو بکڑ کر لے جائیں گے اور اپنی باندیاں بنایں گے۔ جرمن لوگ عورت کو مقدس مانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس میں مستقبل کو دیکھ لینے کی طاقت موجود ہے۔ چنانچہ وہ سب سے اہم معاملوں میں عورتوں کی صلاح پر عمل کرتے تھے۔ پے ندی کے کنارے رہنے والے برکت نین قبیلے کی بیجان ویلید ایتاوین قبیلے کی اس پوری بغاوت کی روح روایت تھی جس کی بدلت جرمنوں اور بلحیبوں نے سوی لنس کی رہنمائی میں گال علاقے میں روی حکومت کی بنیاد پلاڑا لی تھی (37)۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے اندر عورتوں کی مطلق العنان حکومت تھی۔ تاسیت کہتا ہے کہ عورتوں کو، بوڑھوں اور بچوں کے ساتھ سارا کام کرنا پڑتا تھا کیونکہ مرد شکار کرنے جاتے تھے، شراب پیتے تھے اور آوارہ گردی کرتے تھے۔ لیکن وہ نہیں بتاتا کہ کھیت کوں جوتا تھا اور بچوں کے صاف کہا ہے کہ غلاموں کو صرف خراج ادا کرنا پڑتا تھا اور ان سے زبردستی کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کا تھوڑا اہت جو کام ہوتا تھا سے بالغ مردوں کی بڑی تعداد تک تھی۔

جبیسا کہ اوپر کہا جا شکا ہے شادی کی شکل جوڑا بیاہ کی تھی جو رفتہ رفتہ یک زوجی میں بدلتی جا رہی تھی۔ ابھی تھی کے ساتھ یک زوجی پر عمل نہیں ہوتا تھا کیونکہ شرفا کے لئے کئی بیویوں کی اجازت تھی بھیت جموقی (کیلٹ لوگوں کے بخلاف) جرمن لوگ لاڑکیوں کی پاک دامنی پر زور دیتے تھے۔ تاسیت اس بات کا بڑے جوش کے ساتھ ذکر

کرتا ہے کہ جرمنوں میں شادی کا رشتہ اٹوٹ سمجھا جاتا تھا۔ وہ بتاتا ہے کہ طلاق کی اجازت صرف اسی صورت میں ملتی تھی جب عورت نے کسی اور مرد کے ساتھ بمبستری کی ہو۔ لیکن تاسیت کی روپورت میں کئی خامیاں ہیں۔ اور اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ نیک چلنی کی مثال سامنے رکھ کر وہ بدپلن رو میوں کو خالق کا سبق پڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اتنی بات تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جرمن اپنے جنگلوں میں بھلے ہی نیک چلنی اور اخلاق کی بلندی اور پاکیزگی کا نمونہ رہے ہوں لیکن باہری دنیا کا ذرا ساتھ لعلی انہیں دوسرے اوسط پورپیوں کی سطح پر کھینچ لانے کے لئے کافی تھا۔ رومی زندگی کے تین بھنوں میں پڑکر جرمنوں کی اخلاقی پاکیزگی جرمن زبان سے بھی زیادہ تیزی سے مٹ گئی اور اس کا کوئی نشان بھی باقی نہیں بچا۔ اس کے لئے تو اس کے گریگری کی کتاب کو پڑھنا کافی ہوگا۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جرمنی کے قدیم جنگلوں میں وہ لاطافت اور نزاکت بھری عیاشی مملکن ہی نہیں تھی جوروم میں ہوتی تھی۔ اس لئے اس معاملے میں بھی جرمن لوگ رومیوں پر فوکیت رکھتے تھے لیکن اس کے لئے ان کی طرف یہ بات منسوب کرنے کی ضرورت نہیں کہ نفسانی خواہشیں انہیں چھوٹیں گئی تھیں اور وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا نمونہ تھے کیونکہ بحیثیت مجموعی کوئی قوم بھی کبھی ایسی نہیں رہی۔ گن نظام سے ہر شخص پر یہ فرض عائد ہوا کہ وہ اپنے باپ اور رشتہداروں کے ذہنوں کو اپنادھن مانے اور ان کے دوستوں کو اپنادوست۔ اسی سے "ویریگلڈ" کاررواج ہوا جس میں کسی کو قتل یا زخمی کرنے کی پاداش میں جرم انداز کرنے سے کام چل جاتا تھا اور خونی انتقام کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ ایک پشت پہلے "ویریگلڈ" کو ایسا کاررواج نام جاتا تھا جو خاص طور پر جرمنوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خونی انتقام کی یہ زیادہ بکھری صورت سینکڑوں جاتیوں میں پائی جاتی ہے اور وہ گن نظام سے پیدا ہوئی ہے۔ مثال کے لئے مہماں نوازی کی طرح یہ کاررواج بھی امریکہ کے انڈیا نوں میں پایا جاتا ہے۔ جرمنوں میں مہماں نوازی کا جو حال تاسیت نے بیان کیا ہے ("جرمنی۔" باب 21) وہ چھوٹی مولیٰ باتوں میں بھی تقریباً وہی ہے جو ماگن نے اپنے امر کی انٹیوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔

ایک زمانے میں اس بات پر بڑی گرم بحث چھڑی ہوئی تھی جو کبھی ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی کہ تاسیت کے وقت تک جرمنوں نے کھیتی کی زمین کا آخری طور پر بتوارہ کرڈا لاتھا ہی نہیں، اور اس سوال سے متعلق تاسیت نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کیا مطلب لگایا جائے۔ اب یہ بحث پرانی ہو چکی۔ اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تقریباً سبھی قوموں میں شروع میں پورا گن اور بعد میں قدیم کیوٹی خاندانی برادریاں مل کر کھیتی کرتی تھیں اور سیزرنے اس وقت تک سوئری لوگوں میں یہ کاررواج پایا تھا۔ بعد میں زمین تقسیم کرنے کا وراج ہوا۔ اور تھوڑے قوڑے دنوں بعد الگ الگ خاندانوں میں زمین کو نئے سرے سے بانٹ دیا جاتا تھا۔ جرمنی کے کچھ حصوں میں تو کھیتی کی زمین کو ایک متر رہ میعاد کے بعد پھر سے بانٹ دینے کا وہ رواج آج تک پایا جاتا ہے۔ یہ سب ثابت ہو جانے کے بعد اس بحث

میں اور سرکھپا نے کی ضرورت نہیں رہتی۔ سیزر کے زمانے سے تاسیت کے زمانے تک کے بڑی ہو سو برس کے عرصے میں اگر جو من لوگ اجتماعی کھینچتی سے سیزرنے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ سو یوں لوگوں میں زمین کا بٹوارہ یا انفرادی کھینچتی نہیں ہوتی تھی۔ ... آگے بڑھ کر ہر سال زمین کو پھر سے باٹھنے اور انفرادی طریقے سے کھینچتی کرنے لگے تھے تو ماننا پڑے گا کہ انہوں نے کافی ترقی کی تھی۔ اتنے کم عرصے میں اور بغیر کسی یہ ورنی مداخلت کے اس حالت سے آگے بڑھ کر زمین کی مکمل طور پر بچی ملکیت کی منزل پر بچنے جانا بالکل ناممکن تھا۔ لہذا میں تاسیت کے لفظوں کا صرف یہی مطلب نکالتا ہوں جو اس نے لکھا یہے اور اس نے لکھا یہے: جو من لوگ ہر سال کھینچتی کی زمین کو بدلتے ہیں (یا پھر سے بانٹ لیتے ہیں) اور ایسا کرنے کے دوران میں کافی اجتماعی زمین بچ جاتی ہے۔ کھینچتی اور زمین کی ملکیت کی یہ حالت جو منوں کے اس زمانے کے گن دستور سے بالکل میل کھاتی ہے۔

مذکورہ بالا پیرا گراف کو میں نے بغیر کسی تبدیلی کے اسی طرح چھوڑ دیا ہے جس طرح وہ اس کتاب کے پرانے ایڈیشنوں میں چھپا ہے۔ لیکن اس دوران میں سوال کا ایک اور پہلو سامنے آگیا ہے کو ایفسکی نے یہ ثابت کر دیا ہے (دیکھئے اس کتاب کا صفحہ 44) (7) کہ پدری اقتدار والی گھریلو برادری، مادری حق والے کیونشی خاندان اور موجودہ زمانے کے الگ الگ رہنے والے خاندان کو ملانے والی ایک درمیانی کڑی تھی اور اس حیثیت سے اگر یہ ہر جگہ نہیں پائی جاتی تو بھی اس کا بہت وسق رواج تھا۔ جب سے یہ ثابت ہوا ہے تب سے بحث اس بات پر نہیں رہتی کہ زمین سب کی مشترکہ ملکیت تھی یا نہیں، جس پر مارو اور ویزرن میں اب تک مباحثہ ہو رہا تھا، بلکہ اب سوال یہ ہے کہ مشترکہ ملکیت کی کیا شکل تھی۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ سیزر کے زمانے میں سو یوں لوگوں میں زمین کی مشترکہ ملکیت ہوتی تھی بلکہ سب لوگ مل کر سامنھے کی کھینچتی کرتے تھے۔ ان لوگوں کی اقتصادی اکائی کیا تھی۔ گن، گھریلو برادری یا خون کے رشتہوں پر مبنی کوئی درمیانی کیونشی گروہ، یا زمین کے مختلف مقامی حالات کے مطابق یہ نہیں ہی شکلیں پائی جاتی تھیں۔ ان سوالوں پر باہمی بہت دنوں تک بحث چلتی رہے گی۔ کو ایفسکی کا کہنا ہے کہ تاسیت نے جن حالات کا ذکر کیا ہے وہ مارک یا دیوبھی برادری پر دلالت نہیں کرتے بلکہ گھریلو برادری پر دلالت کرتے ہیں جو بہت آگے چل کر آبادی کر بڑھ جانے کی وجہ سے دیوبھی برادری میں بدل گئی۔

اس نے کہا جاتا ہے کہ رومیوں کے زمانے میں جس علاقے میں جو من بے ہوئے تھے اور بعد میں جس علاقے کے انہوں نے رومیوں سے چھینا، وہاں جو منوں کی بستیاں گاؤں کی شکل میں تھیں بلکہ بڑی بڑی خاندانی برادریوں کی شکل میں تھیں جن میں کئی پشت کے لوگ رہتے تھے، جو زمین کے ایک کافی بڑے علاقے پر کھینچتی کرتے تھے اور اردو گرد کی صحرائی زمین کو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ مل کر مشترکہ مارک کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ یہ بات صحیح مان لی جائے تو کھینچتی کی زمین کو بدلتے کے بارے میں تاسیت میں جو عبارت ہے، اس کا ذرعی

مفہوم نکالنا ہو گا لمحیٰ ہر گھر یلو برادری ہر سال نبی زمین پر کھتی کرتی تھی اور یچھلے سال کی جوتی ہوئی زمین کو بول چلا کر خالی چھوڑ دیتی تھی یا اسے بالکل کام میں نلا تی تھی۔ چونکہ آبادی بہت کم تھی اس لئے صحرائی زمین کی کوئی کمی نہ تھی اور اس لئے زمین کے لئے کسی کو جھگٹنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ کئی صدیوں کے بعد جب گھرانے کے ممبروں کی تعداد تی بڑھ گئی کہ پیداوار کی اس وقت جو حالت تھی اس میں مل کر کھتی کرنا ممکن ہو گیا، تب کہیں ان گھر یلو برادریوں کا شیرازہ منتشر ہوا۔ پہلے جو سامنے کے کھیت اور چاگاں پیش ہیں، انہیں الگ الگ گھر انوں میں، جو اس وقت تک بن چکے تھے، مردوں طریقے کے مطابق بانٹ دیا گیا۔ شروع میں یہ بُوارہ ایک مقررہ وققے کے بعد بار بار ہوتا تھا، پھر یہ ایک بارہیں کے لئے ہو گیا لیکن جنگل، چاگاہ، ندی نالی اور تالاب سمجھی کی مشترکہ ملکیت رہے۔

جباں تک روس کا تعلق ہے، ارتقا کا یہ سلسلہ یہاں بھی تاریخی طور پر پوری طرح ثابت معلوم ہوتا ہے۔ جباں تک جرمی اور پھر ان ملکوں کا تعلق ہے جن میں جرمن لوگ رہتے تھے، اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تاسیت کے زمانے میں بھی دیہی برادری کا وجود مانے کے پرانے خیال کے مقابلے میں یہ خیال بنیادی مواد کی زیادہ اچھی توجیہ کرتا ہے اور مشکلات کو زیادہ آسانی سے حل کرتا ہے۔ جرمنوں کی سب سے پرانی دستاویزوں کو... مثال کے طور پر Codex Laureshamensis (38) کو دیہی مارک برادری کے مقابلے میں گھر یلو برادری کی بنیاد پر زیادہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف اس خیال سے نئی دشواریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور نئے مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جنہیں حل کرنا ضروری ہے۔ یہ معاملہ مزید چھان بیں کے بعد ہی ملے ہو سکے گا۔ لیکن میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا نہیں کہ بہت ممکن ہے کہ جرمی، اسکینڈنیونیا اور انگلینڈ میں گھر یلو برادری ایک درمیانی منزل بھی رہی ہو۔

جباں سیزر کے زمانے میں جرمنوں نے ابھی حال میں کسی حد تک بستی بنا کر مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور کسی حد تک وہ مستقل سکونت اختیار کرنے کے لئے مناسب جگہ کی تلاش میں تھے، وہاں تاسیت کے زمانے میں انہیں سنتیوں میں جم کر رہتے ہوئے ایک پوری صدی گزر چکی تھی۔ اس سے ذرائع زندگی کی پیدائش میں جو ترقی ہوئی، اسے کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ لکڑی کے لمحوں سے بننے ہوئے مکانوں میں رہتے تھے۔ ان کے لباس ابھی تک ابتدائی جنگلیوں کے سے تھے۔ وہ موٹے اونی لبادے اور جانوروں کی کھالیں بہنٹتے تھے۔ عورتیں اور شرافازیر جامد کے طور پر سن کے بننے ہوئے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ ان لوگوں کی غذا تھی دودھ، گوشت، جنگلی پھل اور جیسا کہ پلینی نے بتایا ہے، جنی کا دلیاں (جو کہ آج بھی آئر لینڈ اور اسکا لینڈ میں کیلیٹ لوگوں کی قومی ندا ہے)۔ ان کی دولت گائے بیل تھی۔ مگر ان کی نسل اچھی نہیں تھی اور جانور چھوٹے چھوٹے، بے ڈھنگے، بے ڈول اور

بغیر سینگوں کے ہوتے تھے۔ ان کے گھوڑے چھوٹے چھوٹے ٹوٹوں جیسے ہوتے تھے جو تینیں دوڑ سکتے تھے۔ سے کے کا بہت کم استعمال ہوتا تھا اور وہ بھی بہت تھوڑی تعداد میں۔ صرف روئی سکھے ہی چلتا تھا۔ جرمن لوگ سونے یا چاندی کے سامان نہیں بناتے تھے اور نہ وہ ان دھاتوں کو کوئی اہمیت دیتے تھے۔ لوہے کی بہت کمی تھی اور کم سے کم رائٹ اور ڈینوب دریاؤں کے کنارے رہنے والے لوگ اپنی ضرورت کا سارا الہاباہر سے منگواتے تھے اور خود میں نہیں نکالتے تھے۔ رومن رسم الخطا (جو پونانی اور لاطینی حروف کی نقل کر کے لکھا جاتا تھا) صرف ایک خیرا اشارتی ابجر کے طور پر محض مذہبی جادو ٹونے کے کام آتا تھا۔ انسانوں کی قربانی کرنے کی رسم ابھی تک جاری تھی۔ مختصر یہ کہ اس زمانے میں جرمنوں نے برابریت کے درمیانی دور سے نکل کر آخري دور میں حال ہی میں قدم رکھا تھا۔ جن جرمن قبیلوں سے روم کے باشندوں کا براہ راست تعلق قائم ہو گیا تھا اور اس نے جو آسانی سے روم والوں کی صنعتی پیداوار حاصل کر سکتے تھے، وہ دھات یا کپڑے کی خود اپنی صنعتیں نہیں قائم کر پائے تھے۔ لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ بحیرہ بالٹک کے ساحل پر رہنے والے شمال مشرقی قبیلوں نے یہ صنعتیں قائم کر لی تھیں۔ شیلرڈ ڈگ کے دلدلی علاقے میں زرہ بکتر کے جو ٹکڑے ملتے ہیں.... لوہے کی بیس تلوار، بکتر، چاندی کا خود وغیرہ، جو چیزیں دوسری صدی کے آخر کے رومن سکوں کے ساتھ ملی ہیں.... اور لوگوں کے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے جرمنوں کے بنائے ہوئے دھات کے سامان جو چاروں طرف پھیل گئے ہیں وہ سب ایک مخصوص قسم کی عمدہ کارگیری کے نمونے پیش کرتے ہیں اور یہی بات ان چیزوں پر بھی صادق آتی ہے جو رومنی چیزوں کے نمونے پر بنائی گئی تھیں۔ مگر جب جرمن لوگ ترک طعن کر کے متمدن روم ایمپائر (سلطنت) میں آبے تو انگلینڈ کے سواباقی سب جگہ ان کی اپنی صنعتیں ختم ہو گئیں۔ ان صنعتوں کی ابتداء اور ان کی نشوونما کس قدر رسیت سے اور یکساں طور پر ہوئی تھی اس کا ایک اچھا ثبوت ہے کانسی کا بننا ہوا بروج۔ برگنڈی میں، رومانیہ میں اور آزف سمندر کے ساحل پر جو نمونے ملے ہیں، وہ دیکھنے میں ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا وہ بھی برطانیہ اور سویڈن کے کارخانوں میں بنائے گئے ہوں اور اس میں کوئی جنک نہیں کہ وہ بھی جرمن کارگیری کی پیداوار ہیں۔

ان لوگوں کا دستور بھی برابریت کے آخری دور کے حسب حال تھا۔ تایبت کی روایت کے مطابق سرداروں (principes) کی ایک کوسل ہوتی تھی جو کم اہمیت کے معاملوں کو طے کر دیتی تھی اور زیادہ اہم سوالوں کو عوامی اسملی کے سامنے فیصلے کے لئے پیش کر دیتی تھی۔ برابریت کے ابتدائی دور میں کم سے کم ان لوگوں میں جن کی ہمیں واقعیت ہے، یعنی امریکہ کے انڈینوں میں، عوامی اسملی صرف گن میں ہوتی تھی۔ اس زمانے تک قبیلوں کے دفاق میں عوامی اسملی کا رواج شروع نہیں ہوا تھا۔ ایریو اس لوگوں کی طرح جرمنوں میں بھی کوسل میں بیٹھنے والے سردار (principes) ابھی تک زمانہ جنگ کے سرداروں (duces) سے صاف طور پر ممیز کئے جاسکتے

تھے۔ اول الذکر کو اپنے قبیلے کے لوگوں سے تھے کہ طور پر مویشی، غلد وغیرہ ملنے لگا تھا اور وہ بھی سے، ایک حد تک، اسی پر گزار کرنے لگے تھے۔ امریکہ کی طرح یہاں بھی یہ لوگ ایک ہی خاندان سے پہنچتے تھے۔ یونان اور روم کی طرح یہاں بھی پدری حق قائم ہو جانے کی وجہ سے رفتہ رفتہ یہ تبدیلی ہوئی کہ جن عہدوں کے لئے پہلے انتخاب ہوا کرتا تھا، وہ اب موروثی ہن گئے۔ اس طرح ہرگز میں شرفا کا ایک خاندان پیدا ہو گیا۔ اس قدیم، نام نہاد قبائلی شرفا کے طبقے کا ایک بڑا حصہ لوگوں کے نقل وطن یا ہجرت کے دوران میں یا اس کے تھوڑے ہی دنوں کے اندر ختم ہو گیا۔ فوجی قائد یا رہنمائیض اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر پہنچنے جاتے تھے۔ اس میں یہ خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ ان کی پیدائش حیثیت کیا ہے۔ ان کو اختیار بہت کم تھا اور اپنی بات منوانے کے لیے خود کام کر کے مثال قائم کرنا ہوتی تھی۔ جیسا کہ تاسیت نے صاف لکھا ہے فوج کے اندر ڈپلین قائم رکھنے کا اصلی اختیار بچاریوں کے ہاتھ میں تھا۔ اصلی اقتدار عوامی اسمبلی کے ہاتھ میں تھا۔ بادشاہ یا قبائلی سردار صدارت کرتا تھا۔ فیصلہ عوام کرتے تھے۔ زیریں بڑی بڑی نے کا مطلب ہوتا تھا "نہیں" اور زور سے نفرے لگانے اور ہتھیار کھڑکھڑا نے کا مطلب ہوتا تھا"ہاں۔ "عوامی اسمبلی عدالت کا کام بھی کرتی تھی۔ اس کے سامنے شکایتیں پیش ہوئی تھیں اور ان کا فیصلہ کیا جاتا تھا اور سزاۓ موت تک دی جاتی تھی۔ موت کی سزا صرف بزدلی، غداری اور غیر فطری اخلاقی برائیوں کے لئے دی جاتی تھی گن اور دوسری شاخیں بھی مقدموں کی شناوائی کرتی تھیں۔ ان کا سردار صدارت کرتا تھا۔ جرمونوں کی سمجھی ابتدائی عدالتوں کی طرح یہاں بھی صدر کا کام صرف عدالت کی کارروائی کو چلانا اور جرح کرنا تھا۔ جرمونوں میں ہر جگہ اور ہمیشہ یہی رواج تھا کہ کسی جرم کی سزا پر اسماج دیتا تھا۔

سینزرا کے زمانے سے قبیلوں کے وفاق بننے لگے۔ ان میں سے بعضوں میں بادشاہ بھی ہونے لگے تھے۔ یونانیوں اور رومیوں کی طرح ان لوگوں میں بھی سب سے بڑا سپہ سالار جلد ہی مطلق العنان حکمران بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ کبھی کبھی ان کے حوصلے پورے ہو جاتے تھے۔ اس طرح جو لوگ اقتدار غصب کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے وہ اپنی مطلق العنان حکومت نہیں قائم کر پاتے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ گن دستور کی بندشوں کو توڑنے لگے۔ جن غلاموں کو آزاد کر دیا جاتا تھا، ان کی گن دستور میں حیثیت عام طور پر نیچی ہوتی تھی کیونکہ وہ کسی گن کے ممبر نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن نئے بادشاہوں کی مہربانی سے یہ لوگ اکثر اونچے عہدوں، دولت اور اعزاز حاصل کرتے تھے۔ رومان ایمپائر کی فتوحات کے بعد، ان فوجی رہنماؤں کے سلسلے میں جو بڑے بڑے ملکوں کے بادشاہ بن گئے تھے، یہی بات ہوئی۔ فرینک لوگوں میں بادشاہ کے غلاموں اور آزاد کئے ہوئے لوگوں کا شروع میں دربار میں اور بعد میں پوری ریاست میں بڑا بد بختا۔ نئے امراء اور شرفا کی ایک بڑی تعداد نہیں کی اولاد میں تھی۔ بادشاہت کے ارتقائیں ایک ادارے سے بہت مددگاری اور وہ ادارہ تھا افراد کی اپنی اپنی فوج۔ ہم اوپر کیچھ کچھ

ہیں۔ کس طرح امریکی انڈینوں میں گنوں کے ساتھ ساتھ اپنے طور پر جنگ کرنے کے لئے بھی جماعتیں بنائی جانے لگی تھیں۔ جرمونو میں ان بھی جماعتوں نے مستقل حیثیت اختیار کر لی۔ اگر کوئی سپہ سالا رہشت حاصل کر لیتا تو لوٹ کے مال کے شوق میں جنگنوں جو نوں کی ایک بڑی تعداد اس کے گرد جمع ہو جاتی۔ یہ لوگ ذاتی طور پر اسے وفاداری کا عہد کرتے تھے اور وہ سپہ سالاران سے۔ وہ انہیں کھانا دیتا تھا، تھنچ تھا افکار دیتا تھا اور درجہ بدجہ کے اصول پر ان کی تنظیم کرتا تھا۔ ایک باڑی گارڈ یا محافظہ دستہ، چھوٹی موٹی لڑائیوں میں حصہ لینے کے لئے اور فوری طور پر میدان میں اترانے کے لئے ایک ٹکڑی اور بڑی لڑائیوں کے لئے فوجی افسروں کا تربیت یافتہ جو تھے ہوتا تھا۔ یہ بھی فوجیں اگرچہ کافی کمزور ہوتی تھیں اور بعد میں یہ بات ثابت بھی ہو گئی مثال کے لئے اٹلی میں اودو آ کر کے تحت بھی ان کی کمزوری ثابت ہو گئی، لیکن پھر بھی انہوں نے قدم عوامی آزادیوں کے لئے گھن کے کیڑے کا کام کیا اور لوگوں کی بھرتی یا نقش وطن کے دوران میں اور اس کے بعد بھی انہوں نے بھی کام پورا کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو بادشاہت کے ارتقا کے مناسب زمین تیار کی اور دوسرے جیسا کہ تاسیت نے کہا ہے، ان فوجوں کو بنائے رکھنے کے لئے انہیں ہمیشہ لڑائی اور لوٹ مار کی مہموں میں مصروف رکھنا ضروری تھا۔ لوث ان کا اصلی مقصد بن گیا۔ اگر فوجی سردار کو اپنے آس پاس کے علاقے میں اس کی کوئی گنجائش نہیں دکھائی دیتی تھی تو وہ اپنی فوجوں کو لے کر دوسرے ملکوں پر چڑھائی کر دیتا جہاں جنگ کرنے اور لوٹ کا مال حاصل کرنے کی گنجائش ہوتی۔ جو ہن امدادی فوجیں جو روی جھنڈے کے پیچے خود جرمونو سے بھی بڑی تعداد میں لڑتی تھیں، ایسے ہی بھی دستوں اور ٹکڑیوں سے بنی تھیں۔ یہی وہ پہلا نیچ تھا جس سے آگے چل کر لینڈس کخت (8) نظام کی پیدائش ہوئی جو جرمونو کے لئے کلک اور لعنت ثابت ہوا۔ رومنی سامراج کی فتح کے بعد بادشاہوں کی یہ بھی جو بھی غلاموں اور روم کے درباریوں کی طرح بعد کے زمانے کے شرف کا حصہ بن گئے۔

غرضیکہ عام طور پر جرمون قبیلوں نے بھی مل کر جاتیوں کی شکل اختیار کی اور ان کا وہی دستور تھا جو سور مائی عبد کے یونانیوں میں اور رومیوں میں نام نہاد بادشاہوں کے زمانے میں پایا جاتا تھا۔ یعنی ان میں بھی اسی طرح کی عوامی اسٹبلی، گن سرداروں کی کوسل اور فوجی کمانڈر ہوا کرتے تھے جو تھج کے بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ یہ ایک نہایت ترقی یافتہ دستور تھا جو کسی گن سماج میں قائم ہو سکتا تھا۔ وہ بربریت کے آخری دور کا معیاری دستور تھا۔ جیسے ہی سماج ان حدود کے باہر ٹکل گیا جس کے لئے وہ دستور موزوں تھا، ویسے ہی گن نظام کا خاتمه ہو گیا۔ گن نظام ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ ریاست نے لے لی۔

حوالہ جات

1۔ آج بھل نہیں نہی کہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

2۔ میں نے آر لینڈ میں کچھ دن گزارے (32) تو ایک بار پھر مجھے اس بات کا احساس ہو کہ اس ملک کی دیہاتی آبادی آج بھی کسی حد تک گن کے زمانے کے خیالات اور تصورات سے لپٹی ہوئی ہے۔ زمیندار کو جس سے لگان پر زمین لے کر کسان کھیتی کرتا ہے، وہ اپنے جرگے کا ایسا سردار سمجھتا ہے جو سب کے فائدے کے لئے کھیتی کی دیکھ بھال کرتا ہے، جسے کسانوں سے لگان کی شکل میں خراج لینے کا حق ہے، پر ساتھ ہی جس کا یہ فرض بھی ہے کہ ضرورت پڑنے پر کسان کی مدد کرے۔ اسی طرح ہر کھاتے پیتے آدمی کا فرض سمجھا جاتا ہے کہ جب بھی اس کے غریب پڑھی مصیبت میں ہوں تو وہ ان کی مدد کرے۔ یہ مددخواہات نہیں ہے۔ جرگے کے غریب مہروں کا حق ہے کہ جرگے کے دولتمند لوگ یا جرگے کا سردار ان کی مدد کرے۔ اسی وجہ سے اقتصادیات اور قانون کے پہنچت اکثر یہ شکایت کرتے سنے جاتے ہیں کہ آر لینڈ کے کسانوں کے دامغ میں بورڑا ملکیت کے جدید خیالات کو بھانا ناممکن ہے۔ آر لینڈ کے باشندوں کی سبھی میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ ایسی بھی کوئی ملکیت ہو سکتی ہے جس میں محض اختیارات اور حقوق ہوں اور ذمہ داری کوئی نہ ہو۔ کوئی حیرت نہیں کہ گن سماج کے ایسے بھولے بھالے خیالات کو لئے ہوئے آر لینڈ کے باشندے جب اچانک انگلینڈ یا امریکہ کے بڑے شہروں میں، ایسی آبادی میں پہنچ جاتے ہیں جس کے اخلاق اور قانون کے معیاری اصول بالکل مختلف ہوتے ہیں تو اخلاق اور انصاف دونوں کے بارے میں ان کے خیالات گلڈ ٹھہر جاتے ہیں، انہیں اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور اکثر ان کی ایک بڑی تعداد بدوہی اور پست ہمتی کا شکار ہو جاتی ہے۔ (1891 کے ایڈیشن کے لئے نوٹ از اینگر)

3۔ دیکھی برادری۔ (ایڈیٹر)

4۔ قرابت دار۔ (ایڈیٹر)

5۔ ماموں اور بھائیوں کے رشتے کا گہر اعلق اور اس کی خصوصیت جو بہت سے لوگوں میں مادری حق کی ایک نشانی کے طور پر باقی ہے، یونانیوں میں صرف سورا مائی عہد کی دیو ما لائیں پائی جاتی ہے۔ دیودورس کی جلد 4، صفحہ 34 میں میلیا گیر پنی ماں آلتھیا کے بھائیوں، تھیسیس کے بیٹوں کو مارڈالتا ہے۔ آلتھیا اس قتل کو اتنا عظیم جرم سمجھتی ہے کہ قاتل کو جو خود اس کا بیتا ہے، سراپا دے ڈالتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ وہ مر جائے۔ لکھا ہے کہ "دیوتاؤں نے اس کی دعا من لی اور میلیا گیر کی زندگی کو ختم کر دیا۔" اسی مصنف کے قول کے مطابق (دیودورس، جلد 4، صفحات

(44,43) جب ہر قلیس کی رہنمائی میں ارگونات کا گروہ تھریشیا (Thracia) میں اتر اتواس نے دیکھا کہ فینیکس نے پہلی بیوی کلیا پیٹرا بوریڈ سے قطع تعلق کر لیا ہے اور اپنی دوسری بیوی کے کہنے میں آکران دونوں بیٹوں کے ساتھ جو کلیوبیٹرا کے طعن سے تھے، نہایت شرمناک برناو کر رہا ہے۔ لیکن ارگونات کے گروہ میں بھی کچھ بوریڈ خاندان کے لوگ تھے جو کلیوبیٹرا کے بھائی ہوتے تھے اور اس طرح ان مصیبت زدہ لڑکوں کے ماموں تھے۔ ماموں نے فوراً اپنے بھانجوں کی مدد کی، انہیں قید سے چھکارا دلا پا اور ان کو قید میں رکھنے والے پہرہ داروں کو مار دالا۔ (نوٹ از اینگر)

6-Maurer G. L; "Geschichte der Stadteverfassung in Deutschland", Bd.i, Erlangen, 1869. (ایڈیٹر)

7- اینگر نے جس صفحے کی طرف اشارہ کیا ہے وہ چوتھے جرمن ایڈیشن کا ہے۔ دیکھئے اسی جلد کے صفحات

76-78 (ایڈیٹر)

8- لینڈس کخت (Landsknecht) (تینواہ دار سپاہی) (ایڈیٹر)

آٹھواں باب

جرمن لوگوں میں ریاست کا آغاز

تاسیت کا کہنا ہے کہ جرمن لوگوں کی تعداد بہت بڑی تھی۔ الگ الگ جرمن جاتیوں کی تعداد کم و بیش اندازہ سیزرنے دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اودی ہیتن اور تینکتیرن لوگوں کی تعداد عورتوں اور بچوں کو ملا کر ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔ یہ لوگ دریائے رائن کے باہمی کنارے پر آبے تھے۔ اسی طرح ہر جاتی میں تقریباً ایک لاکھ آدمی ہوتے تھے۔ (1) ایروکواں لوگ اپنے اختیائی عروج کے زمانے میں بھی تعداد میں اس سے کہیں کم تھے۔ ان کی تعداد جب بیس ہزار بھی نہیں تھی تو وہ بڑی جھلیوں سے لے کر اسی اور پوٹوں تک کے پورے ملک میں لوگوں کے لئے ایک دہشت کی چیز بننے ہوئے تھے۔ اگر ہم رائن علاقے کی الگ الگ جاتیوں کو جن کے بارے میں رپورٹوں کی بدولت ہماری واقعیت زیادہ ہے، نقشے پر جمع کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ان میں سے ہر جاتی اوسٹاپروشیا کے ایک

موجودہ انتظامی ضلع کے برائے یعنی دس ہزار مرلیں کلو میٹر یا 182 جنگل ایسی مربع میل کے علاقوں میں بھی ہوئی تھی۔ لیکن روم والے جس کو (2) Germania Magna کہتے تھے، اس کی سرحد دریائے سوٹولاتک پہنچتی تھی، اس کا رقبہ کم و بیش پانچ لاکھ مرلیں کلو میٹر تھا۔ اگر ایک جاتی کے لئے اوس طاں ایک لاکھ کا حساب رکھا ائے تو Germanis Magna کی کل آبادی 50 لاکھ ہو جاتی ہے جو بربریت کی جاتیوں کے ایک گروہ کے لئے ذرا بڑی تعداد ہے، حالانکہ ایسی مربع کلو میٹر دس آدمی یا ایک جنگل ایسی مربع میل کے لئے 550 کی آبادی آج کل کی حالت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ لیکن اس تعداد میں اس زمانے کے تمام جرمن شامل نہیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ گوچنسل کی جرمن جاتیاں، یعنی باستر نیں، پیوکینیں اور دوسری جاتیاں کارپے تھیں پہاڑوں کے کنارے کنارے دریائے ڈینوب کے دہانے تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں کی تعداد اتنی بڑی تھی کہ پلینی نے انہیں جرمنوں کا پانچواں بنیادی قبیلہ کہا تھا۔ 180ق۔م۔ میں یوگ مقدونیہ کے بادشاہ پرسیس کے تختہ ادار پا ہیوں کا کام کرنے لگے تھے اور آگسٹن کے عہد حکومت کے شروع میں وہ ایڈریانوپل کے پاس تک بڑھ آئے تھے۔ اگر تم یہ فرض کر لیں کہ ان کی تعداد صرف دس لاکھ تھی تو سن عیسوی کے شروع میں جرمنوں کی کل تعداد ساٹھ لاکھ سے کم نہیں رہی ہو گی۔

جرمنی میں بس جانے کے بعد آبادی نہایت تیزی سے بڑھی ہو گی۔ اور جس صنعتی ترقی کا ذکر ہوا ہے وہ یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ خلیز وگ کے ولدیں جو چیزیں ہیں، وہ اسی زمانے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیسی صدی تک بحیرہ بالٹک کے ساحلوں پر دھرات اور کپڑے کی صنعت کا ہی ترقی کر چکی تھی، سلطنت روم کے ساتھ کافی تجارت ہوتی تھی اور دو تین طبقہ نہایت عیش و عشرت کی زندگی برقرار رہا تھا۔ یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ آبادی پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی تھی۔ لیکن اسی زمانے میں جرمنوں نے دریائے رائے، رومن سرحدی فصیل اور دریائے ڈینوب تک کی پوری سرحد پر، بحیرہ نامہ اس بات کا برآ راست بثوت ہے کہ برابر بڑھتی ہوئی آبادی اپنے علاقوں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کشمکش کے تین سو برس کے عرصے میں گوچہ لوگوں کی اصلی جماعت (اکینڈی نیویا کے گوچہ لوگوں اور برگنڈیوں کو چھوڑ کر) جنوب مشرق کی طرف بڑھ گئی اور اس حملے کے مورپھے کا یہی بایاں بازو بنا۔ شمالی جرمن لوگ (ہری نونی) اس مورپھے کے وسط میں اوپری ڈینوب تک بڑھ آئے اور اسی وونی لوگ جو اس زمانے میں فریبک کہلانے لگے، دریائے رائے کے کنارے کنارے اس مورپھے کے دائیں حصے میں بڑھ آئے۔ برطانیہ کو فتح کرنا کام اگیوونی لوگوں کے حصے میں آیا۔ پانچویں صدی کے آخر میں روم کی کمزور ناؤں اور بے یار و مددگار سلطنت کے دروازے جرمن حملہ آوروں کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

اس سے پہلے کے ابواب میں ہم قدیم یونانی اور رومی تمدن کے گھوارے کے پاس کھڑے تھے۔ اب ہم اس کی قبر کے پاس کھڑے ہیں۔ کئی صد یوں سے بھیرہ روم کے تمام ملکوں پر روم کی عالمگیر طاقت کا ندا چل چل کر ان کی تمام امتیازی خصوصیات مٹاتا جا رہا تھا۔ ان چند ہجھوں کو چھوڑ کر جہاں یونانی زبان نے اس کا مقابلہ کیا، تمام قومی زبانیں ایک خراب اور بگڑی ہوئی لاطینی میں مغلوب ہو کر پیچھے ہٹ گئیں۔ قومیتوں کا کوئی امتیاز اور فرق باقی نہیں رہا۔ نہ کوئی گال تھا، نہ اسپرین، نہ لیگورین تھا اور نہ نارکین۔ سب روم ہو گئے تھے۔ رومی نظم و نسق اور رومی قانون نے ہر جگہ خون کے رشتؤں یا سگوتری کی پرانی جماعتیں کا شیرازہ منتشر کر دیا تھا، اور مقامی اور قومی خود اختیاری کے آخری آثار کو بھی مٹا دیا تھا۔ نوساختہ اور نو ایجاد و نویں اس نقصان کی تلافی نہیں کر سکتی تھی۔ یہ کسی قومیت کا نہیں بلکہ قومیت نہ ہونے کا افہما رہا۔ نئی قوموں کی تعمیر کے عناصر ہر جگہ موجود تھے۔ مختلف صوبوں کی لاطینی بولیوں کا فرق روز بروز ہوتا تھا۔ جن قدر تی سرحدوں نے کسی زمانے میں اٹلی، گال، اپتن، افریقہ کو الگ الگ آزاد ملک بنایا تھا، وہ آج بھی موجود تھیں اور ان کا اثر بھی پڑ رہا تھا۔ پھر بھی کہیں کوئی ایسی قوت نہیں تھی جو ان عناصر کو ملا کر نئی قوموں کی تخلیق کرتی۔ ترقی کی صلاحیت کے کہیں کوئی آثار نہیں دکھائی دیتے تھے اور نہ مقابلہ کی کہیں کوئی طاقت نظر آتی تھی۔ ایسی صورت میں تخلیقی قوت کی بھلا کیا گنجائش ہو سکتی تھی۔ اس وسیع علاقے کی کثیر انسانی آبادی کو ایک شیرازے میں باندھ رکھنے والی چیز ایک ہی تھی اور وہ تھی رومی ریاست اور وہی کچھ زمانہ گزرتے گزرتے ان کی بذریں دشمن اور ان پر ظلم ڈھانے والی بھی تھی۔ صوبوں نے روم کو بر باد کر دیا تھا۔ روم خود بھی اور شہروں کی طرح ایک صوبائی شہر بن گیا۔ اسے کچھ مخصوص حقوق اب بھی حاصل تھے گраб وہ حکومت نہیں کرتا تھا، وہ اب ایک عالمگیر سلطنت کا مرکز نہیں تھا، وہ اب شہنشاہوں اور نائب شہنشاہوں کی راجدھانی بھی نہیں تھا کیونکہ وہ تواب قسطنطینیہ، تریا اور میلان میں رہنے لگے تھے۔ رومی ریاست اب ایک بھاری بھرم اور پیچیدہ مشین ہو گئی تھی جس کا واحد مقصد اپنی رعایا کا استحصال کرنا تھا۔ ریاست ان سے ٹکیں اور خدمتیں لیتی اور طرح کے مصروف وصولی تھی جس کی وجہ سے لوگ روز بروز افلاس کے گڑھے میں دھستے گئے۔ سلطنت کے پروکوریٹ، ٹکیں وصولے والے افسروں سپاہی عوام کے ساتھ چیزیں زبردستی کرتے تھے، اس سے یہ دباؤ اور بوجھ اور بھی ناقابل برداشت ہو گیا۔ روم کی ریاست نے اپنا عالمگیر سلطنت قائم کر کے یہ حالت کر کھی تھی۔ اس کے قائم رہنے کا جواز یہ بتایا جاتا تھا کہ ملک میں امن و امان قائم رکھنے اور ملک کو باہر کے برابر یوں کے حملوں سے بچانے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کا نظم اور امن و امان بذریں بذری اور بدانتی سے بھی بدتر تھا۔ اور جن برابر لوگوں سے ریاست اپنے شہریوں کو چانے کا دعوی کرتی تھی، انہی کو شہریوں نے اپنا نجات دہنہ سمجھا اور ان کا خیر مقدم کیا۔ سماجی حالات بھی کم خراب نہیں تھے۔ رپبلک برسوں میں ہی رومی حکومت کی بنیاد مفتوح صوبوں کے

بدریں اس تھمال پر تھی۔ شہنشاہوں نے اس اس تھمال کو ختم نہیں کیا بلکہ ائمہ اسے منظور اور باقاعدہ کر دیا۔ جتنا زیادہ سلطنت کا زوال ہوتا گیا اتنا ہی زیادہ لیکس اور جری خدمتیں بڑھتی گئیں اور سرکاری افران تھیں اتنا ہی زیادہ بے شری کے ساتھ لوگوں کو لوٹنے اور ستانے لگ۔ تجارت اور صنعت سے رو میوں کو کمی کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ تو پوری کی پوری قوموں پر حکم چلایا کرتے تھے۔ وہ صرف سودخواری میں اپنے پہلے اور بعد کے سبھی لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ تھوڑی بہت تجارت جو تھی اور جس نے کچھ دنوں تک کسی طرح اپنے آپ کو قائم رکھا تھا، وہ سرکاری لوٹ کھوٹ کی بدولت بر باد ہو رہی تھی۔ جو کچھ نجک رہی تھی وہ سلطنت کے مشرقی یعنی یونانی حصے میں تھی لیکن وہ ہمارے موجودہ مطالعے کے دائے سے باہر ہے۔ افلاس عام تھا۔ تجارت، دستکاری، فنون اور آبادی کا زوال ہو رہا تھا، شہر انحطاط پذیر تھے، زراعت میں بھی تنزل ہو رہا تھا اور وہ نیچے درجے پر پہنچ چکی تھی۔ رو میوں کے عالمگیر نسل کا خری نتیجہ یہی تھا۔

قدیم زمانے میں ہر جگہ پیداوار کی سب سے اہم اور فیصلہ کرن شاخ زراعت تھی۔ اس کی اہمیت اب پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ اٹلی میں بڑی بڑی جا گیروں (latifundia) کو جوور پیپلک کے خاتمے کے زمانے سے تقریباً سارے علاقے پر چھائی ہوئی تھیں، وو طرح سے استعمال کیا جاتا تھا۔ یا تو پیراگاہ کے طور پر، جس سے آبادی کو ہٹا کر بھیڑیں اور بیل پالے جانے لگے تھے جن کی دیکھ بھال کے لئے بہت تھوڑے سے غلاموں کی ضرورت تھی، اور یا ایسی جا گیروں کے طور پر جن پر بہت سے غلاموں کی مدد سے بڑے پیمانے پر باغبانی کی جاتی تھی۔ انہیں پیداوار کچھ تولماکوں کے اپنے عیش و آرام کی ضرورت پوری کرنے کے کام آتی تھی اور کچھ شہروں کے بازاروں میں فروخت کی جاتی تھی۔ بڑی بڑی پیراگاہوں کو قائم رکھا گیا تھا اور کسی حد تک بڑھایا بھی گیا تھا۔ لیکن دوسری قسم کی جا گیروں (لینٹن فنڈیا) کا یہ اقتصادی نظام جس کی بنیاد غلاموں کے کام پر تھی، اب نفع بخش نہیں رہا تھا۔ لیکن بڑی جا گیروں (لینٹن فنڈیا) کا یہ اقتصادی نظام جس کی بنیاد غلاموں کے کام پر تھی، اب نفع بخش نہیں رہا تھا۔ لیکن اس زمانے میں بڑے پیمانے پر کھیتی کا کام کرنے کی بھی ایک ممکن صورت تھی۔ چھوٹے پیمانے کی کھیتی ہی ایک بار پھر اس کی تباہ نفع بخش صورت رہ گئی۔ کیے بعد دیگرے بڑی بڑی کھیتیاں چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دی گئیں اور انہیں موروثی اسامیوں کے ہاتھوں پڑے پردے دیا گیا جو اسامی نہیں بلکہ زراعت کے نیجہ ہوا کرتے تھے اور جنہیں اپنے کام کے لئے چھ میں صرف ایک یا انوں میں صرف ایک حصہ ملتا تھا۔ لیکن زیادہ تر یہ چھوٹے چھوٹے قطعے کو لوٹی (coloni) کو دیے جاتے تھے جو سالانہ ایک مقررہ رقم ادا کرتے تھے۔ وہ زمین سے وابستہ ہوتے تھے اور انہیں ان قطعات کے ساتھ ہی فروخت کیا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ غلام نہیں تھے لیکن وہ آزاد بھی نہیں تھے۔ وہ آزاد شہریوں سے شادی بیانہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی آپس کی شادی، شادی نہیں تھی جاتی تھی بلکہ جیسا کہ غلاموں

میں ہوتا تھا اس کی حیثیت مخفی داشتہ گیری (contubernium) کی تھی۔ وہ ازمنہ سلطی کے زرع غلاموں کے پیش رو تھے۔

قدبیم زمانے کا غالی کا نظام متروک ہو گیا۔ اس غالی کے نظام سے نتودیہات کی بڑے پیانے کی کھیتی میں قابل ذکر منافع ہوتا تھا اور نہ شہروں کے دستی صنعت و حرفت کے کارخانوں میں۔ اس کی پیداوار کے لئے کوئی بازار نہیں رہ گیا تھا۔ چھوٹے پیانے کی زراعت یادستکاری میں زیادہ غلاموں کی گنجائش نہیں تھی۔ اور سلطنت کی خوشحالی کے زمانے کی عظیم الشان پیداوار اب گھٹ کر چھوٹے پیانے کی زراعت اور دستکاری کی صورت میں رہ گئی تھی۔ سماج میں غلاموں کی ضرورت صرف امیروں کے گھر یلو کاموں اور عیش و آرام کے لئے تھی۔ لیکن غالی کا دم توڑتا ہوا نظام اب بھی اتنا جاندار تھا کہ پیداوار کا تمام کام بظاہر غلاموں کا کام معلوم ہوتا تھا جو آزادرومنوں کے شایان شان نہیں تھا۔ اور اب ہر شخص ایک آزادرومن تھا۔ ایک تو یہ وجہ تھی جس سے غیر ضروری طور پر غلاموں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور یہ غلام چونکہ ایک بوجھ بن گئے تھے اس لئے انہیں آزاد کر دیا گیا۔ دوسری طرف کولوںی اور بھک منگے آزادوں کی تعداد بڑھی۔ (ان بھک منگوں کی حیثیت وہی تھی جو امریکہ کی سابقہ غلام رکھنے والی ریاستوں میں افلاس زدہ سفید فام لوگوں "prro whites" کی تھی)۔ قدبیم غالی کی اس طرح رفتہ رفتہ مٹنے کا عمل عیسائیت کا مر ہون منت نہیں ہے۔ عیسائیت نے صدیوں تک سلطنت روم میں غالی کے نظام کے مزے لوٹے اور بعد میں بھی غلاموں کی اس تجارت کو روکنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا جو عیسائیوں کے ہاتھ میں تھی۔ نہ تو شمال میں جرمون کی، نہ بحیرہ روم میں وینیشیا والوں کی تجارت کو اور نہ بعد کے زمانے میں جبشی غلاموں کی تجارت کو روکنے کے لئے کچھ کیا۔ (3) غالام رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں تھا اور اس لئے یہ نظام مٹ گیا۔ لیکن مررتی ہوئی غالی نے اپنا زہر یلا اثر چھوڑا جس کی وجہ سے پیداوار کا سارا کام آزاد مردوں کے لئے ذلت و رسولی کا کام سمجھا جانے لگا۔ رومیوں کی دنیا ایک انہی گلی میں پھنس گئی: غالی کا نظام اقتصادی حیثیت سے ناممکن ہو چکا تھا لیکن آزاد آدمیوں کے کام کرنے کو خلائقی طور پر معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ان میں سے پہلی چیز اب سماجی پیداوار کی بنیادی شکل رہ نہیں سکتی تھی، اور دوسری ابھی اس کی بنیادی شکل بن نہیں سکتی تھی۔ ایسی صورت میں صرف ایک مکمل انقلاب ہی کچھ مدد کر سکتا تھا۔

صوبوں میں بھی حالات اس سے کچھ بہتر نہیں تھے۔ ہمارے پاس جو پورٹیں ہیں وہ زیادہ تر گال کے متعلق ہیں۔ کولوںی کے ساتھ چوٹے چھوٹے آزاد کسان بھی موجود تھے۔ سرکاری افراد، جگوں اور سودخوروں کے ظلم اور لوٹ کھسوٹ سے بچنے کے لئے اکثر وہ ذی اقتدار اور طاقتور لوگوں کی پناہ اور سرپرستی میں چلے جاتے تھے۔ اور ایسا وہ الگ الگ انفرادی طور پر نہیں بلکہ پورا کا پورا گروہ یا برادری بھی کرتی تھی۔ اور اس کا روایج اتنا بڑھا کہ پتوختی

صدی میں شہنشاہوں کو اکثر یہ فرمان صادر کرنا پڑتا تھا کہ ایسا کرنے کی ممانعت ہے۔ جو لوگ پناہ قبول کرتے تھے انہیں اس سے کیا مدد ملتی تھی؟ سرپرست کی شرط یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی زمینوں کا حق ملکیت اس کے نام منتقل کر دیں اور اس کے بد لے میں وہ انہیں زندگی بھر اس زمین پر کھیتی کرنے کا حق دیتا تھا۔ یہ چال، قدس کلیسا کو بھی یاد تھی اور نویں اور دسویں صدی میں اس نے خدا کی عظمت اور اپنی زمینداری دونوں کو بڑھانے کے لئے نہایت آزادی کے ساتھ اس سے کام لیا۔ لیکن اس زمانے میں یعنی 475 کے لگ بھگ ماریلز کے پاری سالوپاں نے اس لوٹ کی بڑی تختی سے مذمت کی۔ اس نے بتایا ہے کہ رومان افسروں اور بڑے زمینداروں کے مظالم اس حد تک ناقابل برداشت ہو چکے تھے کہ بہت سے "روم ابھاگ کران" ضلعوں میں چلے گئے جن پر بربادیوں کا قبضہ تھا اور وہاں جو رومن شہری آلبے تھے وہ کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتے تھے جتنا دبارہ رومن حکومت کی تختی میں جانے سے۔ غریب ماں باپ اس زمانے میں اکثر اپنے بیجوں کو غلام بنا کر بیت دیا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کو روکنے کے لئے ایک قانون بنایا گیا تھا۔

رومیوں کو خود ان کی ریاست سے آزاد کرنے کے معاوضے میں برجرمنوں نے ان کی زمین کا دو تھائی حصہ خود لے لیا اور اس کو آپس میں بانٹ لیا۔ یہ بٹوارہ گن نظام کے قاعدے کے مطابق لیا گیا۔ فاتحوں کی تعداد چونکہ نسبتاً کم تھی، اس لئے بہت سی زمینوں کا بٹوارہ نہیں ہوا۔ وہ کچھ تو پوری جاتی کی اور کچھ قبیلوں اور گنوں کی اجتماعی ملکیت رہیں۔ ہر گن میں کھیت اور چاگا ہوں کو قریعہ ڈال کر مساوی حصوں میں مختلف انفرادی گھر انوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس زمانے میں بٹوارہ بار بار تھا یہ نہیں لیکن بہر حال رومی صوبوں میں یہ روانج ٹھوڑے ہی دنوں میں بند ہو گیا۔ اور الگ الگ گھر انوں کو جوز میں دی گئی تھی وہ ان کی نجی ملکیت ہو گئی جسے الیوہم کہتے تھے۔ جنگل اور چاگا کا بٹوارہ نہیں کیا جاتا تھا۔ انہیں سب مل کر سا جھے میں استعمال کرتے تھے۔ اس کا استعمال اور تقسیم کی ہوئی زمین پر کھیت کرنے کا طریقہ قدیم روانج اور پورے سماج کی رائے سے طے کیا جاتا تھا۔ کوئی گن اپنے گاؤں میں جتنے زیادہ دنوں تک رہ جاتا تھا اور زمانہ گزرنے پر جرمون اور رومن جتنا زیادہ آپس میں مغل مل جاتے تھے اتنا ہی زیادہ یہ کجدی رشتہ یا سگوتری کا نام، ایک جگہ رہنے کے تعلق کے مقابله میں کمزور ہو کر پیچھے پتا گیا۔ مارک کمیونی میں گن گم ہو گئے لیکن اس میں ممبروں کی ابتدائی یہ کجدی رشتہ داری کے کافی اشتراط دکھائی دیتے تھے غرضیکہ کم سے کم ان ملکوں میں جہاں مارک کمیون کو قائم رکھا گیا تھا یعنی شامی فرانس، انگلینڈ، منی اور اسکیلندی نیویا میں گن دستور کو غیر محسوس طریقے پر علاقائی دستور میں بدل دیا گیا اور اس طرح وہ اس قابل ہو گیا کہ ریاست کے ساتھ میل کھا سکے۔ پھر بھی اس کی فطری جمہوریت باقی رہی جو کہ پورے گن نظام کی انتیازی خصوصیت ہے۔ غرضیکہ اس طرح بعد کے اس زمانے میں بھی جبکہ اسے زبردستی احاطہ کے گڑھے میں دھکیل دیا

گیا تھا، اس نے گن دستور کے ایک ٹکڑے کو بچائے رکھا اور اس طرح مظلوموں کے ہاتھ میں ایک ایسا حریب چھوڑ دیا جو موجودہ زمانے میں بھی استعمال کے لئے تیار ہے۔

گن میں خون کے رشتوں کی اہمیت اتنی جلدی ختم ہو گئی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ قبلے میں اور پوری جاتی میں بھی سلطنت روم کو فتح کر لینے کے بعد وہ ادارے کمزور پڑ گئے جو خون کے رشتوں پر مبنی تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ حکوم لوگوں پر حکومت کرنا گن دستور سے میں نہیں کھاتا۔ یہاں یہ بات بہت بڑے پیمانے پر دھکائی پڑتی ہے۔ جرم جاتیاں اب رومنی صوبوں کی مالک تھیں۔ انہیں اپنی فتح کو مقتضم شکل دیئی تھیں۔ لیکن رومنیوں کی کشیر آبادی کو وہ نہ تو اپنے گن کے اداروں میں شامل کر سکتے تھے اور نہ ان اداروں کی مدد سے ان پر حکومت کر سکتے تھے۔ رومنیوں کے مقامی حکومتی ادارے شروع میں جرمیوں کی فتح کے بعد بھی کام کرتے رہے تھے۔ لیکن یہ ضروری تھا کہ ان کے اوپر کوئی ایسی تنظیم ہو جو رومی ریاست کی جگہ لے سکے۔ یہ دوسری ریاست ہی ہوئی تھی۔ اس نے گن دستور کے اداروں کے ریاست کے اداروں میں بدلنا ضروری تھا اور حالات کے دباوہ کی بدولت اسے بہت جلدی میں کرنا پڑا۔ لیکن فاتح جاتی کا پہلا نمائندہ ایک فوجی کمانڈر تھا۔ مفتوح علاقے کی اندر وہی اور یہ وہی حفاظت کا تقاضا تھا کہ اس کے اختیارات کے بڑھایا جائے۔ فوجی قیادت کو بادشاہت میں بدلنے کا وقت آگیا تھا۔ یہ کرو دیا گیا۔

فریئنک لوگوں کی سلطنت کو لجھنے۔ یہاں نہ صرف رومی ریاست کا واسع علاقہ فتح سالین جاتی کوں گیا تھا بلکہ زمین کے تمام ایسے بہت بڑے بڑے قطعات بھی، خاص کر بڑے بڑے جگل جو بڑے یا چھوٹے حلقات (Gau) اور مارک برادریوں میں نہیں بانٹے گئے تھے، انہیں مل گئے تھے۔ ان پر ان کا مکمل قبضہ تھا۔ فریئنک لوگوں کے بادشاہ نے جو ایک معمولی فوجی کمانڈر سے بڑھ کر تجھ کا بادشاہ بن گیا تھا، پہلا کام یہ کیا کہ عوام کی اس ملکیت کو شاہی جا گیر بنا دیا، اس زمین کو عالم لوگوں سے چھین لیا اور اسے اپنے ذاتی خدمت گزاروں کو انعام پا جا گیر کے طور پر دے دیا۔ اس کے ذاتی خدمت گزاروں میں پہلے صرف اس کی تجھ فوج کے سپاہی اور فوج کے باقی تمام نائب سالار ہوا کرتے تھے۔ بعد میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ ان میں نہ صرف روم کے لوگ لیعنی گال علاقے کے وہ باشندے شامل ہو گئے جو رومی بن گئے تھے اور بادشاہ کے لئے بہت ضروری ہو گئے تھے کیونکہ وہ لکھنے کا فن جانتے تھے، پڑھے لکھے تھے اور ملک کے قوانین کے ساتھ ساتھ روم والوں کی بول چال کی زبان اور ادبی لاطینی سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ بلکہ ان میں ان کے علاوہ غلام، زرگی غلام اور غلامی سے آزاد کئے ہوئے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ وہ بادشاہ کے درباری بن گئے تھے اور انہیں میں سے وہ اپنے پسندیدہ مصاحب چنا کرتا تھا۔ انہیں تمام لوگوں کو عوامی زمین کے قطعات دیئے گئے پہلے زیادہ تر عطیے کے طور پر اور بعد میں بنی فس (40) کی صورت میں۔ شروع میں یہ زمینیں زیادہ تر بادشاہ کی زندگی بھر کے لئے دی جاتی تھی۔ اور اس طرح عوام کی لوٹ مار

پرشوفا کے ایک نئے طبقے کی بنیاد رکھی گئی۔

لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ دور دور تک پھیلی ہوئی سلطنت پر قدیم گن وستور کے مطابق حکومت نہیں کی جا سکتی تھی۔ سرداروں کی کونسل، اگر بہت پہلے متروک نہ بھی ہو گئی ہو، تو اب منعقد نہیں کی جا سکتی تھی اور جلد ہی بادشاہ کے مستقل خدمت گزاروں اور مصالحوں نے اس کی گجھ لے لی۔ قدیم عوامی اسمبلی کو بظاہر اب بھی قائم رکھا گیا مگر وہ زیادہ فوج کے نائب کمانڈروں اور نئے ابھرتے ہوئے عائدین کی محلہ بننی گئی۔ جس طرح روایم کے کسان رپیلک کے آخری دنوں میں بر باد ہو گئے تھے اسی طرح متواتر خانہ بنگیوں اور غیر ملکی بنگوں میں پس کر خاص کر شاری میں کے عہد میں، زمین کے مالک آزاد کسان یعنی کیش فریب آبادی افلاس اور بنگ دستی کا شکار ہو گئی۔ ابتدا میں پوری فوج انہیں کسانوں پر مشتمل تھی۔ فرانس کے علاقے کی فتح کے بعد بھی وہی اس کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ لیکن نویں صدی کی ابتدا میں وہ اس قدر افلاس زدہ ہو چکے تھے کہ بکشل پانچ میں سے ایک اپنے لئے سامان جنگ فراہم کر سکتا تھا۔ پہلے کسی فوج جس میں برادہ راست بادشاہ کی طلب پر آزاد کسان آتے تھے، اب انہیں رہی۔ اس کی جگہ ایک ایسی فوج نے لے لی جو نو خیز دولتمند جماعت کے تنخواہ دار خدمت گزاروں پر مشتمل تھی۔ ان میں ویلین بھی تھے جو ان کسانوں کی اولاد تھے جو پہلے بادشاہ کے سوا اور کسی کو اپنا آقانیں مانتے تھے اور اس سے بھی کچھ پہلے کسی کو اپنا آقانیں مانتے تھے، بادشاہ کو بھی نہیں۔ شاری میں کے جانشینوں کے عہد میں فریب کسانوں کی بر بادی مکمل ہو گئی۔ اس کی وجہ کچھ تو اندر وہی بنگیں تھیں، کچھ شاہی اقتدار کی تکروی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ دولتمندوں کا غاصبانہ روی تھا جن کی صفت میں اب گاؤ کاؤنٹ (Gaugrafen) (41) بھی شامل ہو گئے تھے۔ یہ لوگ شاری میں کے بنائے ہوئے تھے اور اپنے عہدے کے محدودی شکل دینا چاہتے تھے۔ اور آخر میں نارمنوں کے حملوں نے جو کسی تھی پوری کردی۔ شاری میں کی موت کے پچاس برس بعد فریب سلطنت نارمنوں کے قدموں پر اس طرح لاچاڑ پڑی تھی۔ جس طرح چار سو برس پہلے وہی سلطنت فریب کے قدموں میں پڑی تھی۔

فریب سلطنت اس وقت صرف یہ وہی حملہ آوروں کے سامنے ہی بے لہی نہیں تھی۔ سماج کے اندر وہی نظام یا چچے تو نظری کا بھی بھی حال تھا۔ آزاد فریب کسانوں نے اپنے آپ کو اسی حالت میں پایا جس میں ان کے پہلے کے لوگ یعنی رومن کو لوئی تھے۔ جنگ اور لوٹ کھوٹ کی وجہ سے بر باد ہونے پر انہیں مجبور آئئے دولتمند لوگوں یا کیسا کی پناہ لئی پڑی کیونکہ شاہی اقتدار بہت کمزور تھا اور ان کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ انہیں اس پناہ اور حفاظت کی مبنگی قیمت ادا کرنی پڑی۔ اپنے سے پہلے کے گال کسانوں کی مانند انہیں بھی اپنی زمین میں ملکیت کا حق اپنے سر پرستوں کو دے دینا پڑا اور انہیں یہ زمین مختلف اور متفرق صورتوں میں آسامی کی حیثیت سے جوتنے کے لئے واپس مل گئی۔ لیکن ہمیشہ شرط یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے سر پرست کی خدمت گزاری کریں اور لگان ادا کریں۔ ایک

مرتبہ جب وہ اس طرح کی محتاجی کی حالت میں پڑے گئے تو رفتہ رفتہ ان کی ذاتی آزادی ختم ہو گئی۔ چند پشت کے بعد ان میں سے زیادہ تر لوگ زرعی غلام بن گئے۔ کتنی تیزی سے آزاد کسانوں کا زوال ہوا، اس کا اندازہ ایسے سینے ڈرمیں دی پرے کی زمین کی بارے میں ایریناں کی تاریخ سے ہوتا ہے۔ یہ گلے اس زمانے میں پیرس کے قریب تھی، اب اس کے اندر ہے۔ شارلی میں کی زندگی میں بھی اس ایسے کی وسیع و عریض جاگیر پر جو اس پاس کے گاؤں میں دور تک پھیلی ہوئی تھی، 2788 گھرانے آباد تھے۔ یہ تقریباً سب کے سب فریبک گھرانے تھے مگر ان کے نام جسم تھے۔ ان میں سے 2080 کولونی تھے، 35 لیتھی تھے، 220 غلام تھے اور صرف 8 آزاد گھرانے تھے! وہ رواج جس کی بدولت سرپست نے کسانوں کی زمین اپنے نام منتقل کر لی تھی اور انہیں صرف زندگی بھر استعمال کرنے کا حق دیا تھا، وہ رواج جسے سالوینس نے گناہ قرار دیا تھا اور اس کی نہ موت کی تھی، اب عام ہو گیا تھا اور کسانوں سے معاملہ کرنے میں کلسا ہر جگہ اسی پر عمل کرتا تھا۔ سامتی غلامی اور خدمت گزاری کی شکل جس کا اب زیادہ سے زیادہ رواج ہوتا جا رہا تھا، روی انگارے (angariae) (42) یعنی ریاست کے لئے بیگار بھرنے کے نمونے سے اسی حد تک مشابہ تھی جس حد تک جرمن مارک کی خدمت کے نمونے سے، جس میں مارک کے مجرم پل اور سڑک بنانے اور اجتماعی مقصد کے دوسرا کاموں کے لئے محنت کرتے تھے۔ چنانچہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا چار سو برس کے بعد آبادی کی کثیر تعداد اسی جگہ پہنچ گئی جہاں سے چلتی ہے۔

لیکن اس سے وہ ہی باتیں ثابت ہوئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ سلطنت روم کے زوال کے زمانے میں سماج کی طبقہ بندی اور ملکیت کی تقسیم جس طرح ہوئی وہ اس وقت کی زراعت اور صنعت کی پیداوار کی حالت کے عین مطابق تھی اور اس لئے ناگزیر تھی۔ دوسرے یہ کہ اگلے چار سو برس کے دوران میں بیداوار کی اس حالت میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں ہوئی، نہ تو اس میں کوئی انحطاط ہوا اور نہ ترقی ہوئی۔ اور اس لئے اس کی بدولت ناگزیر طور پر ملکیت کی وہی تقسیم اور آبادی کی وہی طبقائی درجہ بندی قائم ہوئی۔ سلطنت روم کی آخری صدیوں میں دیہات پر شہر کا غلبہ ختم ہو چکا تھا۔ اور جرمن حکومت کی ابتدائی صدیوں میں کہی یہ دوبارہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زراعت نہیات پس ماندہ حالت میں تھی اور یہ حال صنعت کا بھی تھا۔ اس عام حالت کا لازمی تبیجہ ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے بڑے حکمران زمیندار ہوتے ہیں اور دوسری طرف ان کے ماتحت چھوٹے چھوٹے کسان ہوتے ہیں۔ ایسے سماج میں نہ تو غلاموں کی محنت کے سہارے چلنے والی بڑی بڑی جاگیروں (latifundia) کی روی میغیشت کا قلم لگایا جا سکتا ہے اور نہ وہاں زرعی غلاموں کی محنت کے سہارے بڑے پیانے کی نئی کھیتی کھڑی کی جا سکتی ہے۔ اس بات کا سب سے اچھا ثبوت یہ ہے کہ شارلی میں نے اپنی مشہور شاہی جاگیروں پر بڑے پیانے کی کھیتی کے جو تجربے کئے، ان کا بعد میں کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ صرف خانقاہوں نے ان تجربوں کو جاری رکھا اور

صرف انہیں کے لئے وہ نفع بخش ثابت ہوئے۔ لیکن عیسائی مذہب کی یہ خانقاہیں غیر معمولی قسم سے سماجی ادارے تھے جن کی بنیاد رہبانیت اور تجدید پر کھلی گئی تھی۔ وہ سماج کی عام نشوونما سے الگ غیر معمولی کام کر سکتے تھے اور خود محض ایک مستثنی حیثیت رکھتے تھے۔

پھر کھلی ان چار سو بر سوں میں کچھ ترقی ضرور ہوئی۔ اس عہد کے آخر میں اگرچہ ہمیں تقریباً وہی خاص طبقے دکھائی دیتے ہیں جو شروع میں دکھائی دیتے تھے تب بھی اتنا ضرور ہوا تھا کہ یہ طبقے جن لوگوں سے مل کر بنے وہ لوگ بدل گئے تھے۔ پرانی غلامی ختم ہو چکی تھی۔ وہ افلاس زده اور تنگ دست آزاد شہری بھی نہیں رہے تھے جو کام کو غلامی کی علامت سمجھتے تھے اور اس سے فرط کرتے تھے۔ روم کے کولونہ اور منے زرعی غلاموں کے درمیان آزاد فریبک کسان کھڑا تھا۔ مرنے والی رومنیت کی "الاحصل یادیں اور بے سود، جھگڑے" کب کے مرچے تھے اور انہیں دفن کر دیا گیا تھا۔ نویں صدی کے سماجی طبقوں کی تشکیل کسی انحطاط پر یہ تمدن کے دل میں نہیں بلکہ ایک نئے تمدن کے گھوارے میں ہوئی تھی۔ نئی نسل کے لوگ کیا ایک اور کیا خدمت گار، دونوں ہی اپنے رومنی پیش رووں کے مقابلے میں مرد تھے۔ ان کے مقابلے میں یہ مردوں کی نسل تھی۔ طاقتور زمینداروں اور خدمت کرنے والے کسانوں کا تعلق رومیوں کے لئے قدیم دنیا کے زوال کی ایک صورت تھی جس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، لیکن نئی نسل والوں کے لئے یہی تعلق ایک نئے ارتقا کے آغاز کا نقطہ تھا۔ اس کے علاوہ اگرچہ یہ چار سو رس کا زمانہ بظاہر بے شر معلوم ہوتا ہے لیکن اس نے اپنے بعد ایک بڑی چیز چھوڑی ہے اور وہ چیز ہے: جدید قومیتیں، یعنی تاریخ کے آنے والے زمانے کے لئے مغربی یورپ کی انسانیت کی نئی تشکیل اور نئی گروہ بندی۔ یہ پوچھئے تو جرمنوں نے یورپ میں نئی زندگی کی روح پھونک دی تھی اور یہی وجہ ہے کہ جرمن عہد میں ریاستوں کے ٹوٹنے کا نتیجہ نہیں ہوا کہ نارس سارا سن غلامی قائم ہوئی، بلکہ یہ ہوا کہ شاہی عطیوں اور سرپرستی (commendation) (43) سے ترقی کر کے ساختی یا جا گیر داری نظام قائم ہوا اور آبادی میں اتنا زبردست اضافہ ہوا کہ مشکل سے دو صدی کے بعد صلیبی جنگوں میں جتنی خوبیزی ہوئی اس سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا۔

وہ کون سا جادو تھا جس کی مدد سے جرمنوں نے مرتے ہوئے یورپ میں زندگی کی نئی روح پھونک دی تھی؟ کیا یہ جرمن نسل کی کوئی پیدائشی باطنی قوت تھی جیسا کہ ہمارے متخصص قوم پرست مورخین کہتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جرمن ایک نہایت بالصلاحیت آریائی قبیلے کے لوگ تھے جو خاص کر اس زمانے میں نہایت پر زور ترقی کے دور سے گزر رہے تھے۔ یورپ کے ناؤں جسم میں جس چیز نے نئی جان ڈالی وہ جرمنوں کی محض قومی خصوصیتیں نہیں تھیں بلکہ محض ان کی برابریت تھی، ان کا گن دستور تھا۔

ان کی ذاتی صلاحیت اور دلیری، آزادی سے ان کی محبت، ان کی جمہوریت پسندی جس کی وجہ سے وہ تمام

امور عامہ کو اپنا ذاتی معاملہ سمجھتے تھے۔ مختصر یہ کہ وہ سچی خصوصیتیں جن کو روم والے کھو چکے تھے اور محض جن کی مدد سے ہی روم کی دنیا کے گارے سے نبی ریاستیں بنائی جاسکتی تھیں اور نئی قومیتوں کی تعمیر ہو سکتی تھی۔۔۔ وہ خصوصیتیں اگر بربریت کے آخری دور کی نہایاں خصوصیتیں، ان کے گن دستور کا نتیجہ نہیں تھیں تو اور کیا تھیں؟

اگر جرمونوں نے یک زوجی کی قدیم صورت میں تبدیلی کی، خاندان کی اندر مرد کی حکومت میں نرم پیدا کی اور عورتوں کو زیادہ انصاف دیا جو قدیم کا لیکن عہد میں اسے حاصل نہیں تھا تو یہ سب کرنے کی صلاحیت دراصل انہیں اپنی بربریت سے، اپنے گن رسم و رواج سے اور مادری حق کے زمانے کے اثرات سے جو اس وقت بھی زندہ تھے، ملی تھی۔ ان کی علاوه یہ صلاحیت انہیں اور کہاں سے مل سکتی تھی؟

کم سے کم تین سب سے اہم ملکوں میں یعنی جرمنی، شامی فرانس اور انگلینڈ میں اگر وہ گن کے اصلی دستور کا ایک حصہ مارک برادریوں کی صورت میں قائم رکھنے میں اور سامنی ریاست تک لے جانے میں کامیاب ہوئے، اور اس طرح مظلوم طبقے یعنی کسانوں کو از منہ و سطی کی زرعی غلامی کے سخت ترین حالات میں بھی مقامی شیرازہ بنندی اور مقابلہ کرنے کے وہ ذرائع عطا کر سکے جو نہ تقدیم زمانے کے غلاموں کو میسر تھے اور نہ موجودہ زمانے کے مزدور طبقے کو تیار ملے ہیں۔ تو یہ اگر ان کی بربریت، ان کے گنوں میں بننے کے خالص بربری طریقے کی بدولت نہیں تو اور کس چیز کی بدولت ہے؟

اور آخر میں اگر وہ غلامی کی اس نسبتاً بکلی شکل کو ترقی دے کر سبھی ملکوں میں رواج دے سکے، جس کا خود ان کے وطن میں رواج تھا اور جس نے خود سلطنت روم میں بھی غلامی کو رفتہ رفتہ پھٹا کر اس کی جگہ لی تھی، اور جس نے جیسا کہ فورے نے پہلی بار بتلاتا تھا مظلوموں کو وہ اوزار دیا جس سے وہ بحثیت ایک طبقے کے رفتہ رفتہ آزاد ہو سکیں۔

(fournit aux cultivateurs des moyens d'affranchis semen collectif et progressif (4)

اور جو اسی لئے غلامی سے کہیں زیادہ بہتر تھا کیونکہ جہاں غلامی کے نظام میں غلام کو محض ایک فرد کی حیثیت سے آزادی مل سکتی تھی اور کوئی عبوری دور ممکن نہیں تھا (قدیم زمانے میں کامیاب انقلاب کے ذریعے بھی غلامی کے نظام کو ختم نہیں کیا جا سکا) وہاں از منہ و سطی کے زرعی غلاموں نے رفتہ رفتہ ایک طبقے کی حیثیت سے اپنے کو آزاد کر لیا تھا۔۔۔ اگر جرمون یہ سب کر سکے تو اس کی وجہاں کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ بربریت کی حالات میں تھے جس کی بدولت وہ قدیم زمانے کی عام محنت کی غلامی یا مشرقی ملکوں کی گھر بیلو غلامی، دونوں میں سے کسی ایک شکل میں بھی مکمل غلامی کے نظام تک نہیں پہنچ پائے تھے؟

جرمنوں نے روم کی دنیا کو جو کچھ دیا اس میں جو حصہ جاندار اور حیات بخش تھا، وہ بربریت کا نتیجہ تھا۔ لیکن تو یہ ہے کہ صرف بربری لوگوں میں ہی یہ تڑپ رہی تھی، انی حیات بخش سنیں۔ اور اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں بربریت کی آخری اور اعلیٰ ترین منزل تھی جس میں جرمن لوگ قوموں کی بھرت یا نقل وطن سے پہلے ہی بیٹھنے پڑتے تھے۔ اس سے ہر بات صاف ہو جاتی ہے۔

حوالہ جات

- 1- دیودرس نے گال علاقے کے کمیٹ لوگوں کے بارے میں جوبات لکھی ہے، اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس نے لکھا ہے: "گال علاقے میں جو غیر مساوی قوت رکھنے والی کئی جاتیاں رہتی ہیں، سب سے بڑی جاتی کی تعداد دلاکھ اور سب سے چھوٹی کی پچاس ہزار ہے۔" Diodorus Siculus پانچواں باب، صفحہ 25۔ اس سے سوالا کھکا اوسط نکلتا ہے۔ چونکہ کئی گال جاتیاں زیادہ ترقی کر چکی ہیں، اس نے ان کی تعداد جرمنوں سے زیادہ رہی ہو گئی۔
 - 2- Germania Magna یعنی عظیم تریا زیادہ بڑا جرمنی۔ ایڈیٹر
 - 3- کریبونا کے پادری لیوتپر انکا کہنا ہے کہ دسویں صدی میں ویردیں کی یعنی مقدس جرم شہنشاہیت (39) کی سب سے اہم صنعت یہ بھرے یا خواجہ سرا تیار کرنا تھا، جنہیں مور لوگوں کے حرم سرا کے لئے ایسین سمجھ کر بہت نفع حاصل کیا جاتا تھا۔
 - 4- کاشت کاروں کو یہ دریے مہیا کرنے جاتے ہیں کہ وہ مل کر رفتہ رفتہ آزادی حاصل کر سکیں۔ ایڈیٹر
-

نوال باب

بربریت اور تمدن

یونانی، رومی اور جرمی ان تینوں بڑی مثالوں میں علیحدہ علیحدہ ہم گن سماج کے زوال کی تصویر دیکھے چکے ہیں۔ اب ہم آخر میں ان عام اقتصادی حالات کا مطالعہ کریں گے جنہوں نے عہد ببریت کے آخری دور میں ہی گن سماج کی بنیاد بہاذالی تھی اور جن کی بدولت تمدن کے عہد کے شروع ہوتے ہوئے گن نظام بالکل ختم ہو گیا۔ اس کے مطالعے کے لئے مارکس کی کتاب "سرمایہ" اتنی ضروری ہے جتنی مارکس کی کتاب۔ گن عہد و حشت کے درمیانی دور میں پیدا ہوئے اور اس کے آخری دور میں انہوں نے مزید ترقی کی اور جہاں تک ہمارے موجودہ مواد سے اندازہ ہوتا ہے بربریت کے ابتدائی دور میں وہ اپنے عروج پر پہنچ گئے تھے لہذا اسی دور سے ہم اپنا مطالعہ شروع کریں گے۔ اسی دور میں، جس کے لئے ہمارے پاس اس ایک امریکی اٹھیوں کی مثال ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ گن نظام پوری طرح ترقی کر چکا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ گن نظام پوری طرح ترقی کر چکا تھا۔ قبیلہ متعدد گنوں میں لیکن زیادہ تر گنوں میں بنا ہوا تھا۔ آبادی کے بڑھنے پر یہ ابتدائی گن پھر کئی دختر گنوں میں تقسیم ہو گئے جن کے مقابلے میں مادر گن فریٹری کہے جانے لگا تھے۔ خود قبیلہ ٹوٹ کر کئی قبیلوں میں بٹ گیا، جن میں سے ہر ایک میں ہمیں زیادہ تر وہی پرانے گن ملتے ہیں۔ کم سے کم بعض صورتوں میں قرابت دار قبیلہ ایک وفاق میں تحد ہوتے تھے۔ یہ سادہ تنظیم ان سماجی حالات کیلئے بالکل کافی تھی جن میں اس کا جنم ہوا تھا۔ اس کی حیثیت ایک مخصوص فطری گروہ بندی سے زیادہ نہیں تھی۔ اس میں اتنی صلاحیت تھی کہ ان سمجھی اندر وہی جھگڑوں کو حل کر سکے جو اس طرح کے سماج میں اٹھ سکتے تھے۔ یہ ورنی معاملات میں جھگڑوں کا نبڑا بچگ کے ذریعے کیا جاتا تھا جس کا انجام یہ تو ہو سکتا تھا کہ ایک قبیلہ بالکل بر باد ہو جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ غلامی کو قبول کر لے۔ گن نظام کی عظمت اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کی کمزوری بھی یہی تھی کہ اس میں نہ کوئی حاکم ہوتا تھا اور نہ کوئی مجموع۔ اندر ورنی معاملات میں حقوق اور فرائض کا فرق نہیں پیدا ہوا تھا۔ اٹھیوں کے سامنے کہی یہ سوال ہی نہیں اٹھا کہ امور عامہ میں حصہ لینا، خونی انتقام لینا یا نقصان کی تلافی کرنا گن کے لوگوں کا حق ہے یا فرض۔ یہ بات ان کو اتنی ہی مجمل معلوم ہوتی بنتا یہ سوال کی کھانا، پینا، سونا اور شکار کرنا حق ہے یا فرض۔ کوئی قبیلہ یا گن طبقوں میں نہیں بٹ سکتا تھا۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نظام کی اقتصادی بنیاد کیا تھی۔

آبادی بہت کم اور بکھری ہوئی تھی۔ وہ صرف قبیلوں کے رہنے کی جگہوں میں گنجان ہوتی تھی، جس کے چاروں طرف شکارگاہ ہوتی تھی اور اس کے آگے غیر مقبوضہ جنگل جو اسے دوسرے قبیلوں سے دور رکھتا تھا۔ محنت کی تقسیم محض ایک فطری چیز تھی۔ یہ قسم صرف مردوں اور عورتوں کے درمیان تھی۔ مرد بڑا ہی پر جاتے تھے، شکار کرنے تھے مجھلی پکڑتے تھے، غذا کے لئے کپاہ لاتے تھے، اور ان کا مول کے لئے ضروری اوزار بنا تے تھے۔ عورتیں گھر سنبھالتی تھیں، کھانا پکاتی تھیں اور کپڑا بنتی اور سیتی تھیں۔ مرد اور عورت دونوں اپنے کام کے شعبے میں آپ

اپنے مالک تھے۔ جگہ میں مرد اور گھر میں عورت کا بول بالا تھا۔ مرد تھیا رہا اور شکار کرنے اور چھلی پکڑنے کے سامان کے مالک تھے اور عورت گھر کے ساز و سامان اور برتوں کی۔ گھر ان کیوں تھا جس میں کئی اور کاشتہ بہت سے خاندان ہوا کرتے تھے۔ (1) جو کچھ مشترک طور پر تیار کیا جاتا تھا اور جسے سب مل کر استعمال کرتے تھے وہ سب کی مشترکہ ملکیت ہوتی تھی۔ گھر، باغ، لمبی کشتی سبھی کی مشترکہ ملکیت تھی۔ چنانچہ وہ "کمائی ہوئی جائیداد" ہمیں یہیں ملتی ہے جسے قانون اور اقتصادیات کے ماہروں نے غلط طور پر متعدد صاحب کی طرف منسوب کر دیا ہے اور جو آخری جھوٹا قانونی حیلہ ہے جس پر جدید سرمایہ دار نہ لکلیت کی بنیاد اٹھائی گئی ہے۔

لیکن انسان ہر جگہ اس منزل میں نہیں رہا۔ ایشیا میں اسے ایسے جانور مل گئے جنہیں پالا جاسکتا تھا اور جن کی نسل بڑھائی جاسکتی تھی۔ جگہی گائے بھیں کا شکار کرنا پڑتا تھا۔ لیکن پلی ہوئی گائے سال میں ایک بار بچہ دینی تھی اور دودھ تو دینی ہی تھی۔ کئی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قبیلوں مثلاً آریائی، سامی یا اورشاہید تورانی قبیلوں نے بھی جانوروں کو پانتو بنا، بعد میں ان کی نسل بڑھانا اور دیکھ بھال کرنا اپنا خاص کام بنایا۔ گلمہ بان قبیلوں نے اپنے آپ کو بر بری لوگوں کی عام آبادی سے الگ کر لیا۔ یہ محنت کی پہلی بڑی سماجی تقییم تھی۔ یہ گلمہ بان قبیلے غذا کا صرف زیادہ سامان ہی نہیں پیدا کرتے تھے بلکہ دوسرا سے بر بری لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مختلف انواع غذا کا سامان تیار کرتے تھے۔ ان کے پاس دوسروں کے مقابلے میں صرف دودھ، دودھ سے بنی ہوئی چیزیں اور گوشت ہی زیادہ مقدار میں نہیں تھا بلکہ کھال، اون، بکرے کے بال، اون کے کتے اور بنے ہوئے کپڑے بھی تھے۔ کچھ مال کی مقدار بڑھنے سے ان چیزوں کا استعمال عام ہونے لگا تھا۔ اس کی وجہ سے یہ ممکن ہوا کہ پہلی بار باقاعدگی کے ساتھ تبادلہ ہونے لگا۔ ابتداء میں چیزوں کا تبادلہ کبھی کھارہ ہو سکتا تھا۔ تھیا روں اور اوزاروں کے بنانے میں اگر کسی نے غیر معمولی مہارت دکھائی تو اس سے محنت کی ایک عارضی تقییم قائم ہوئی ہوگی۔ چنانچہ عبد ہجر جدید کے پھر کے اوزار بنانے کے کئی کارخانوں کے نشان ملے ہیں جن کے بارے میں شبکی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ان کارخانوں میں جن کا ریگروں نے مہارت پیدا کی وہ غالباً پورے سماج کے لئے کام کرتے تھے جیسا کہ ہندوستان کے گن سماجوں میں مستقل قسم کے دست کار آج بھی کرتے ہیں۔ بہر حال اس منزل پر قبیلے کے اندر کے تبادلے کے سوا اور کسی طرح کا تبادلہ ممکن نہیں تھا اور وہ بھی ایک مستثنیٰ حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن گلمہ بانی کرنے والے قبیلے جب اچھی طرح قائم ہو گئے تو اس کے بعد ہمیں وہ سمجھی حالات ملتے ہیں جن میں مختلف قبیلوں کے لوگوں میں چیزوں کا تبادلہ ہو سکتا تھا اور اس کو مزید ترقی ہو سکتی تھی اور یہ ایک باقاعدہ روانج کی حیثیت اختیار سکتا تھا۔ لیکن جب جانوروں کے ریوڑا الگ افراد کی ملکیت بننے تو رفتہ رفتہ زیادہ تر تبادلہ افراد کے درمیان ہونے لگا حتیٰ کہ آخر میں یہی تبادلے کی واحد صورت قرار پائی۔ گلمہ بان قبیلے تبادلے میں اپنے ہمسایوں کو جو خاص چیز دیتے تھے وہ مویشی تھے۔ مویشی

ہی وہ جنس بن گئے جو سے تمام دوسری جنسوں کی قدر و قیمت کا ندازہ کیا جا سکتا تھا اور لوگ ہر جگہ تمام دوسری چیزوں کے مقابلہ میں اسے بڑے شوق سے قبول کرنے لگے۔ مختصر یہ کہ مویشی سے زریار و پیار کا کام لیا جانے لگا تھا اور اس دور میں اسی کو روپیہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ جنسوں کے تبادلے کی ابتداء ہی ایک جنس لعنی ذر کی مانگ اتنے لازمی طور پر اور اتنی تیزی کے ساتھ پیدا ہو گئی۔

عبد بربریت کے ابتدائی دور کے ایشائیوں کو غالباً با غبانی کا علم نہیں تھا لیکن اس کے درمیانی دور میں تو ضرور ہی وہ با غبانی کرنے لگے تھے۔ تاہم، تب اس کی حیثیت ایک پیشوں کی تھی جس نے کھیت بنا کر کھیت کرنے کا سارستہ صاف کیا۔ توران کے متعدد خطوط میں جہاں لمبا اور سخت جائز اپڑتا تھا، چارے کا انتظام کئے بغیر گلہ بانی کی زندگی بس رکرنا ناممکن تھا۔ اس لئے وہاں گھاس اگانا اور انداج پیدا کرنا بہت ضروری تھا۔ بھیرہ اسود کے شال کے میدانوں پر بھی بھی بات صادق آتی ہے اور جب ایک بار مویشیوں کے لئے انداج پیدا کیا جانے لگا تو پھر وہ جلد ہی انسان کے کھانے کے کام بھی آنے لگا۔ کھیت کی زمین اس وقت تک قبیلہ کی ملکیت تھی۔ اور پہلے یہ گنوں کے سپرد کی جاتی تھی جو بعد میں اپنے طور پر اسی گھر بیلوں برادریوں میں ان کے استعمال کے لئے بانٹ دیا کرتے تھے۔ اور آخر میں یہ افراد کو دی جانے لگی تھی۔ انہیں ملکیت کے بعض حقوق حاصل ہوں گے مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اس دور کے صفتی کارناموں میں دو چیزیں خصوصیت کے ساتھ اہم ہیں۔ ایک ہے کہ گھا اور دوسرا ہے کچھ دھاتوں کو پکھلا کر صاف کرنا اور آخری، تیار ٹکل دینا۔ تابا، ٹین اور ان کو ملا کر بنائے جانے والے کافی کی اہمیت سب سے زیادہ تھی۔ کافی سے بڑے کام کے اوزار اور ہتھیار بنتے تھے، لیکن وہ پتھر کے اوزاروں کی جگہ نہیں لے سکتے تھے۔ ان کی جگہ تو صرف لوبال سکتا تھا لیکن اس وقت تک لوہے کی پیداوار کا کسی کو علم نہیں تھا۔ سونا اور چاندی زیور بنانے اور آرائش کے لئے استعمال ہونے لگے تھے اور اس وقت بھی ان کی قدر و قیمت تانبے اور کافی سے زیادہ ہو گئی۔

جب مویشی پالنے کھیت اور گھر بیلوں دوستکاری غرضیکہ بھی شاخوں میں پیداوار بڑھی تو انسان کی قوت محنت کو قائم رکھنے کے لئے جتنا پیدا کرنے کی ضرورت تھی، وہ اسے زیادہ پیدا کرنے لگی۔ ساتھ ہی گن یا گھر بیلوں برادری کے یا الگ الگ خاندان کے ہر ممبر کو روز جتنا کام کرنا پڑتا تھا، اس میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ کہیں سے اور استعداد محنت حاصل کی جائے۔ وہ جنگ سے حاصل ہوئی۔ جنگ میں جو لوگ پہلے جاتے تھے اب ان کو غلام بنایا جانے لگا۔ اس زمانے کے عام تاریخی حالات میں پہلی بڑی سماجی تقسیم محنت جو ہوئی وہ محنت کی زرخیزی کو بڑھا کر لیعنی دولت میں اضافہ کر کے اور پیداوار کے دائرے کو بڑھا کر لازمی طور پر اپنے پیچھے پیچھے غلامی کو لے آئی۔ محنت کی پہلی بڑی سماجی تقسیم سے سماج کی پہلی بڑی تقسیم پیدا ہوئی۔ وہ دو طبقوں میں بٹ

گیا۔ ایک طرف مالک تھے اور دوسری طرف غلام، ایک طرف استعمال کرنے والے اور دوسری طرف وہ جن کا استعمال کیا جاتا تھا۔

ہم آج تک یہ نہیں جان سکتے کہ جانوروں کے روپ اور جھنڈ کب اور کیونکر قبلے یا گن کی مشترکہ ملکیت سے نکل کر الگ الگ خاندانوں کے سرداروں کی ملکیت بن گئے۔ لیکن بڑی حد تک یہ اسی دور میں ہوا ہوگا۔ مویشی کے گلوں اور دولت کے اور دوسرے نئے سامان کی بدولت خاندان میں ایک انقلاب نمودار ہوا۔ روزی حاصل کرنا ہمیشہ مرد کا کام ہوا کرتا تھا۔ وہی ذراائع زندگی پیدا کرتا تھا اور وہی ان کا مالک ہوتا تھا۔ روزی حاصل کرنے کا نیا ذریعہ مویشی کا گلہ تھا اور شروع میں ان کو پالتو بانا اور پھر ان کی دیکھ بھال کرنا مرد کا کام تھا۔ اس لئے وہ مویشی کا مالک ہوتا تھا۔ اور اس کے بد لے میں جو چیزیں اور غلام حاصل ہوتے تھے ان کا مالک بھی وہی تھا۔ چنانچہ پیداوار سے جو کچھ فاضل پیدا ہوا اور نفع رہتا تھا وہ سب مرد کے حصے میں آیا۔ عورت کا ان کے استعمال میں حصہ تھا مگر ان کی ملکیت میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ ”وحشی“ جنگجو اور شکاری گھر میں عورت کو نوقیت دے کر خود اپنی ثانوی حیثیت سے مطمئن رہتے تھے۔ لیکن ”زیادہ مہذب“ گلہ بان اپنی دولت کے سہارے آگے بڑھ آیا، خود بڑی حیثیت حاصل کر لی اور عورت کو دھکیل کر ثانوی حیثیت پر پکنایا۔ اور بے چاری عورت شکایت کا ایک حرف تک زبان پر نہیں لاسکی۔ خاندان کے اندر محنت کی تقسیم سے مرداو عورت کے درمیان جائیدار کی تقسیم اور اس کا بٹوارہ ہوا تھا۔ س تقسیم محنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، پھر بھی چونکہ خاندان کے باہر محنت کی تقسیم بدل چکی تھی اس لئے اس نے پہلے کے خاندانی تعلقات کو والٹ پلٹ کر دیا۔ وہی چیز جس نے پہلے عورت کو گھر کی مالکن بنایا تھا۔ یعنی اس کا گھر یہ لوگا م تک محدود رہنا۔ وہی چیز گھر کے اندر مرد کے تسلط کی بنیاد تھی۔ روزی حاصل کرنے کے لئے مرد کے کام کے مقابلوں میں عورت کے گھر یہ لوگا کم کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ روزی حاصل کرنا ہی سب کچھ تھا۔ گھر کے کام کا ج کی کوئی وقت نہیں تھی۔ یہیں پہمیں یہ دکھائی دیتے لگتا ہے کہ عورتوں کی آزادی اور مردوں کے ساتھ ان کی مساوات اس وقت تک ناممکن ہے اور ناممکن رہے گی جب تک عورتوں کو سماجی پیداوار کے کام سے الگ رکھ کر خانہ داری کے کام تک جو کچھ کام ہے، محروم رکھا جائے گا۔ عورتوں کی آزادی اسی وقت ممکن ہو گی جب عورتوں ایک بڑے سماجی بیانے پر پیداوار میں حصہ لے سکیں گی اور جب گھر یہ لوگوں پر انہیں بہت کم دھیان دینا پڑے گا۔ اور یہ اب محض بڑے پیانے کی صفت کی وجہ سے ممکن ہوا ہے جو نہ صرف یہ کہ عورتوں کے لئے بہت بڑی تعداد میں پیداوار کے کام میں حصہ لینے کی گنجائش پیدا کرتی ہے بلکہ اسی پوچھتے تو اس پر زور دیتی ہے اور اس کے علاوہ بھی گھر یہ لوگا کو بھی ایک عام صنعت بنانے کی کوشش کرتی ہے۔

گھر کے اندر مرد کے واقعی تسلط نے اس کی مطلق العنایی کے راستے سے آخر کا واث بھی دور کر دی۔ مادری

حق کے خاتمے، پوری حق کے رواج اور جوڑا خاندان سے یک زوجی تک کی تدریجی تبدیلی نے اس مطلق العنایی پر مہر لگادی اور اسے پکا کر دیا۔ پرانے گن سماں میں اس سے ایک دراڑ پڑی۔ یک زوجی کا خاندان ایک طاقت بن گیا اور گن کے خلاف ایک خطہ بن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

دوسرے قدیم ہمیں بربریت کے آخری دور میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ وہی دور ہے جس میں سبھی متعدد قومیں اپنے سورمانی عہد سے گزرتی ہیں..... یہ لوہے کی تلوار کا ہی نہیں بلکہ لوہے کے ہل اور کلہڑی کا بھی دور ہے۔ لوہا آدمی کا خادم ہن گیا اور یہ تمام کچے ماں میں سب سے اہم کچا ماں ہے، اور اگر آلوکو چھوڑ دیا جائے تو سب سے آخری بھی، جس نے تاریخ میں ایک انقلابی خدمت انجام دی ہے۔ لوہے کی وجہ سے کھیت بنا کر بڑے پیانے پر کھیتی کرنا اور جنگل کے بڑے بڑے قطعات کو کھیت کے لئے صاف کرنا ممکن ہوا۔ اس نے کارگیر کے ہاتھوں میں ایسا اوزار دیا جس کی تختی اور تیزی کا مقابلہ نہ تو پھر کر سکتا تھا اور نہ کوئی اور دھات جس کو لوگ اس وقت تک جانتے تھے۔ یہ سب بہت دھیرے دھیرے ہوا۔ سب سے پہلے جولوہ تیار کیا جاتا تھا وہ اکثر تابنے سے بھی زیادہ زرم ہوتا تھا۔ مختصر یہ کہ آہستہ آہستہ پھر کے تھبیار رخصت ہو گئے۔ پھر کی کلہڑیاں صرف 'ہلدی' براند کے گیت "میں ہی نہیں بلکہ 1066 میں یونینگر کی لڑائی میں (44) بھی استعمال ہوئی تھیں۔ لیکن اب جو ترقی ہو رہی تھی اس کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ اس میں رخنے کم ہی پڑتے تھے اور اس کی رفتار تیز تھی۔ قبیلے یا متعدد قبیلوں کے وفاق کا مرکزی مقام شہر بن گیا جس میں پھر یا اینٹوں کے بننے ہوئے مکان ہوتے تھے اور جو پاروں طرف سے میاڑوں اور چھبوں اور پھر کی فصیلوں سے گھرے ہوتے تھے جن میں گولی چلانے کے لئے سوراخ بننے ہوتے تھے۔ وہ شہر جہاں ایک طرف فن تعمیر کی تیز ترقی کی گواہی دے رہے تھے وہاں دوسری طرف وہ اس بات کی علامت تھے کہ خطہ بڑھ گیا ہے اور حفاظت کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔ دولت میں تیزی سے اضافہ ہوا لیکن یہ الگ الگ افراد کی دولت تھی۔ کپڑے اپنے کے فن، دھات کے کام اور دوسری دستکاریوں سے، جن میں سے ہر ایک میں اب مخصوص مہارت کی ضرورت تھی، انواع و اقسام کا سامان نہیں تھا۔ فن کارانہ خوبصورتی سے تیار ہوتا تھا۔ کھیتی سے اب نہ صرف اناج، پھلیاں اور پھل ملنے تھے بلکہ تیل اور شراب بھی ملتی تھی کیونکہ اب لوگ تیل نکالنے اور شراب بنانے کا فن یکھے گئے تھے۔ اب کوئی ایک فرد اتنے مختلف قسم کے کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اب دوسری بڑی تقسیم محنت ہوئی اور دستکاری کھیتی سے الگ ہوئی۔ پہلا دوار میں لگاتار اضافہ ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ محنت کی پیداوار وقت میں بھی جو ترقی ہو رہی تھی اس میں انسانی قوت محنت کی تدریجی قیمت بڑھا دی۔ غلامی جو اس سے پہلے کی منزل میں مخصوص نو زائدہ شکل میں اور بس کہیں کہیں پائی جاتی تھی اب سماجی نظام کا ایک ضروری حصہ بن گئی تھی۔ غلام اب مخصوص مدگانہ نہیں رہ گئے تھے بلکہ اب انہیں میسیوں کی تعداد میں کھیتی اور کارخانوں میں کام کرنے کے لئے ہائکا جانے لگا تھا۔ کھیتی اور دستکاری، ان

وہ بڑی شاخوں میں پیداوار کے بٹ جانے سے تباہ لے کے لئے پیداوار کی ابتدا ہوئی۔ فرودخت کرنے کے لئے مال پیدا کیا جانے لگا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ نہ صرف اپنے ملائے کے اندر، نہ صرف مختلف قبیلوں کے علاقوں کی سرحد پر بلکہ سمندر پار کر کے بھی تجارت کی جانے لگی۔ ان سب چیزوں کا ارتقا ابھی بہت کم ہوا تھا۔ عالمگیر زر کے لئے سونے چاندی کو ترجیح دی جانے لگے تھی لیکن ابھی تک نہیں ڈھالا گیا تھا اور تبادلہ محض وزن کے اعتبار سے ہوتا تھا۔

آزاد اور غلام کے ساتھ دو امتیازوں میں ایک اور فرق کا اضافہ ہوا۔ محنت کی نئی تقسیم کے ساتھ ایک اور تقسیم بھی ہوئی: سماج طبقوں میں بٹ گیا۔ پرانی کمیونٹی گھریلو برادریاں جہاں کہیں باقی رہ گئی تھیں، وہ مختلف خاندانوں کے سرداروں کی دولت کے فرق کی وجہ سے ٹوٹ گئیں۔ اور اس کے ساتھ سماج کے لئے زمین کی مشترکہ کھیتی کا خاتمه ہو گیا۔ کھیتی کی زمین استعمال کے لئے مختلف خاندانوں کو دو دی جانے لگی۔ پہلے یہ زمین ایک محدود عرصے کے لئے دی جاتی تھی اور بعد میں ہمیشہ کے لئے مکمل تھی ملکیت تک کا تغیری رفتہ اور جوڑ ایسا یہ سے یک زوجی تک تبدیلی کے ساتھ ساتھ عمل میں آیا۔ انفرادی خاندان سماج کی اقتصادی اکائی بننے لگا۔

آبادی پہلے سے زیادہ گنجان ہوئی۔ اس کی وجہ سے ضروری ہوا کہ اندر وہی اور بیرونی کاموں کے لئے لوگوں میں اور زیادہ قربتی اتحاد ہو۔ ہر جگہ قرابتِ اوقیانوس کا وفاق بنا ضروری ہو گیا۔ اور اس کے بعد جلد یہ قبیلے آپس میں گھل مل گئے اور اس طرح اگلے اگلے قبیلوں کے علاقے مل کر ایک قومیت کا علاقہ بن گیا۔ جاتی کافوئی کماں مذرا rex, basileus, thiudans اسے قائم کیا گیا۔ گن سماج کی نشوونما ایک فوجی جمہوریت کی شکل میں ہوئی تھی اور فوجی کمانڈر، کنسل اور عوامی اسمبلی اسی فوجی جمہوریت کے مختلف ادارے تھے۔ یہ فوجی جمہوریت تھی کیونکہ جنگ کی تیاری اور اور اس کا انتظام اب لوگوں کی زندگی کا ایک باقاعدہ اور مستقل کام بن گیا تھا۔ اپنے پڑویوں کی دولت دیکھ کر لوگوں کے دل میں لاچ پیدا ہونے لگا تھا کیونکہ دولت حاصل کرنے کو وہ زندگی کا سب سے اہم مقصد سمجھنے لگے تھے۔ وہ بربی لوگ تھے۔ ان کی نظر میں محنت کر کے کچھ پیدا کرنے سے زیادہ آسان لوٹ مار کر نا تھا اور وہ زیادہ قابلِ عزت کا کام بھی تھا۔ پہلے جنگ میں محنت کر کے کچھ پیدا کرنے کے حملے کا انتقام لینا ہوتا تھا اپنے علاقے کو جو ناکافی ہو چلا تھا، بڑھانا تھا۔ اب جنگ کا مقصد محض لوٹ مار کر نا تھا۔ اور یہ ایک باقاعدہ پیش بن گیا۔ نئے قلعہ بندشہروں کے چاروں طرف بڑی بڑی فصیلیں یونی بے مطلب نہیں کھڑی کی گئی تھیں۔ ان کے گرد خدقین منہ پھاڑے کھڑی تھیں جن میں گن دستور فن ہو گیا۔ اور ان کے بینا تھا میانہ کی بلندیوں تک پہنچ گے تھے۔ اندر وہی معاملات میں بھی اسی طرح کی تبدیلی ہوئی۔ لوٹ مار کی جنگوں نے پس سالار اعظم کی طاقت بھی بڑھائی اور اس کے نائب پس سالاروں کی

بھی۔ جانشینوں کو ایک ہی خاندان سے منتخب کرنے کا قaudہ رفتہ موروٹی جانشینی کا قaudہ بن گیا۔ یہ تبدیلی خصوصیت کے ساتھ پریحق قائم ہونے کے بعد ہوئی۔ شروع میں لوگ اسے بروائی کر لیتے تھے۔ بعد میں ہر مرنے والے کا وارث اس کی جانشینی کا دعوے دار ہونے لگا۔ اور آخر میں اس نے زبردستی یعنی غصب کر لیا۔ اس طرح موروٹی بادشاہی اور موروٹی شرفا کے طبقے کی بنیاد پڑی۔ یوں رفتہ رفتہ گن دستور کے اداروں کی ہڑیں جو عوام کے اندر، گن، فریڑی اور قبیلے میں پھیلی ہوئی تھیں، کاث دی گئیں اور پورے گن نظام میں ایسی تبدیلی ہوئی کہ وہ بالکل اپنی پہلی شکل سے برکش چیز بن گیا۔ وہ قبیلوں کی ایک تنظیم تھی جس کا مقصد اپنے تھا کہ آزادی کے ساتھ اپنے معاملوں کا انتظام کر سکے لیکن اب وہ ایک ایسی تنظیم بن گیا جس کا مقصد اپنے پڑو سیلوں کو لوٹانا اور ان پر ظلم کرنا تھا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ گن کے ادارے جن کا مقصد عوام کی رائے پر عمل کرنا تھا اب خود اپنے لوگوں پر حکومت اور ظلم کرنے کے ادارے بن گئے۔ یہ بھی نہ ہوتا اگر دولت کے لائق نے گن کے ممبروں کو ایسا اور غریب میں نہ بانٹ ہوتا، اگر "گن" کے اندر ملکیت کے فرق نے گن کے ممبروں میں مفاد کے اتحاد کو باہمی تضاد میں نہ بدل دیا ہوتا۔" (مارکس) (2) اور اگر غلامی کی نشوونما نے ذیع معاش حاصل کرنے کی خاطر محنت کرنے کو ایک غلامانہ اور لوٹ مار کرنے سے بھی زیادہ شرمناک کام نہ بنا دیا ہوتا۔

اس کے بعد ہم تمدن کے دروازے پر آپنچتے ہیں۔ تقسیم محنت کی مزید ترقی سے اس دور کی ابتداء ہوتی ہے۔ بربریت کے ابتدائی دور میں انسان اپنی فوری ضرورتیں پوری کرنے کیلئے مال پیدا کرتا تھا تبادلہ بھی بکھار ہوتا تھا، جب اتفاق سے کوئی چیز فاضل پتھری ہو۔ بربریت کے درمیانی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ گلہ بان تو موں کو مویشی کی صورت میں ایک ایسی ملکیت مل گئی تھی جس میں کافی بڑے بڑے ریوڑ اور جھنڈ ہوتے تھے اور ان کے پاس اپنی ضرورتوں سے زیادہ فاضل مال برابر ہا کرتا تھا۔ اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ گلہ بان لوگوں میں اور کچھڑے ہوئے قبیلوں میں جن کے پاس ریوڑ نہیں تھے، ایک طرح کی تقسیم محنت ہوئی جس کی وجہ سے پیداوار کی دو مختلف حالتیں ساتھ ساتھ قائم ہو گئیں۔ اس سے مستقل اور باقاعدہ تبادلے کے لئے موافق حالات پیدا ہو گئے۔ بربریت کے آخری دور میں زراعت اور دستکاری میں مزید تقسیم محنت قائم ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجناس کا برابر بڑھتا ہوا حصہ خصوصیت کے ساتھ تبادلے کے لئے پیدا کیا جانے لگا تھی کہ الگ الگ مال پیدا کرنے والوں میں تبادلہ اتنا بڑھ گیا کہ سماج کے لئے ایک نہایت ضروری چیز بن گیا۔ محنت کی ان تمام تقسیموں کو تمدن نے مستحکم کیا اور آگے بڑھایا۔ خاص کر اس نے شہر اور دیہات کے فرق کو اور گہرا کر دیا (یوں قدیم زمانے کی طرح دیہات پر شہر کا اقتصادی غلبہ تھا یہ از مندو سطھی کی طرح شہر پر دیہات کا غلبہ تھا) اور ایک تیرتی تقسیم محنت کا اضافہ ہوا جو تمدن کے ہدف کے خصوصیت ہے اور فیصلہ گن اہمیت رکھتی ہے۔ اس نے ایک ایسے طبقے کو جنم دیا جو عمل پیداوار میں قطعی کوئی

حسنیں لیتا اور محض پیداوار کا تبادلہ کیا کرتا ہے۔۔۔ یہ تاجر ووں کا طبقہ ہے۔ اس سے پہلے جتنے ادھورے طور پر بنے ہوئے طبقے پائے جاتے ہیں، ان سب کا تعلق محض پیداوار سے تھا۔ پیداوار میں لگے ہوئے لوگوں کو یہ ناممکنی طبقانی ساخت مینجروں اور کام کرنے والوں، یا ہڑے پیانے پر پیدا کرنے والوں اور جھوٹے پیانے پر پیدا کرنے والوں میں باشنا کرتے تھیں۔ لیکن اب پہلی مرتبہ ایک ایسا طبقہ خودا جو پیداوار میں کوئی حسنیں لیتا تھا مگر اس کے باوجود اس نے بھیت مجھوئی پیداوار کے سارے انتظام کو اپنے قبضے میں کر لیا اور پیدا کرنے والوں کو اقتداری طور پر اپنی حکمرانی میں لے لیا۔ یہ ایسا طبقہ ہے جو وہ قسم کا مال پیدا کرنے والوں کے درمیان کی ایک ضروری اور لازمی کڑی بن جاتا ہے اور دونوں کا استعمال کرتا ہے۔ پیدا کرنے والوں کو تباہ لے کی پریشانی اور اس کے خلفروں سے بچانے کے بہانے، ان کے مال کے لئے دور دور کے ملکوں میں منڈی تلاش کرنے کے بہانے، اور اس طرح سماج کا سب سے کارآمد طبقہ ہونے کا دعوئی کر کے، طفیلیوں معمولی خدمتوں کے عوض ملک کے اندر اور باہر کی پیداوار کا سب سے اچھا حصہ دو دھن کی بالائی کی طرح خود گل بیتا ہے، تیزی سے کشیدہ دلست کا مالک بن بیٹھتا ہے اور اس کی مناسبت سے سماجی اثر پیدا کرتا ہے۔ اور اسی وجہ سے تمدن کے عہد میں اسے نئے اعزاز ملے رہتے ہیں اور پیداوار پر اس کی گرفت زیادہ سخت ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ آخر میں وہ خود بھی اپنی ایک چیز پیدا کرتا ہے۔۔۔ میعادی تجارتی بحران۔

ہم ترقی کے جس دور کی بات کر رہے ہیں اس میں تاجر طبقہ کو جو ابھی نو عمر تھا، اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ مستقبل کے لیطن میں اس کے لئے کتنی بڑی بڑی چیزیں پوشیدہ ہیں۔ لیکن اس نے اپنی تشکیل کر لی اور اپنے آپ کو ناگزیر بنا دی۔ اسی قدر کافی تھا۔ مگر اس کے ساتھ فلکیتی رز، دھرات کے ڈھالے ہوئی سکے کا استعمال شروع ہوا۔ یہ ایک نیا حربہ تھا جس کی مدد سے پیدا کرنے والے پر اور اس کی پیداوار پر پیدا نہ کرنے والے کی حکومت ہو سکے۔ سب اجناس کی ایک جنس جو اپنے اندر تمام اجناس کو چھپائے رکھتی ہے، ظاہر ہو چکی تھی۔ وہ ایک جادو کی پڑیا تھی جو جب چاہے اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کسی چیز کا روپ دھارن کر سکتی تھی۔ وہ جس کے قبضے میں ہوتی اس کا پیداوار کی دنیا پر قبضہ ہوتا۔ اور وہ سب سے زیادہ کس کے قبضے میں تھی؟ تاجر ووں کے۔ ان کے ہاتھوں میں روپے کی پوچا کا دھرم محفوظ تھا۔ اس نے یہ بات صاف کر دی کہ سبھی اجناس کو اور اس لئے ابھی اجناس کے پیدا کرنے والوں کو زر کے سامنے خاک پر سر رکھنا ہوگا۔ اس نے یہ ملأا ثابت کر دیا کہ دولت کی دوسری سبھی شکلیں دولت کے اس اوتار یعنی زر کے سامنے مجھ پر چھایاں ہیں۔ زر کی طاقت نے اپنی نوجوانی کے اس دور میں جس بھوٹے پے پن اور تشدید کا مظاہرہ کیا ویسا کبھی اور نے کبھی نہیں کیا۔ زر کے بد لے میں اجناس کی فرخت کے بعد زر کو قرض دیئے کا رواج ہوا اور اس کے ساتھ سود خوری شروع ہوئی۔ اور قدیم ایشناز اور داما کے قانون نے قرض دار کو جس بے رحمی

کے ساتھ ساتھ پیر باندھ کر سودخوار مہاجن کے سامنے دال دیا اس کی مثال بعد کے زمانے میں بھی کبھی نہیں ملتی۔ ان دونوں بجھوں کے قانون اپنے آپ نمودار ہوئے تھے وہ عام قانون تھا جس کی تہہ میں اقتصادی قوت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔

اجناس اور غلاموں کی دولت اور رُر کی دولت کے علاوہ دولت کی ایک اوپریل پیدا ہوئی زمین کی دولت۔ شروع میں زمین کے قطعات گن یا قیلہ کی طرف سے افراد کو استعمال کے لئے دیے جاتے تھے۔ مگر اب ان پر افراد کا حق اتنی مضبوطی سے قائم ہو چکا تھا کہ زمین کے وہ نکٹے ان کی موروثی ملکیت بن گئے۔ اس سے پہلے وہ جس چیز کی سب زے زیادہ کوشش کر رہے تھے، وہ یہ تھی کہ زمین کے اس نکٹے پر گن سماج کا دعویٰ ختم ہو جائے، اس دعوے سے زمین کو چھکارا مل جائے۔ یہ دعویٰ ان کے پیروں کی زنجیر بن گیا تھا۔ انہیں اس زنجیر سے چھکارا مل گیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں نئی زمینی جائیداد سے بھی چھکارا ملا۔ کیونکہ زمین کی پوری اور آزادانہ ملکیت کا مطلب صرف یہی نہیں تھا کہ بلا روک ٹوک اور بلا کسی پابندی کے قبضہ قائم ہو گیا ہے بلکہ یہ بھی تھا کہ اسے اپنے پاس سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ جب تک زمین گن کی ملکیت تھی ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ لیکن جب زمین کے مالک نے گن اور قبیلے کے دعوے کی زنجیر کو توڑ دیا تو اس نے وہ رشتہ بھی توڑ دیا جو آج تک اسے اٹوٹ طریقے سے وابستہ کئے ہوئے تھا۔ اور یہ بات زرنے صاف کر دی کہ اس کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ زبھی اسی وقت زمین میں نئی ملکیت کے ساتھ ساتھ نمودار ہوا تھا۔ زمین اب ایک جنس تباہہ بن گئی جسے فروخت کیا جاسکتا تھا اور ہن رکھا جا سکتا تھا۔ زمین پر نجی ملکیت کو قائم ہوئے مشکل سے کچھ دن گزرے ہوں گے کہ ہن اور گردی رکھنے کا رواج ہو گیا (دیکھئے ایقینز کی مثال)۔ جس طرح یک زوجی کے پیچھے پیچھے پیٹا رازم اور عصمت فروٹی گی رہی اسی طرح اب زمین کی ملکیت کے پیچھے ہن رکھنے کا رواج الگ گیا۔ تم زمین کی ملکیت چاہتے تھے، آزاد، مکمل اور متفقی کے قابل ملکیت — تو لو، یہ ہی ایسی ملکیت" — تمہیں اس کی خواہش تھی! جاری دیندیں!" (3)

تجارت کی توسعہ، سکے کا چلن، سودخواری، زمین پر نجی ملکیت اور ہن کا رواج — ان سب چیزوں کے ساتھ ایک طرف ایک چھوٹے سے طبقے کے ہاتھ میں دولت کا اجتماع اور اتنا کاہز ہوتا رہا اور دوسرا طرف عام لوگوں کا افلاس بڑھتا گیا اور لگدا گروں اور مغلسوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ دولتمندوں کا یہ نیاطبقہ شرفا، جس حد تک شروع سے ہی پرانے قبائلی شرف سے مختلف تھا اس حد تک اس نے موخر لڑکو ہمیشہ کے لئے پیچھے دھکیل دیا (ایقینز میں، روم میں، ہرمنوں میں)۔ اور اس طرح دولت کی بنیاد پر آزاد لوگوں کے مختلف طبقوں میں بٹ جانے کے ساتھ ان غلاموں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا (4) جن کی جگہی محنت کی بنیار پرسارے سماج کا اور پری ڈھانچہ کھڑا کیا گیا تھا۔ یونان میں خاص طور پر ایسا ہوا تھا۔

آئیے اب ہم یہ دیکھیں کہ اس سماجی انقلاب کی بدولت گن نظام کا کیا حشر ہوا۔ وہ ان نئے عناصر کے مقابلے میں بالکل بے لس تھا جو اس کی مدد کے بغیر ہی پیدا ہو گئے تھے۔ اس کا وجہ اس بات پر محصر تھا کہ گن یا یوں کہنا چاہئے کہ قبلیے کے سبھی ممبر ایک علاقتے میں ساتھ ساتھ رہ رہے ہیں اور کوئی دوسرا اس علاقتے میں نہ رہے۔ لیکن یہ حالت تو بہت دن پہلے ختم ہو چکی تھی۔ گن اور قبلیے ہر جگہ مخلوط ہو گئے تھے، ہر جگہ آزاد شہریوں کے ساتھ ساتھ غلام، زیر اثر لوگ اور غیر ملکی لوگ رہنے لگے تھے۔ بربریت کے درمیانی دور کے آخر میں ہی لوگوں نے ایک جگہ جم کر رہنا شروع کر دیا تھا مگر تجارت کے دباؤ، لوگوں کے پیشوں کے بدلتے رہنے اور زمین کی ملکیت میں تبدیلی ہوتے رہنے کی وجہ سے انہیں بار بار اپناوطن بدلنا پڑا۔ اب گن تنظیم کے ممبروں کے لئے ممکن نہیں تھا کہ اپنے اجتماعی معاملوں کو نہیں کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو سکیں۔ اب صرف نہایت کم اہمیت کے معاملے، مثال کے لئے مذہبی تقریبیں وغیرہ ہی مل کر انجام دی جاتی تھیں اور وہ بھی بے دلی سے۔ گن سماج کے ادارے جن ضرورتوں اور مفاد کی دلکشی بھال کے لئے بنائے گئے تھے اور جن کی دلکشی بھال کرنے کی صلاحیت ان میں تھی، ان کے علاوہ اب کچھ بھی ضرورتیں اور نئے مفاد سامنے آگئے تھے۔ لوگ جن حالات میں روزی کہاتے تھے، ان میں انقلاب آگیا تھا اور ان کی بدولت سماج کا ڈھانچہ بدل گیا تھا۔ نئی ضرورتیں اور نئے مفادات انہیں تبدیلیوں سے پیدا ہوئے تھے۔ قدیم گن نظام کے لئے وہ نہ صرف اجنبی تھے بلکہ اس کے راستے میں ہر طرح کی رکاوٹ پیدا کر رہے تھے۔ محنت کی تقسیم سے دستکاروں کی جوئی جماعتیں پیدا ہوئی تھیں، فریڑیوں اور قبیلوں سے آئے تھے، ان میں غیر ملکی لوگ بھی شامل تھے، اس لئے لازم تھا کہ یہ نئے ادارے گن دستور کے باہر نہیں، وہ اس کے متوازی ہوں اور اس کا مطلب ہے کہ اس کے خلاف ہوں۔ اور پھر ہر گن تنظیم میں مفادات کے گمراہ کا اڑاں وقت محسوس ہو اور اسی وقت وہ اپنی انہیں کو پہنچا جب ایک ہی گن اور ایک ہی قبلیے میں امیر اور غریب، سودخوار اور مقرض دنوں طرح کے لوگ جمع ہو گئے۔ پھر ان کے علاوہ نئے باشندوں کی کثیر تعداد تھی جو گن کی تنظیموں کے لئے بالکل اجنبی تھے، وہ لوگ ملک کے اندر ایک طاقت بن گئے تھے جیسا کہ روم میں ہوا۔ اور ان کے تعداد تین زیادہ تھی کہ انہیں رفتہ رفتہ یک جدی گنوں اور قبیلوں میں ضم بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ عام لوگوں کی اس کثیر تعداد کے لئے گن کی تنظیمیں کچھ تھوڑے سے لوگوں کی اپنی مخصوص تنظیمیں تھیں جن کو خاص حقوق حاصل تھے، یعنی جو چیز ابتداء میں فطری طور پر قائم ہونے والی جمہوریت تھی وہ بدل کر شرفا کی ایک نہایت نفرت اگیز جماعت بن گئی۔ پھر آخری بات یہ کہ گن دستور نے ایک ایسے سماج میں جنم لیا تھا جس میں اندر وہی تصادمیں تھیں۔ وہ صرف ایک ایسے ہی سماج کے لئے موزوں تھا۔ رائے عامہ کے سوا اس کے پاس جبر کرنے کی کوئی طاقت نہیں تھی۔ لیکن اب ایک ایسا سماج جنم لے چکا تھا جو اپنے وجود کی تمام اقتصادی حالتوں کے دباؤ سے مجبور ہو کر آزاد شہریوں اور غلاموں میں، استھان کرنے والے امروں اور استھان

کئے جانے والے غریبوں میں بٹ پکا تھا۔ وہ سماج ن صرف ان تضادات کو سمجھانے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا بلکہ ان کو روز بروز اور آگے بڑھا رہا تھا۔ ایسا سماج یا تو اس حالت میں زندہ رہ سکتا تھا کہ یہ طبقے ایک دوسرے کے خلاف مسلسل کھلم کھلا جو جد کرتے رہیں یا ایک تیری طاقت کی حکمرانی ہو جو باظہر ان برس پیکار طبقوں کے اوپر کھڑی ہو، ان کی کھلی کشکش کو پکل دیتی ہو اور زیادہ سے زیادہ اقتصادی میدان میں اور یوں کہتے کہ قانونی شکل میں طبقاتی کشکش ہونے دیتی ہو۔ گن دستور کی افادیت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ محنت کی تقسیم اور اس کے نتیجے یعنی مختلف طبقوں میں سماج کی تقسیم نے اس کے پرچھاڑا دیئے۔ اس کی جگہ ریاست نے نی۔

گن دستور کے ہمنڈر پر ریاست کی تغیرتیں خاص شکلوں میں ہوئی۔ اوپر ہم نے تینوں کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ ایقنز اس کی سب سے خالص اور سب سے نکسانی (کلائیکل) شکل ہے۔ یہاں ریاست برآہ راست اور بڑی حد تک ان طبقاتی تضادوں سے پیدا ہوئی جو گن سماج میں ابھر رہے تھے۔ روم میں گن سماج شرفا کا ایک مخصوص طبقہ بن گیا جو عوام کی کثیر تعداد کے درمیان کھڑا تھا۔ عوام اس سے باہر تھے۔ ان کے حقوق کچھ نہیں تھے۔ صرف فرانس ہی فرانس تھے۔ عوام (پلے مین) کی فتح نے پرانے گن دستور کو نکلے نکلے کر دیا اور اس کے ہمنڈروں پر ریاست کی عمارت کھڑی کی جس میں گن کے شرفا اور عوام (پلے مین) دونوں ہی تھوڑے دونوں میں جذب ہو گئے۔ اور آخر میں سلطنت روم کے جرم فاتحوں میں ریاست کا ظہور غیر ملکوں کے بڑے بڑے علاقوں کی فتح کا برآہ راست نتیجہ تھا۔ گن دستور کے پاس ان علاقوں پر حکومت کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ لیکن ان علاقوں کو فتح کرنے میں وہاں کے قدیم باشندوں کے ساتھ کسی گلبھر کشکش کی ضرورت نہیں پڑی تھی اور نہ زیادہ آگے بڑھی ہوئی تقسیم محنت کی ضرورت محسوس ہوئی تھی، فاتح اور مفتوح دونوں اقتصادی نشوونما کی ایک ہی سطح پر تھے، چنانچہ سماج کی اقتصادی بنیادوں ہی رہی جو پہلے تھی۔ لہذا ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ گن دستور را بدی ہوئی علاقائی شکل میں کئی صد یوں تک قائم رہا۔ یہ مارک دستور کی شکل تھی، بعد کے برسوں کے شرفا اور اعلیٰ نسب کے (پتریشن) خاندانوں کی شکل میں، یہاں تک کہ سان خاندانوں کی شکل میں بھی، جیسے دتمارش (5) میں، وہ کچھ عرصے کے لئے نہایت کمزور طریقے سے نئی زندگی حاصل کر میں بھی کامیاب ہوا۔

اس نئے ریاست کوئی ایسی طاقت یا اقتدار نہیں ہے جو سماج پر اپر سے مسلط کی گئی ہو۔ اور نہ وہ "اخلاقی عین کی حقیقت" ہے اور نہ "عقل کا عکس اور اس کی حقیقی صورت" ہے، جیسا کہ یہ گل کہتا ہے (46)۔ بلکہ یہ تو سماج کی نشوونما کی ایک خاص منزل پر سماج کی پیداوار ہے۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ سماج کی نشوونما کی ایک خاص منزل پر سماج کی پیداوار ہے۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ سماج ایک ایسے اندر وہی تضاد میں پھنس گیا ہے جو حل نہیں ہو سکتا اور وہ ایسی مخالفتوں اور دشمنیوں میں الجھ گیا ہے جن کو ختم کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن یہ

خلافتیں، یہ متفاہ اقتصادی مخادر کھنے والے طبقے اپنی بے نتیجہ کمکش میں ایک دوسرے کو اور پورے سماج کو برناہدہ کر دالیں، اس کے لئے ایک ایسی طاقت کی ضرورت پڑی جو بظاہر دیکھنے میں سماج کے اوپر کھڑی ہو، جو اس کمکش کو کم کرے اور اسے "امن و امان" کے دائرے میں مخادر کئے اور یہی طاقت جو سماج سے پیدا ہوئی مگر سماج کے اوپر مسلط ہو گئی اور روز بروز اپنے آپ کو اس سے الگ کرتی رہی ہے۔ یہ ہے ریاست۔

قدیم گن تیزم کے برعکس ریاست اپنی رعایا کو علاقے کے اعتبار سے باقاعدی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں پرانی گن جماعتیں، جو خون کے رشتہوں کی بنیاد پر بنی تھیں اور جن کی شیرازہ بندی اسی سے ہوئی تھی، ناکافی ہو یہی تھیں۔ اس کی بڑی وجہ تھی کہ وہ یہ مان کر چلتی تھیں کہ ان کے ممبر ایک علاقے سے وابستہ ہیں اور دراصل یہ وابستگی بہت دن پہلے ختم ہو چکی تھی۔ علاقے اپنی جگہ پر قائم رہا لیکن لوگ نقل مقام کرنے لگے تھے۔ اس نے ہمارے کے لئے علاقے کوئی بنیاد بنایا گیا اور شہریوں کو جاگزات دی گئی کہ جہاں وہ بے ہوئی ہوں وہیں اپنے حقوق اور فرائض انجام دیں، چاہے وہ کسی بھی گن یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں مقام کے اعتبار سے شہریوں کی یہ تیزم تمام ریاستوں کی مشترک خصوصیت ہے۔ اسی لئے ہمیں یہ قدرتی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ہم دیکھ آئے ہیں کہ گن کے اعتبار سے شہریوں کی پرانی تیزم کو ہٹا کر اس کی جگہ لینے میں اس کو ایک منفرد اور روم میں لئنی طویل اور سخت جدوجہد کرنی پڑی تھی۔ دوسری چیز اقتدار عامہ کا قیام ہے۔ یہ اب براہ راست پوری آبادی پر منطبق نہیں ہوتا جو ایک مسلح قوت کی شکل میں معمم ہوتی تھی۔ یہ خاص اقتدار عامہ اس لئے ضروری ہے کہ طبقات کی تیزم کے بعد آبادی کی کوئی ایسی ہتھیار بند تیزم ممکن نہیں رہی جو آپ ہی آپ عمل کر سکے۔ اب غلام بھی آبادی کا ایک حصہ تھے۔

365000 غلاموں کے مقابلے میں ایک ہزار کے 90000 شہری محض ایک ایسا طبقہ تھے جس کو خاص حقوق اور رعایتیں حاصل تھیں۔ شرفا اور امرا کا اقتدار عامہ جو غلاموں کے خلاف تھا اور انہیں دبا کر رکھتا تھا، ایک منفرد کی جمہوریت کی عوامی فوج تھی۔ لیکن شہریوں کو بھی دبائے رکھنے کے لئے جلد ہی ایک ڈندراری (سیاسی پولیس) کی ضرورت پڑی جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں۔ یہ اقتدار عامہ ہر ریاست میں وجود ہے۔ اس کا مطلب صرف ہتھیار بند لوگ ہی نہیں ہیں بلکہ اس کے مادی لوازمات بھی ہیں، قید خانہ اور جبر کے ہر قسم کے ادارے بھی ہیں جو گن سماج کے وہم و مگمان میں بھی نہ تھے۔ جن سماجوں میں طبقاتی تضاد بھی تک پوری طرح نہیں ابھرے ہیں اور جو جگہیں دوسروں سے الگ تھیں ایک طرف کو پڑی ہیں، ان میں ابھی تک یہ اقتدار عامہ بہت چھوٹا اور گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بعض بعض زمانوں میں اور بعض بعض علاقوں میں یہی صورت حال تھی۔ لیکن جیسے جیسے کسی ریاست میں طبقاتی تضاد زور پکڑتے جاتے ہیں اور جیسے جیسے آس پاس کی ریاستیں رقبے اور آبادی میں بڑھتی جاتی ہیں، ویسے ہی ویسے یہ اقتدار عامہ اور مضبوط ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہمارے اپنے زمانے

کے یورپ کو دیکھنا کافی ہوگا، جہاں طبقاتی جدوجہد اور فتوحات کی رقبابت اور مقابلے نے اقتدار عالمہ کو اتنا بڑھا دیا کہ پورے سماج اور خود ریاست کے لئے ایک خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

اس اقتدار عالمہ کو قائم رکھنے کے لئے شہریوں سے پیسہ و صولانیعنی ٹیکس لینا ضروری ہو گیا۔ لیکن اس سماج میں ٹیکس کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں تھا۔ لیکن آج کون ہے جو اس سے ناواقف ہو۔ جیسے جیسے تمدن ترقی کرتا جاتا ہے یہ ٹیکس ناکافی ہوتے جاتے ہیں۔ تب ریاست مستقبل کے ٹیکسوں کی ہندی پر روپیہ لینا، یعنی روپیہ ادھار لینا، سرکاری قرض لینا شروع کرتی ہے۔ بوڑھا یورپ ان قرضوں کے بارے میں بھی ایک پوری داستان سناسکتا ہے۔ حکومت کے افسر یا عہدہ دار لوگ جن کے قبضے میں اقتدار عالمہ ہوتا ہے اور جنہیں ٹیکس عائد کرنے کا اختیار ہوتا ہے، اب سماج کے اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گن دستور کے عہدہ داروں کی عزت لوگ بلا کسی جبرا کراہ کے اپنے آپ کرتے تھے۔ وہ عزت اگر حکومت کے ان افسروں کو حاصل بھی ہوتی تب بھی وہ اس سے مطمئن نہ ہوتے۔ وہ ایک ایسی طاقت کے کل پرے تھے جو سماج کے لئے اجنبی اور اس سے الگ ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس لئے یہ ضروری تھا کی خاص قانون بنانے کا لوگوں کو ان کا احترام کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ان قانونوں کے ذریعے سرکاری افسروں کو ایک خاص تقسیم اور احترام عطا کیا جاتا ہے۔ گن سماج کے تمام عہدہ داروں کو ملا کر بھی جتنا اختیار حاصل نہیں تھا، اس سے زیادہ "اختیار" ایک متمدن ریاست کے ادنیٰ ترین پولیس افسرو ہوتا ہے۔ لیکن گن سماج کے چھوٹے سے چھوٹے سے سردار کو بلا کسی دباؤ اور بغیر کسی بحث و تکرار کے جو عزت نصیب تھی، اس پر من کے عہد کے سب سے طاقتور بادشاہ اور مدیر بھی رشک کر سکتے ہیں۔ ایک تو سماج کے درمیان، اس کے بیچ میں کھڑا ہے، دوسرا مجبور ہے کہ ایک ایسی چیز کی نمائندگی کا دعویٰ کرے جو سماج کے باہر اس کے اوپر ہے۔

چونکہ ریاست طبقاتی تضاد کو دبائے رکھنے کی ضرورت سے پیدا ہوئی لیکن اسی کے ساتھ وہ ان طبقوں کی کشمکش کے دوران پیدا ہوئی، اس لئے وہ عام طور پر سب سے زیادہ طاقتور، اقتصادی طور پر سب سے زیادہ ذہنی اقتدار طبقہ کی ریاست ہوتی ہے۔ یہ طبقہ ریاست کے ذریعے سے سیاسی طور پر بھی سب سے زیادہ ذہنی اقتدار طبقہ بن جاتا ہے اور اس طرح مظلوم طبقے کو دبائے رکھنے اور اس کا استھان کرنے کے نئے ذرائع حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ عہد قدمیم کی ریاست سب سے بڑھ کر غلاموں کے مالکوں کی ریاست تھی جس کا مقصد غلاموں کو دبائے رکھنا تھا۔ اسی طرح سامتی ریاست امراء اور شرفا کا آنکار تھی جس کا مقصد زرعی غلام کسانوں اور زرخیز حلقة گوشوں کو دبائے رکھنا تھا۔ اور جدید نمائندہ ریاست سرمایہ کے ہاتھوں اجرتی محنت کے استھان کا حریب ہے۔ لیکن منتشری طور پر ایسے بھی دور آتے ہیں جبکہ لڑنے والے طبقوں میں قریب قریب ایسا توازن قائم ہو جاتا ہے کہ ریاست بظاہر ایک بیچ کی حیثیت سے کچھ دیر کے لئے اور کسی حد تک دونوں سے آزاد ہو جاتی ہے۔ سترہویں اور اٹھارویں

صدی کی خود را دشائی توں کا بھی حال تھا۔ وہ شرفا اور بورڈوازی میں توازن قائم کئے ہوئے تھیں۔ پہلی اور اس سے بھی زیادہ دوسری فرانسیسی سلطنت کی بوناپارٹم کا بھی بھی حال تھا۔ وہ کبھی بورڈوازی کے خلاف پرولتاریہ کے خلاف بورڈوازی کو بڑھاوا دیتے رہتے تھے۔ اس کی تازہ ترین مثال جس میں حاکم اور حکوم دنوں یکساں متعارف نہیں معلوم ہوتے ہیں، بسماں کو قوم کی نئی جرم سلطنت ہے۔ یہاں سرماںیداروں اور مزدوروں میں ایک دوسرے کے خلاف توازن قائم کیا جاتا ہے اور پوشیا کے افلس زدہ تنگ نظر پوکروں (زمینداروں) کے فائدے کے لئے دنوں کو یکساں طور پر دھوکہ دیا جاتا ہے۔

تاریخ میں ابھی تک جتنی ریاستیں ہوئی ہیں، ان میں زیادہ تر شہریوں کو ان کی دولت کے مطابق کم یا زیادہ حقوق دیتے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ ریاست ملکیت والے طبقوں کی ایک تنظیم ہے جو محروم ملکیت طبقے سے ان کی حفاظت کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اینچنرا اور روم میں ایسا ہی تھا جہاں شہریوں کی طبقہ بندی ملکیت کے مطابق کی گئی تھی۔ ازمنہ و سطی کی سماںتی ریاست میں بھی بھی حال تھا۔ وہاں جس کے پاس جتنی زمین ہوتی تھی، اس کے ہاتھ میں اتنی ہی سیاسی طاقت ہوتی تھی۔ اور جدید نمائندہ ریاست میں انتخاب میں حصہ لینے کے لئے شہریوں کو جو شرطیں پوری کرنی پڑتی ہیں، ان میں بھی یہ بات صاف دکھائی دیتی ہے۔ لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ملکیت کے فرق کو سیاسی حیثیت دی جائے۔ بلکہ اس کے عکس یہ تو ریاست کی نشوونما کے پیچی سطح پر ہونے کی علامت ہے۔ ریاست کی اعلیٰ ترین شکل یعنی جمہوری ریپبلک جو سماج کے موجودہ حالات میں روز بروز ایک لازمی ضرورت ہوتی جا رہی ہے اور جو ریاست کی وہ تھا صورت ہے جس میں پرولتاریہ اور بورڈواطیہ کی آخری فیصلہ کن جدوجہد ہو گئی ہے.... وہ جمہوری ریپبلک سرکاری طور پر ملکیت کے فرق کو نہیں مانتی۔ اس میں دولت بالواسطہ طریقے سے مگر اور بھی زیادہ کارگرد़ ہنگ سے اپنا اثر ڈالتی ہے۔ ایک تو دولت سے سرکاری عہدہ داروں کو سیدھے سیدھے رشتہ دی جاتی ہے..... اس کی تجسس مثال امریکہ ہے.... دوسرے، حکومت اور اشٹاک ایکسپیشن میں گھٹ بندھن ہو جاتا ہے۔ جتنا ریاست کا سرکاری قرضہ بڑھتا جاتا ہے، اور جتنا زیادہ سرماںیدار کپیلیاں اشٹاک ایکسپیشن کو پانام کرنا کرنے صرف وسائل نقل و حمل کو بلکہ پیداوار کو بھی اپنے ہاتھوں میں جمع کرتی جاتی ہیں، اتنی ہی زیادہ آسانی سے یہ گھٹ بندھن ہو جاتا ہے۔ تازہ ترین فرانسیسی ریپبلک اور امریکہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ اور اپنے نیک اور شریف سو مئر لینڈ نے بھی اس شعبے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن حکومت اور اشٹاک ایکسپیشن میں اس طرح کا دوستائنا تعلق قائم کرنے کے لئے جمہوری ریپبلک ضروری نہیں ہے۔ اس کے شعبوں میں انگلینڈ اور نئی جرم سلطنت کی مثال دی جا سکتی ہے، جہاں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ عام رائے دہندگی سے کس کا درجہ زیادہ اونچا اٹھا ہے، بسماں کا یابلائ خرورد کا۔ اور آخری بات یہ کہ دولتمد طبقہ بر اہ راست عام

رائے دہندگی کے ذریعے سے حکومت کرتا ہے۔ جب تک کہ مظلوم طبقہ جو آج کل مزدور طبقہ ہے، اتنا بخوبی نہیں ہو جاتا کہ اپنے آپ کو آزاد کر لے، تب تک اس کا بڑا حصہ صرف موجودہ سماجی نظام کو ہی ایک ممکن نظام سمجھتا رہے گا اور اس لئے سیاسی طور پر سرمایہ دار طبقہ کی دم، اس کا سب سے انجامی بائیں میں بازو وال حصہ بنارہے گا۔ لیکن جس حد تک یہ طبقہ خود اپنے آپ کو آزاد کرنے کے لائق بنتا جاتا ہے، اسی حد تک وہ اپنے کو خود اپنی پارٹی کی شکل میں منظم کرتا ہے اور سرمایہ داروں کے نہیں بلکہ خود اپنے نمائندے چھتا ہے۔ ریاست میں وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور نہ کچھ ہو سکتی ہے۔ لیکن اتنا کافی ہے۔ جس دن عام رائے دہندگی کا تھرما میٹر بتائے گا کہ مزدوروں میں ابال آنے والا ہے، اس دن مزدور اور سرمایہ داروں کو معلوم ہو جائے گا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔

غرضیکہ ریاست اzel سے نہیں چلی آ رہی ہے۔ ایسے بھی سماج ہوئے ہیں جنہوں نے ریاست کے بغیر اپنا کام چلایا اور ان میں ریاست اور ریاستی اقتدار کا تصور بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ اقتصادی نشوونما کی ایک خاص منزل پر سماج لازمی طور پر طبقوں میں بٹ گیا اور اس تقسیم کی وجہ سے ریاست کا وجود ضروری ہو گیا۔ اب ہم تیزی سے بیداوار کی نشوونما کی اس منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں جس میں ان طبقوں کا زندہ رہنا نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں رہے گا بلکہ بیداوار کے راستے میں ایک رکاوٹ بن جائے گا۔ تب وہ اتنے ہی لازمی طور پر مٹ جائیں گے جتنے لازمی طور پر وہ پہلے کے ایک دور میں بیدا ہوئے تھے۔ ان کے مٹنے کے ساتھ ساتھ ریاست بھی لازمی طور پر مٹ جائے گی۔ جو سماج مال بیدا کرنے والوں کے آزاد اور مساوی تھاون کی بنیاد پر بیداوار کو منظم کرے گا وہ سماج ریاست کی پوری مشین کو اٹھا کر وہاں رکھ دے گا جہاں تب اس کا رکھا جانا زیب دے گا، یعنی وہ ریاست کو ہاتھ کے چڑھے اور کافی کی کلہڑی کی طرح آثار قدریہ کے عجائب گھر میں رکھا گے۔

اس طرح مذکورہ بالا تحریک ہتلاتا ہے کہ تمدن سماج کے ارتقا کی وہ منزل ہے جس میں محنت کی تقسیم، اس کی بدولت افراد کے درمیان ہونے والا بذادہ اور ان دونوں چیزوں کو ملانے والی جنس چادلہ کی بیداوار اپنے ارتقا کی آخری حد پر پہنچ جاتی ہے اور اب تک کے پورے سماج میں انقلاب بیدا کر دیتی ہے۔

سماج کے تمام سابقہ دوروں میں عمل بیدا اور بنیادی پور پر اجتماعی تھا اور اسی طرح استعمال کے سامان کو جھوٹی یا بڑی قدیم کیوں نہیں برادریوں میں سیدھے سیدھے بانٹ لیا جاتا تھا۔ یہ سماج کے بیدا اور نہایت ہی محدود دائرے کے اندر ہوتی ہو گی لیکن ساتھ ہی اس میں بیدا کرنے والے لوگ اپنے عمل بیداوار اور بیداوار دونوں کے مالک ہوتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کی بیداوار کا کیا ہونا ہے۔ وہ اسے خود خرچ کرتے تھے۔ وہ کبھی ان کے ہاتھوں سے دور نہیں جاتی تھی۔ جب تک اس بنیاد پر بیداوار جاری رہی تب تک وہ بیدا کرے والوں کے قابو سے باہر نہیں نکل پائی اور ان کے خلاف ولیٰ عجیب اور بحوث پریت جیسی قوتوں کو نہیں کھڑا کر سکے جیسا کہ تمدن کے عہد میں

باقاعدہ اور لازماً ناموار ہوتی رہتی ہیں۔

لیکن رفتہ رفتہ پیداوار کے اس عمل میں محنت کی تقسیم گھس آئی۔ اس نے پیداوار اور تصرف کی اجتماعی نوعیت کی جڑ کھوڈ دی۔ اس نے افراد کے تصرف کو عام قاعدہ بنادیا اور اس طرح افراد کے درمیان تبادلے کو حرم دیا۔ ہم اور پر دیکھ چکے ہیں کہ یہ کیسے ہوا۔ رفتہ رفتہ جنس تبادلہ کی پیداوار غالباً شکل بن گئی۔

جب جنس تبادلہ کی پیداوار کا رواج ہوا یعنی جب پیداوار اپنے استعمال کے لئے نہیں بلکہ تبادلے کے لئے کی جانے لگی تو لازماً پیداوار ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے لگی۔ تبادلے کے دوران پیدا کرنے والا اپنی پیداوار سے الگ ہو جاتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا ہوا۔ جیسے ہی زر اور اس کے ساتھ سوداگر مختلف مال پیدا کرنے والوں کے بیچ میں ایک درمیانی آدمی کی حیثیت سے گھس آتے ہیں، تبادلے کا عمل اور زیادہ چیزیں ہو جاتا ہے، پیداوار کے مال کا حشر اور زیادہ غیر لینی ہو جاتا ہے۔ تاجر و مال کی تعداد بہت ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کو نہیں معلوم ہوتا کہ دوسرا کیا کر رہا ہے۔ اجناں صرف ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے ہاتھ میں نہیں بلکہ ایک منڈی سے دوسری منڈی میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اب پیدا کرنے والوں کا اپنی زندگی کے لئے ضروری چیزوں کی کل پیداوار پر کوئی قابو نہیں رہ گیا ہے اور تاجر و مال کو کبھی اس پر قابو حاصل نہیں ہوا ہے۔ مال اور پیداوار اتفاقات کے ہاتھ میں کھلونا ہن جاتے ہیں۔

لیکن اتفاقات باہمی تعلق کا حصہ ایک سرایں۔ اس کا دوسرا سارا ضرورت کہلاتا ہے۔ فطرت میں جہاں اتفاقات کی بھی حکمرانی معلوم ہوتی ہے، ہم بہت پہلے دکھا چکے ہیں کہ ہر مخصوص شعبے میں ان اتفاقات کے پیچھے ایک ضرورت (جبر) اور باقاعدگی عمل پیدا ہوتی ہے۔ جو چیز فطرت کے لئے صحیح ہے وہ سماج کے لئے بھی صحیح ہے۔ کسی سماجی عمل یا سماجی اعمال کے کسی سلسلے پر انسان کا ذیشور طریقے سے قابو کھنا جتنا زیادہ شکل ہوتا جاتا ہے جتنا زیادہ یہ اعمال انسان کی قدرت سے باہر نکلتے جاتے ہیں، اتنا ہی زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اعمال پر مختص اتفاقات کی حکمرانی ہے اور اتنا ہی زیادہ ان کے مخصوص اور غنیادی قوانین اتفاقات کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا فطری ضرورت کی بدولت ہی ایسا ہوتا ہے۔ جنس تبادلہ کی پیداوار اور تبادلے میں جن اتفاقات کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے، وہ بھی ایسے ہی قانونوں کے ماتحت ہیں۔ الگ الگ مال پیدا کرنے والوں اور تبادلہ کرنے والوں کو یہ قوانین نہایت عجیب اور شروع میں اجنابی اور ساری قوت کی طرح بھی معلوم ہوتے ہیں جن کی اصلیت کا پتہ لگانے کے لئے بڑی محنت کے ساتھ کھون اور چھان بین کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جنس تبادلہ کی پیداوار کے اقتصادی قانون، پیداوار کی اس شکل کی نشوونما کے ہر دور میں کسی قدر بدل جاتے ہیں۔ لیکن بھیت مجموعی تمدن کے پورے عہد میں ان قوانین کا غالبہ رہتا ہے۔ آج بھی پیدا کرنے والے پر پیداوار حادی ہے۔ آج

بھی سماج کی کل پیداوار کسی ایسے منصوبے کے مطابق طے ہوتی ہے جو فطرت کی قوتوں کی طرح کام کرتے ہیں اور آخر میں میعادی تجارتی بحرانوں کے طوفانوں کی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

ہم اور دیکھے ہیں کہ کس طرح پیداوار کی نشوونما کے ایک نسبتاً ابتدائی دور میں ہی انسان قوت محنت اس قابل ہو گئی تھی کہ پیدا کرنے والے کی ضروریات زندگی کے لئے جتنا کافی تھا، اس سے کہیں زیادہ پیدا کر سکے۔ اور کس طرح دراصل اسی دور میں پہلی تقسیم محنت اور افراد کے درمیان تبادلہ شروع ہونے لگتا ہے۔ اور پھر اس بڑی "حقیقت" کا انکشاف ہوتے بھی بہت دینیں گئی کہ انسان بھی ایک جنس تبادلہ ہو سکتا ہے اور انسان کو غلام بنا کر انسانی طاقت کا تبادلہ کیا جاسکتا ہے اور اس سے کام لیا جاسکتا ہے۔ انسان نے ابھی تبادلہ کرنا شروع ہی کیا تھا کہ اس کا بھی تبادلہ کیا جانے لگا۔ آدمی نے چاہا یا نہ چاہا ہو مگر ہوا یہی کہ جو فعال تعاوہ دوسروں کے ہاتھ کا کھلوٹا بن گیا۔

غلامی کے ساتھ ساتھ، جو تمدن کے عہد میں اپنی نشوونما کی انہا کو پہنچ جاتی ہے، احتصال کرنے والوں اور استھان کئے جانے والوں میں سماج کی پہلی بڑی تقسیم ہوئی۔ تمدن کے پورے دور میں یہ تقسیم جاری رہی ہے۔ غلامی احتصال کی پہلی شکل تھی، جو قدیم زمانے کی خصوصیت تھی۔ اس کے بعد از مندو سطھی میں زرعی غلامی اور موجودہ زمانے میں اجرتی محنت آئی۔ غلامی کی یہ تین بڑی شکلیں ہیں جو تمدن کے تین بڑے ادوار کی خصوصیتیں یہ ہیں؛ (1) دھات کے بننے ہوئے سکے استعمال ہونے لگے تھے اور اس لئے زرکی شکل میں سرمائے کا، سودا اور سودخوری کا رواج بھی ہو چکا تھا۔ (2) پیدا کرنے والوں کے بیچ تاجر درمیانی آدمی کا کام کرنے لگے تھے۔ (3) زمین پر افراد کی خجی ملکیت قائم ہو گئی تھی اور زمین کا رواج ہو چکا تھا۔ (4) پیداوار کی مردو جہ شکل غلاموں کی محنت تھی۔ تمدن کے عہد سے مطابقت رکھنے والی خاندان کی شکل جو اس عہد میں تینی طور پر مردو جہ شکل بن چکی تھی، یہ زوجی ہے جس میں عورت پر مرد کا غلبہ ہوتا ہے اور اگل الگ ہر خاندان سماج کی اقتصادی اکامی ہوتا ہے۔ متمدن سماج کو باندھ کر رکھنے والی قوت ریاست ہے، جو ہر نمائندہ عہد میں حصہ حکمران طبق کی ریاست ہوتی ہے اور جو بنیادی طور پر ہمیشہ مظلوم اور احتصال کئے جانے والے طبقے کو دبا کر رکھنے والی مشین کا کام کرتی ہے۔ تمدن کی دوسری خصوصیتیں یہ ہیں: سماجی محنت کی پوری تقسیم کی بنیاد کے طور پر شہر اور دیہات میں مستقل اضداد قائم ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وصیت ناموں کا رواج ہو جاتا ہے، جس کے ذریعے جائیداد کا مالک اپنی موت کے بعد بھی اپنی جائیداد کو جسے چاہے دے سکتا ہے۔ یہ رواج جس نے قدریم گن دستور پر براہ راست کاری ضرب لگائی، سولوں کے زمانے تک ایکھتر میں نہیں پاتا جاتا تھا۔ روم میں بہت شروع میں ہی اس کا رواج ہو گیا تھا لیکن ہم ٹھیک ٹھیک نہیں کہہ سکتے کہ کب۔ (6) جرمنوں میں وصیت کو پادریوں نے رواج دیا تاکہ بھولے بھالے خوش عقیدہ جرمن بلا کسی دشواری

کے اپنی جائیداد کیسا کو دے جائیں۔

اس دستور کو اپنی بنیاد بنا کر تمدن نے ایسے ایسے کارنا مے انجام دیئے ہیں جنہیں گن سماج ہرگز انجمان نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن ایسا کرنے میں تمدن نے انسان کی اسفل ترین جبتوں اور جذبات کو اکسرا کران سے کام لیا اور اس کی تمام دوسروی صلاحیتوں کو دبا کر ان جذبات کو بڑھایا۔ تمدن کے روز اول سے آج تک نگلی حصہ وہوں اس کی روح رواں رہی ہے، دولت، زیادہ دولت، اور زیادہ دولت... یہی اس کا واحد اور خاص نصب اعین رہا ہے۔ مگر وہ بھی سماج کی دولت نہیں بلکہ ذلیل و حقیر فرد کی دولت۔ اگر اس نصب اعین کو پورا کرنے کی کوشش کے دوران میں سائنس نے زیادہ سے زیادہ ترقی کی اور فن کے انتہائی عروج کے دور بھی بار بار آتے رہے تو اس کی وجہ یہی تھی کہ دولت بُورنے میں آج جو زبردست کامیاب حاصل ہوئی ہے، وہ سائنس اور فن کی ان کامیابیوں کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی تھی۔

چونکہ تمدن کی بنیاد ایک طبقے کے ہاتھوں دوسرے کا احتصال ہے، اس لئے اس کی ساری نشوونما ایک مسلسل تصادم کے دائرے سے ہو کر گزرتی ہے۔ پیداوار میں ترقی کا جو بھی قدم اٹھتا ہے وہ مظلوم طبقے یعنی بہت بڑی اکثریت کی حالت کو اور بدتر بنا دیتا ہے۔ ایک کے لئے جو نعمت ہے، وہ لازمی طور پر دوسرے کے لئے لعنت ہے۔ کسی ایک طبقے کو جب بھی آزادی ملتی ہے تو وہ کسی دوسرے طبقے کے لئے نئی غلامی کی زنجیر بن جاتی ہے۔ اس کی سب سے نمایاں شیلیں ہمیں مشینوں کے استعمال میں ملتی ہے، جس کے تبعوں سے آج بھی لوگ واقف ہیں۔ اور جیسا کہ ہم دیکھے ہیں، بربادی لوگوں میں حقوق اور فرائض میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن تمدن نے ایک طبقے کو تقریباً سارے حقوق دے کر اور دوسرے طبقے پر تقریباً ساری ذمے داریوں کا بوجھ لا دکر، حقوق اور فرائض کے فرق اور ان کے تضاد کو اتنا واضح کر دیا ہے کہ جاہل سے جاہل آدمی بھی انہیں سمجھ سکتا ہے۔

لیکن ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ جو چیز حکمراں طبقے کے لئے اچھی ہے، اسے پورے سماج کے لئے اچھا ہونا چاہیے جس کے ساتھ حکمراں طبقہ اپنایت جاتا ہے۔ لہذا جیسے جیسے تمدن کی ترقی ہوتی ہے، ویسے ویسے اسے ان برائیوں پر جنہیں وہ لازمی طور پر پیدا کرتا ہے، محبت کو پردازنا پڑتا ہے، انہیں جھوٹی آرائشوں سے چھپانا پڑتا ہے یا پھر ان کے وجود سے ہی انکار کر دینا پڑتا ہے۔ مختصر یہ کہ اسے رسمی مناقبت اختیار کرنی پڑتی ہے جو کہ سماج کی قدیم شکلوں میں اور یہاں تک کہ تمدن کی ابتدائی حالتوں میں بھی موجود نہیں تھی، اور آخر میں اس اعلان پر تان ٹوٹی ہے کہ احتصالی طبقہ مظلوم طبقے کا احتصال محض اور پورے طور پر خود اسی طبقے کی بھلانی کے لئے کرتا ہے، اور اگر مظلوم طبقہ اس صداقت کو نہیں سمجھ پاتا اور یہاں تک کہ بغاوت پر بھی کمر بستہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے محسنوں یعنی احتصال کرنے والوں سے نہایت احسان فرمائوٹی کرتا ہے۔ (7)

اور اب میں آخر میں تمدن پر مار گن کی فیصلہ کرنے رائے پیش کرتا ہوں:

"تمدن کے آنے کے بعد سے ملکیت کو اتنا زبردست فروغ ہوا ہے، اس نے اتنی بحانت بحانت کی شکلیں اختیار کی ہیں، اس کے استعمال میں اتنا اضافہ ہوا ہے، اور اس کے مالکوں کے حق میں اس کا انتظام اتنی عالمی سے کیا گیا ہے کہ لوگوں کے لئے یہ ایک ایسی طاقت ہے جس کو قابو میں رکھنا ناممکن ہے۔ انسانی ذہن خود اپنی تحقیق کے سامنے حیرت زدہ کھڑا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایسا وقت ضرور آئے گا جب انسان کی عقل ملکیت کی روایت حفاظت اجرت ہے، اس کے ساتھ اس کے تعلق کو معین اور مالکوں کے فرائض اور ان کے حقوق کی حدود کو واضح کر دے گی۔ سماج کے مفاد فرد کے مفاد سے بالاتر ہیں اور دونوں میں صحیح تعلق اور ہم آہنگی قائم کرنی چاہئے۔ اگر ماضی کی طرح مستقبل میں بھی ترقی کے قانون کو جافی و ساری رہنا ہے تو انسانیت کا آخری نصب اعینِ محض ملکیت بٹورنا نہیں ہو سکتا۔ تمدن کے شروع ہونے سے لے کر اب تک جوزمانہ گزارا ہے، وہ انسان کے پورے ماضی کا محض ایک ٹکڑا ہے اور جوزمانہ آئندہ آنے والا ہے، اس کا بھی محض ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ جس سماج کا مقصد و منہما ملکیت بٹورنا ہو، اس کا انجام یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شیرازہ منتشر ہو جائے کیونکہ اس سماج کے اندر خود تنزیب کے عناصر پوشیدہ ہیں۔ تجربہ، عالمگردی اور علم سماج کی جس عالی سطح کی طرف برا بر اشارہ کر رہے ہیں، وہ ایسی سطح ہو گی کہ حکومت میں جہوریت ہو، سماج میں بھائی چارہ ہو، حقوق اور منصب میں رابری ہو اور تعلیم عام ہو۔ اس سماج میں قدیم گنوں کی آزادی، مساوات اور بھائی چارے کو زیادہ عالی شکل میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

"(مارگن، "قدیم سماج" صفحہ 552)-(8)

اس کتاب کو انگریز مارچ 26 1884 میں لکھا تھا۔ سب سے پہلے ایک علیحدہ کتاب کے طور پر یہ 1884 میں زیورج سے شائع ہوئی تھی۔

حوالہ جات

1- خاص کرامریکہ میں شمال مغربی ساحل پر بیکی حالت تھی (دیکھئے بینکرافٹ)۔ جزاں کوئین چارٹ کے ہائیڈ اس لوگوں میں تو یہ حالت تھی کہ بعض گھر انوں میں ایک چھت کے نیچے سات سو فراڈ تک اکٹھے رہتے تھے۔ نو تکا لوگوں میں پورے کے پورے قبیلہ ایک چھت کے نیچے رہتے تھے۔

2- ملاحظہ ہو "مارکس اور انگریز کی دستاویزات" جلد 9۔ صفحات 153-154۔ (الایڈیٹر)

- 3- مولیخ کے ڈرامے "جارج دیندن" سے۔ (ایڈیٹر)
- 4- ایکھنر میں غلاموں کی تعداد جانے کے لئے دیکھئے اس کتاب کا متعلقہ باب۔ کورنھ شہر کے عروج کے زمانے میں وہاں غلاموں تعداد 460000 اور ایجمند میں 470000 تھی۔ دونوں شہروں میں غلاموں کی تعداد آزاد شہریوں کی تعداد کے مقابلے میں دس گناز یاد تھی۔
- 5- نیپور پہلامورخ تھا جو گن نوعیت کے بارے میں کم و بیش صحیح رائے قائم کر سکتا۔ اور اس کی وجہ تھی کہ اسے دتمارش (45) خاندانوں کے بارے میں واقعیت تھی حالانکہ میر کی طریقے سے ان کی نقل کرنے کی وجہ سے اس سے اس نے کئی غلطیاں بھی کر دیں۔
- 6- لاسال کی کتاب "اکتسابی حقوق کا نظام" کے دوسرے حصے میں اس رائے سے بحث کی گئی ہے کہ روم کا وصیت نامہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا خود روم۔ وہ لکھتا ہے کہ روم کی تاریخ میں "ایسا کوئی زمانہ نہیں رہا جب وصیت نامہ نہ رہے ہوں" بلکہ وصیت نامے ماقبل روی زمانے میں مردوں کی پرسش کا تیجہ ہیں۔ پرانے مکتب کے پکیہ گل والوں کی طرح لاسال نے روم قانون کی دفعات کی بنیاد، رومیوں کے سماجی حالات کو نہیں بنایا بلکہ ارادے کے "نظری تصور" کو فرا دیا اور اس کا تیجہ یہ ہوا کہ وہ اس غیر تاریخی خیال کا حامی بن گیا۔ لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اسی کتاب میں اسی نظری تصور کی بنیاد پر یہ تیجہ نکالا گیا ہے کہ روی و راشت کے نظام میں جائیداد کا منتقل ہونا ایک ٹانلوں حیثیت کی چیز ہے۔ لاسال نہ صرف روی قانون ساز کی خوش فہمیوں پر عقیدہ رکھتا ہے اور خاص کر پہلے کے زمانے کے ماہرین قانون کی خوش فہمیوں پر، بلکہ اس معاملے میں وہ ان سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔
- 7- شروع میں میر ارادہ تھا کہ تمدن کی جو شاندار تقید فورئے کی تصنیفات میں کھڑی چڑی ہے، اسے میں مار گن کی اور اپنی تفہیم کے ساتھ ساتھ پیش کروں۔ لیکن بدتری سے میں اس کے لئے وقت نہیں زکال سلتا۔ میں صرف بھی کہنا چاہتا ہوں کہ فورئے اسی وقت سے یک زوجی اور زمین کی لکیت کو تمدن کی اصلی خصوصیت مانتا تھا اور اس نے تمدن کو غربیوں کے خلاف ایروں کی جگ سے تغیری کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی تصنیفوں میں اس حقیقت کو بھی گھرائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ اس طرح کے سچی ناکمل سماجوں میں جن میں باہمی متصاد مفادوں کی بدولت پھوٹ پڑھی ہے، الگ الگ خاندان (les familles incohérentes) اقتصادی اکائی ہوتے ہیں۔
- 8- مزید ملاحظہ ہو "مارکس اور اینگریز کی دستاویزات" جلد 9 صفحات 56-57 (ایڈیٹر)

تشریحی نوٹ

1۔ "خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز" یہ کتاب مارکس ازم کی بنیادی تصنیفوں میں شمار ہوتی ہے۔ اینگلز نے اس تحریر میں علمی تجویز کر کے دکھایا ہے کہ انسان ترقی اور نشوونما کے کن کن مرحلوں سے گزر کر بہاں تک پہنچا، بالکل شروع کی سماجی حالت کیا تھی، اس کا ڈھانچہ چھیلتے چھیلتے کیونکروہ ایسے طبقاتی سماج میں ڈھل گیا جس کی جزاً بنیاد ذاتی ملکیت پر ہے، طبقات میں بٹے ہوئے اس سماج کی کیا خاصیتیں اور خصوصیتیں ہیں، مختلف سماجی معاشی بناوٹوں میں خاندانی رشتتوں سے کیا کیارنگ اختیار کئے، ریاست کی شروعات کیسے ہوئی اور اس کی اصلیت کیا ہے، ان تمام مرحلوں کو وضاحت کے ساتھ پیش کر کے اینگلز نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ بے طبقہ کمیونٹ سماج کو فصلہ کن فتح حاصل ہوتے ہی ریاست کا دم توڑ دینا تاریخ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے۔

یہ کتاب اینگلز نے اختتام مارچ 1884 سے اختتامِ ملتی تک کے دو مہینوں میں لکھ کر تمام کر دی تھی۔ مارکس کے انتقال کے بعد ان کے مسودوں کی چھان بین کرتے وقت اینگلز کو ترقی پسند امر کی عالم مارکن کی تصنیف "قدیم سماج" کا تفصیلی خلاصہ ملا جسے مارکس نے 1880 میں ترتیب دیا تھا اور اس پر جا بجا حاشیے اور تقدیمی نوٹ بڑھائے تھے۔ اس کے علاوہ مارکس نے دوسرے ذرائع اور تحقیقات سے بھی کام لیا تھا۔ اینگلز نے جب یہ خلاصہ پڑھا اور دیکھ لیا کہ انسانی تاریخ کا جو مادی تصویر ان دونوں نے قائم کیا تھا اور بالکل ابتدائی سماج کے متعلق جو نظریے بنائے تھے، ان کو مارکن کی تحقیقات سے تائید ملتی ہے تو اس نے ضروری سمجھا کہ خاس اس موضوع پر ایک تصنیف ہونی چاہیے، جس میں مارکس کے حاشیوں اور تقدیموں سے پوری طرح مدد لی جائے اور خود مارکن کی کتاب میں جو علمی تحقیقاتی مواد موجود ہے، جو نتیجے نکالے گئے ہیں، ان میں سے بھی بعض کو کام میں لایا جائے۔ اینگلز کی نظر میں یہ کام "ایک حد تک مارکس کی وصیت کی تعلیم کرنا تھا۔ اینگلز نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تو یہاں اور روم کی تاریخ پر، قدیم آرٹیلینڈ، قدیم جرمنوں وغیرہ کی تاریخ پر جتنی تحقیقات وہ خود کر چکا تھا، اس کا بے شمار مادوں اور طرح طرح کے علمی نکات بھی اسی میں ملا نے (ملاحظہ ہوا اینگلز کا مضمون "مارک" ، "قدیم جرمنوں کی تاریخ" اور "فرنیکوں کا دور" والے مضمایں)۔

بالکل ابتدائی سماج کی تاریخ کے متعلق اینگلز کے پاس اتنا کچھ علمی سرد سامان جمع ہو چکا تھا کہ 1890 میں اس نے اپنی کتاب کے چوتھے ایڈیشن کو نئے اضافوں کے ساتھ شائع کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس عرصے میں نئی تحریریں بھی اس کی نظر سے گزیں، خاص کر روئی عالم کو افسوس کی علمی تحقیقات۔ تیاری کے دوران اینگلز

نے پہلے ایڈیشن کی عبارت میں جا بجا تر میمیں اور اضافے کر دیئے، خاص کر خاندان والے بات میں بہت کچھ تازہ معلومات بھی بڑھادیں۔

یہ چوتھا ایڈیشن اشٹوٹ گارٹ سے 1891 کے آخر میں شائع ہوا اور اس کے بعد تر میم و اضافے کی نوبت نہیں آئی۔

2۔ "Contemporanul" ("معاصر")۔ شترکی خجالات کا ایک رسالہ جو رومانیائی زبان میں یاسی کے مقام سے 1881 سے 1890 تک لکھتا ہے۔

3۔ انگلز نے 1888 کے اگست تک میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کنیڈا کا سفر کیا تھا۔

4۔ وائیکنگ۔ اسکینڈی نیویا کے ان بھری قزوں اور سمندری غوطہ ماروں کا مشہور لقب جو آٹھویں سے گیارہویں صدی کے وسط تک سمندر میں اور یورپ کے ساحلوں پر باقاعدہ حملے کر کے لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ براو قیانوس پاکر کے انہوں نے امریکہ تک غارت گری جا رکھی۔

5۔ مارکس کا یہ خط ہم تک نہیں پہنچا۔ انگلز نے 11 اپریل 1884 کو کاؤنکی کے نام جو خط لکھا ہے وہاں اس کا ذکر ہے۔

6۔ یہاں اشارہ ہے مشہور نغمہ "کارو گنر" کے اوپر "انی بیلوگ کا گیت" کی نمایاد پر ترتیب دیا تھا۔

7۔ "ایڈا" اور "آگسدریکا"۔ ان داستانوں، ٹلسی افسانوں اور گیتوں کا جمجمہ جو اسکینڈی نیویا والوں میں مقبول تھے۔

8۔ اسکینڈی نیویا کی دیوالا میں دیوتاؤں کے دو گروہ بتائے جاتے ہیں "آسا اور وانا۔" وائیکنگ کی رزمیہ داستان۔ ناروے کے شاہنامے کی کتاب اول "زمانہ قدیم" سے 12 ویں صدی تک) آس لینڈ کے شاعر اسنوری استور لوسن کی تصنیف ہے۔

9۔ یہاں ذکر ہے شادی بیاہ کے ان طبقوں یا گروہوں کا جن میں آسٹریلیا کے زیادہ تر قبیلے بنے ہوئے تھے۔ ایک گروہ کے مردوں سری جاتی کے کسی خاص مقررہ گوت میں ہی شادی بیاہ کر سکتے تھے اور قبیلے میں اس قسم کے چار سے آٹھ تک گوت ہوا کرتے تھے۔

10۔ Saturnalia۔ روم قدیم میں مرخ (Saturn) دیوتا کا سالانہ میلہ جو کھیتوں کی کٹائی بوانی سے فرصت پانے کے بعد ہضم دھام سے منایا جاتا تھا۔ میلے کے دنوں میں عورتوں مردوں کو سب طرح کی پوری آزادی ہوتی تھی۔ اسی لئے "ساترنالی" لفظ کے معنی ہی ہو گئے رنگ رلیاں منانے کی پوری چھوٹ۔

11۔ حوالے کے لئے ملاحظہ ہو مارگن کی کتاب "Ancient Society" ("قدیم سماج") لندن

1877 صفحات 465.466 اس کے علاوہ "مارکس اور اینگلز کی دستاویزات" جلد 9 صفحہ 29-

12۔ مارگن کی اسی کتاب کا صفحہ 470 اور دوسرے حوالے کا صفحہ 31۔

13۔ یہاں روئی عالم کو ایفسکی کی تصنیف "بائلک ابتدائی حقوق، حصہ اول گن، قرابت داری۔" ماسکو، 1886 کا حوالہ ہے جس نے روس میں خاندانی برادری کے سلسلے میں اردنسکی (1875) اور پیشمنکو (1878) کے جمع کے ہوئے پہنچات پر اپنے بیان کی بنیاد کر گئی ہے۔

14۔ یارو سلاف کے "پراود" کا مطلب ہے "روئی پراودا" کی سب سے پرانی اشاعت کا پہلا حصہ۔ یہ روس قدیم کے قوانین کا مجموعہ ہے جس میں گیارہویں بارہویں صدی کے وہ روئی قانون جمع کئے گئے ہیں جو اس زمانے میں رواج عام میں تھے اور جن سے تب کی معاشری اور جماعتی زندگی کی ایک جملک ملتی ہے۔

15۔ یہ قوانین کا مجموعہ جو 15ویں سے 17 صدی تک پولیٹ (دال میشیہ کے ایک علاقے) میں رائج تھا۔ یہ کتاب "politz Statue" کے نام سے مشہور ہے۔

16۔ Calpullis۔ جب اپسین والوں نے میکیوٹھ کیا تو وہاں کے ریڈ انٹینوں میں ایسی خاندانی برادریاں قائم تھیں۔ ایک مورث اعلیٰ کی اولاد سے جو خاندانی برادری (calpulli) بنتی وہ زمین کے ایک حصے کی مشترک مالک ہوتی ہے، مل کر محنت کرتی، نہ اس حق و راثت سے کسی کو بے دخل کیا جاسکتا تھا، نہ اس کی تقسیم کی جاتی تھی۔

17۔ Das Ausland۔ یہ ایک جرمن رسالہ تھا جس میں جغرافیہ، علم الاقوام اور پیچوں سائنس کے مضامین نکلتے تھے۔ 1828 سے 1893 تک نکتار ہا۔ 1873 سے اشوٹ گارٹ مقام اشاعت بن گیا۔

18۔ ضابطہ یوائی (Civil Code) کی دفعہ 230 کی طرف اشارہ ہے۔

19۔ اسپارٹیٹیز 0 (Spartiates)۔ قدیم اسپارتا کے پورے شہرے حقوق رکھنے والے۔ ایلوٹ (Hillots)۔ قسم اسپارتا کے وہ شہری، جنہیں حقوق حاصل نہ تھے۔ یہ زمین سے وابستہ تھے اور زمین کے مالک اسپارتیٹیزوں کو آمدی کا ایک مقررہ حصہ دینے کے پابند۔

20۔ ہائز ویول۔ یونان قدیم اور اس کے ماتحت علاقوں میں مندرجہوں کی خدمت پر مامور ہنئے والے غلام اور کنیزیں۔ اکثر مقامات پر، خاص کر مشرق قریب کے شہروں میں اور کوئنچھے میں یہ کنیزیں دیواریں بن کر عام استعمال کے لئے وقف ہو جاتی تھیں۔

21۔ "گدرون"۔ 13ویں صدی کی جرمیں رزمیہ نظم۔

22۔ یہاں 1619-21 کی ان جنگوں کی طرف اشارہ ہے جب اپنی حملہ آوروں نے میکیوٹھ کیا۔

23- L.H. Morgan. " Ancient Society", London , 1877,p. 115.

24۔ "غیر جانب دار قوم(Neutral Nations) 17 ویں صدی میں ایری جھیل کے شاہی ساحل پر آبادی رہی انگریز قبیلوں نے، جو ایری کو اس لوگوں کے قربت دار تھے، بل کہ ایک جنگی اتحاد قائم کیا تھا۔ فرانسیسی آباد کاروں نے اس اتحاد کو یہ نام اس لئے دیا کہ جب تک ہرون اور ایری کو اس قبیلوں میں جنگل چلتی رہی۔ یہ لوگ بالکل غیر جانب دار رہے اور "نیوٹرل" کہلاتے۔

25۔ یہاں مصنف نے زولو قبیلے کی جنگ آزادی کی طرف اشارہ کیا ہے جو 1879 سے 1887 تک اگریزوں آباد کاروں کے مقابلے پر چلتی رہی۔

نوین والوں، عربوں اور دوسرے سوڑانی قبیلوں نے اپنی رازی کے لئے جو عام بغاوت برپا کی وہ محمد احمد (مہدی سوڈانی) کی سرکردگی میں 1881 سے 1884 تک چلتی رہی۔ اسی شورش کے زمانے میں سوڈان کی ایک باقاعدہ تجہ دیستہ ریاست ابھر آئی۔ کئی برس بعد 1899 میں اگریزوں کا بس چلا اور انہوں نے سوڈان خیز کر لیا۔

26۔ مطلب ہے (غیر ملکی) لوگوں سے جو ایکاں میں مستقل طور سے رہ پڑے تھے۔ آزادی کو بھی انہیں ایخنز کے شہری حقوق حاصل نہیں تھے۔ یہ لوگ بیشتر تجارت اور حرفت میں لگے ہوئے تھے، انہیں "سرپری" کے نام پر ایک خاص ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ پورے حقوق رکھنے والے شہریوں کی طرف سے اس سرپری کی بدولت وہ انتظامی ملکے تک رسائی پاسکتے تھے۔

27۔ بارہ جدول والے قانون۔ پانچویں صدی قبل مسح کے وسط میں یہ قانون بارہ جدوں پر لکھے ہوئے تھے اور ان کے ذریعے روم قدیم کی آبادی کے مختلف طبقوں کے حقوق مقرر تھے۔ پلے بن (plebeian) آبادی نے پریشین (patricians) کے خلاف جنگ کی تو اس کا نتیجہ ان قانونوں کی شکل میں نکلا۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ روم قدیم کے سماج میں صاحب جائیداد، صاحب حیثیت حص آبادی، علامی اور غلام داری ریاست کا اٹھان کیسے ہوا اور جن مرحلوں سے گزارا۔

28۔ پیونگ جنگ (پیونی جنگیں) روم اور کارثیج کی قدیم غلام دار بڑی ریاستوں میں جنگی ہوتی ہیں تاکہ بحر روم کے مغربی علاقے میں اپنا اقتدار قائم کیا جائے، مئے علاقے چھیننے جائیں اور غلام داری اپنے ہاتھ میں لی جائے۔ دوسری پیونگ جنگ 218 سے 201 ق م تک سترہ سال جاری رہی اور کارثیج کی مکمل شکست پر تمام ہوئی۔

29۔ اگریزوں نے ولز (Wales) پر 1283 میں فتح کر لیا تھا، تاہم اس کی خود مختاری (Autonomy) برقرار رہی۔ 16 ویں صدی کے وسط میں اس علاقے کو پوری طرح انگلینڈ میں ملا لیا گیا۔

30۔ 1869-70 میں انگلستان نے ایک بڑا صنیفی کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا آئرلینڈ کی تاریخ لکھنے کا، لیکن وہ مکمل نہ

ہوسکا۔ کیلک نسل کی تاریخ کام مطابرہ کرتے وقت اسٹرگر نے قدیم ولیز کے قوانین کی بھی چھان بین کر دیا۔

31۔ مصنف نے یہاں "ولیز کے قدیم دستور و قونین"۔

32۔ کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ جلد اول، "Ancient Laws and Institutes of Wales")

صفحہ 93، اشاعت 1841ء۔

33۔ ستمبر 1891ء میں انگلستان نے اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی سیاحت کی۔

34۔ 1745-46ء میں پہاڑی جرگوں نے اسکاٹ لینڈ میں شورش برپا کر دی۔ انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کے جاگیردار اور بورڑوازی اپنے فائدے کے لئے مقامی آبادی کو زمین سے بے خل کرتے جا رہے تھے۔ یہ اس کے خلاف غصہ تھا جو پہاڑیوں کی بغاوت کچلی گئی تو اسکاٹ لینڈ کے پہاڑیوں میں جرگوں کا نظام بھی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گیا اور زمین پر خاندان کی پیشیتی مشترکہ ملکیت بچ کچھ آثار مٹا دیے گئے۔ اسکاچ کسان کی زمین سے بے خل کی رفتار تیز ہو گئی۔ گن کی عدالت منسوخ کر دی گئی اور بعض پیشیتی رواجوں کی ممانعت ہو گئی۔

35۔ "المانی قانون"۔ جرمنی میں المانی قبیلوں کی اس تجھہ تنظیم کے قونین کا مجموعہ جو پانچویں صدی سے آنکھل کے ازاس علاقے، مشرقی سوئٹر لینڈ، اور جنوب مغربی جرمنی کے علاقوں پر حاصل تھا۔ یہ قونین چھٹی صدی کے آخر اور ساتویں صدی کے اول اور آٹھویں صدی کے زمانے میں رائج تھا۔ یہاں اسٹرگر نے اس کی دفعہ 81 کا حوالہ دیا ہے۔

36۔ "ہلدے براند کا گیت"۔ آٹھویں صدی کی قدیم رسمیہ جرمن شاعری کی باتیات میں سے ہے جو ناکمل صورت میں صرف ٹکڑوں میں محفوظ رہ گئی ہے۔

37۔ جرمی اور گال قبیلوں سوی لنس کی رہنمائی میں روم کے اقتدار کے خلاف 70-69ء میں (اور بعض تاریخوں کے مطابق 71-69ء میں) بغاوت کی تھی جو گال کے بیشتر حصوں میں اور روم کے ماتحت جرمیں صوبوں میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ اندیش تھا کہ یہ علاقے سلطنت روما کے ہاتھ سے نکل جائیں گے لیکن باعیوں کو شکست ہوئی اور انہیں مجبور ہو کر روم سے صلح کرنی پڑی۔

38۔ "Codex Laureshamensis"۔ لارش خانقاہ کے خاص حقوق اور وقف ناموں کی نقلوں کا مجموعہ جو بارہویں صدی میں ترتیب کیا گیا۔ یہ آٹھویں نویں صدی میں کاشنکاری اور زمینداری کی تاریخ معلوم کرنے کے لئے نہایت کارامہ تاریخی دستاویز ہے۔

39۔ انگلستان کا مطلب یہاں جرمی قوم کی مقدس روم شہنشاہیت سے ہے جو 962ء میں قائم ہوئی تھی۔ اٹلی کے

ایک حصے اور جمنی کے تمام ملا تے پرچیلی ہوئی تھی۔ آگے چل کر اسی سلطنت میں سر زمین فرانس کا کچھ حصہ، چک، آسٹریا، نیدر لینڈ، سوئٹر لینڈ اور دوسرے ملک بھی شامل ہو گئے۔ یہ شہنشاہیت باقاعدہ کوئی مرکزی ریاست نہ تھی بلکہ الگ الگ رجواڑوں اور آزاد شہروں کا ڈھیلا سما جوڑ تھا، جو شہنشاہ کے اعلیٰ اختیار کو زبانی تبلیغ کرتے تھے۔ 1806ء میں جب فرانس کے مقابلے میں جرم شاہی خاندان کا مسیو رُگ کو شکست ہوئی اور انہیں مجبور ہر کر مقدس روم سلطنت کی شہنشاہی سے انکار کرنا پڑا تو اس سلطنت کا وجود ختم ہو گیا۔

40۔ بینی فس (beneficium) یا حین حیات معافی کی زمین۔ آٹھویں صدی کے اوپر نصف میں اس کا عام رواج تھا کہ فریبک سرکار کی طرف سے کاشنکاروں سمیت زندگی بھر استعمال کے لئے زمینیں جا گیریں دی جاتی تھیں اور اس کے عوض انہیں کوئی مقررہ سرکاری خدمت، اکثر فوجی خدمت انجام دینی ہوتی تھی۔ حین حیات معافی کی زمینوں کے اس دستور سے زمینیں موروٹی ہوتی چل گئیں، جا گیرا داروں، خصوصاً چھوٹے اور درمیانی امیروں اور دربار یوں کا طبقہ ابھرا، عام کسانوں کی زرعی غلامی بڑھی، پشتی کسان غلامی اور پشتی امارت کے طبقے الگ الگ بن گئے۔

41۔ گاؤ کائنٹ (Gaugrafen)۔ فریبک ریاست میں خاص شاہی منصب دار، جنہیں صوبہ داریاں پر دہوتی تھیں۔ وہ کچھ بھی کرتے تھے، لیکن بھی اگھاتے تھے اور مقررہ فوج بھی وقت ضرورت کے لئے تیار رکھتے تھے۔ اس خدمت کے عوض انہیں اس صوبے کے شاہی حاصل میں سے ایک تباہی اور انعام کی خاص جا گیر بادشاہ کی طرف دی جاتی تھی۔ شروع میں بادشاہ کی طرف سے ان کا تقرر ہوتا رہا، پھر رفتہ رفتہ وہ منصب داروں سے والیان ریاست بن بیٹھے اور اختیارات خود منجانے لگے۔ 877ء کے بعد سے، جب کاؤنٹ کا باقاعدہ موروٹی عہدہ مان لیا گیا تو وہ بالکل ہی اپنی اپنی علاقوں کے مختار کل ہو گئے۔

42۔ ائگارے سلطنت روما کی طرف سے باشندے پابند تھے کہ وہ سرکاری پابرداری کے لئے گھوڑے اور قلی کی بیگار بھرا کریں۔ آگے چل کے یہ سرکاری بیگار بھیتے پھیلتے رعایا پر بھاری بوجھ بن گئی۔

43۔ "سر پرستی" (commendation)۔ یورپ میں آٹھویں نویں صدی سے یہ عام رواج تھا کہ کسان چند مقررہ شرائط پر (مثلاً فوجی خدمات بحالانے، عارضی طور پر قطعہ اراضی رہن رکھوںے کے عوض) بڑے جا گیر کی "سر پرستی" میں آجاتا تھا، بڑے کی "سر پرستی" میں رہنے والے کی قانونی حیثیت کو commendations (patonage) کہتے تھے۔ اکثر کسانوں کو بے مجبوری اس "سر پرستی" کا سہارا لینا پڑتا، وہ بڑے جا گیر داروں کے شکنخ میں پڑتے جاتے تھے۔ اس طرح غلامی در غلامی کی بدولت جا گیر داری بندھن مضبوط ہوتے چلے گئے۔

44۔ 1066ء میں بیگنگر کی لڑائی۔ نارمنڈی کے ولی ریاست وللم کی فوج نے انگلینڈ میں اتر کر ایگلو سیکس فوج

سے جنگ کی (1066ء)۔ انگلیو سکسون کی فوجی تنظیم میں پرانے و قرون کا برادری ڈھنگ اور دیوانی فوج کے تھیا ر چلے آتے تھے، وہ اس لڑائی میں بڑی طرح شکست کھا گئے، ان کا بادشاہ ہارولد میدان جنگ میں کام آیا۔ وہیم انگلینڈ کا بادشاہ بنا اور ہلم اول فارج (لیمفرست دی کٹر) کے نام سے تخت و تیار سنچالا۔

45۔ دتمارشن (Dithmarschen)۔ آج کل کے شلیز و گ گوشین کے جنوب مغرب کا ضلع تھا۔ قدیم زمانے میں یہاں سکسن نسل کے لوگ آباد تھے۔ آٹھویں صدی میں شارلی مین (Charlemange) نے اسے فتح کیا۔ بعد میں کبھی گرجاؤں کی جا گیر میں رہا، کبھی امیروں کی 12 ویں صدی کے وسط سے دتمارش آبادی نے، جس میں زیادہ تر آزاد کسان شامل تھے، رفتہ رفتہ خود مختاری کی طرف قدم بڑھایا۔ اور 13 ویں صدی کے شروع سے 16 ویں صدی کے وسط تک انہوں نے عملی طور پر آزادی حاصل کر لی۔ اس زمانے میں دتمارش کے علاقے میں کسانوں کی ایسی برادریاں آباد تھیں جو اپنے معاملات کی آپ مختار ہوں۔ ان برادریوں کی بنیاد اکثر حالتوں میں کسانوں کی وہی پرانی موروثی قربت داری تھی 14 ویں صدی تک دتمارش میں اختیار اعلیٰ تمام کا زاد زمینداروں کی پنچایت کے ہاتھ رہتا تھا۔ پھر پنچایت کی جگہ تمین پختے ہوئے پنچوں نے لے لی 1559ء میں ڈچ بادشاہ فریدرک دوم کی فوج نے اور گوشین کے والیان ریاست یوگان اور ایدوالف نے مل کر دتمارش پر چڑھائی کی، اس کی قوت مقابلے توڑواں اور یہ ضلع فتحوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس کے وجود دتمارش ضلع میں برادری کا نظام اور کسی حد تک اپنے معاملات خود فیصل کرنے کا چلن 19 ویں صدی کے دوسرے نصف تک چلتا رہا۔

46۔ ملاحظہ، فلسفی ہیگل کی تصنیف "فلسفہ حقوق کی بنیادیں"۔

ناموں کا اشاریہ

الف

آردشیر (Artaxerxes)۔ انجیلی شاہی خاندان کے تین ایرانی بادشاہوں کا نام۔
ارسطوئریز (Aristides) (قریباً 540 میں 567 ق۔م)۔ قدیم یونان کا مدبر اور سپہ سالار۔
ارسطو (Aristotle) (3840 میں 322 ق۔م)۔ قدیم یونانی فلسفی۔ آئندہ لیزم اور مادیت کے نظریات کے درمیان مذہب رہا۔ آقاوں کے طبقے کا ترجمان۔

ارسطونس (Ariston) (چھٹی صدی ق.م۔) - اسپارٹا کا بادشاہ تھا (574 ق.م سے 520 ق.م تک)
9۔ انکندر ریس اور وہ بیک وقت حکمران تھے۔
اریستوفینس (aristophanes) (446 ق.م سے تقریباً 385 ق.م۔) - قدیم یونانی ڈرامہ نگار۔ سیاسی موضوعات پر اس نے کئی مطہری طریقے لکھے تھے۔
اپنیاں (Espinias)، الفریڈوکٹر (1844-1922) - فرانسیسی فلسفی اور ماہر عربانیات۔ ارتقا کے نظریے کا حامی۔

اسکاٹ (Scott)، والٹر (1771-1832) - انگلینڈ کا مشہور ناول نگار۔
اگاسیز (Agassiz)، لوئی ڈال رو دو لف (1807 سے 1873) - سوئٹزرلینڈ کا باشندہ۔ اس نے علم حیوانات، ارضیات اور معدوم شدہ حیوانات کے فن پر کئی کتابیں لکھیں۔ وہ اس خیال کا حامی تھا کہ دنیا خدا کی تخلیق ہے اور حادثے غیب سے نازل ہوتے ہیں۔

آگسٹس (Augustus) (630 ق.م۔ سے 14 عیسوی تک) - پہلا رومی شہنشاہ۔
الفیلا (Ulfila or Wulfilas) (383 سے 311) - مغربی گوھوں کا عیسائی رہبر۔ اس نے گوھوں کو عیسائی بنایا۔ گوھ حروف تجھی کا بانی اور انجیل کا گوھ زبان میں مترجم۔
امیانس مارکلینس (ammianus Marcellinus) (تقریباً 332 سے 400 تک) - روم کے زوال کے دور میں رومی تاریخ کا مصنف۔

اناکریون (Amareon) (چھٹی صدی ق.م۔ کے وسط کا زمانہ) - قدیم یونان کا عشقیہ شاعر۔
انکندر ریس (Anaxandridas) (چھٹی صدی ق.م۔ 9-560 ق.م۔ سے اسپارٹا کا بادشاہ۔ ارسطونس اور وہ بیک وقت حکمران تھے۔

اوڈو اکر (Odoacer) (434 سے 493) - جرمون فوجی رہنماء، جس نے 476 میں روم شہنشاہ کا تختہ الٹ دیا اور اٹلی کی سر زمین پر بیٹھی۔ "بر بری" سلطنت کا بادشاہ بن بیٹھا۔
اپیکس کلودیس (appius claudius) (50 دی صدی قبل مسح) - رومی مدد بر۔ روایت۔ کہ وہ جو بارہ جدول والے قوئیں کہہ جاتے ہیں، ان کے مصنفوں میں ایک یہ بھی تھا۔

ایرینیان (Irminon) (812-817) - سال انتقال قریباً 826 عیسوی) خانقاہ سین ٹریمن دی پرے کا ایسے۔
اے سکلیس (Aeschylus) (525 سے 456 ق.م۔ تک) - قدیم یونانی ڈرامہ نگار۔
انگلز (Engels)، فریڈرک (1820 سے 1895) -

ب

بانخون(Bachofen) یوگان یا کب (1815 سے 1887)۔ سوئزرلینڈ کا ماہر قانون اور منورخ۔ بازل میں

روم قانون کا پروفیسر تھا۔ کتاب "مادری حقوق" کا مصنف۔

بسمارک(Bismarck)، اوٹو (1815 سے 1898)۔ جرمن پرنس۔ ریاستی معاملات میں نمایاں، پروفیسر اور

جرمنی کی طرف سے غیر ملکی تعاقدات میں سرگرم۔ پروشیا کے تعلق داروں کا نمائندہ جو ہاں 1862 سے
1871 تک نظر پریسٹ نہ تھا۔ بعد میں 1871 سے 1890 تک جرمن سلطنت کا رئیس چانسلر (صدر) رہا۔

بگے (Bugge)، ایزیوس سوفوس (1833 سے 1907)۔ ناروے کا باشندہ جس نے قدیم اسکیتھی نیویا کے زبان، داستان اور ادب پر تبصرہ اور تحقیق کا کام کیا ہے۔

بلائچرودر (Bleichroder) گرساں (1822 سے 1893)۔ برلن میں جرمن بینک کا صدر، پروشیا کی حکومت کے مالی معاملات میں حصہ لیتا تھا اور بسمارک کا مشیر مال اور بنیانگذار تھا۔

بیدے "نقدس ماب" (Bede the Venerable) (تقریباً 673 سے 735 تک)۔ انگلستان عالم اور راہب جس نے تاریخ لکھی ہے۔

بیکر (Becker)، ولدم ادولف (1796 سے 1846)۔ جرمن منورخ، لپیگ میں کلاسیک آثار قدیمة کا پروفیسر تھا۔

بنکرافٹ (Bancroft)، ہیوبرٹ ہاؤ (1832 سے 1918)۔ امریکی ماہر اسلام، ثناوی امریکہ کے قبیلوں کا محقق۔

بنگ (Bang) انتون کرستیان (1840 سے 1913) ناروے کا مشہور مصنف جس نے اسکیتھی نیویا کی فرضی داستانیں جمع کی ہیں اور ناروے میں میسیحیت کی تاریخ لکھی ہے۔

پ

پرسس (Perseus) (212 سے 66 ق-م۔)۔ مقدونیہ کا آخری بادشاہ

(179 سے 168 ق-م تک)۔

پروکوپیوس (Procopius) کیماری کا (پانچیس صدی کے آخر میں بیدائش۔ تقریباً 562-1562 تھا)۔ بازنطینی

منورخ۔ بلیسارتھس کی مہموں میں شریک تھا جس کی رواداد "ایرانیوں" ویندالوں گوچوں سے "یونانیان کی جگوں کی تاریخ" آٹھ کتابوں میں لکھی ہے۔

پلوتارک(Plutarch) (تقریباً 46 سے تقریباً 125 عیسوی)۔ یونانی مصنف اور معلم اخلاق، آنڈ پلٹسٹ فلاسفی۔

پلینی گائی سکندرus (Plinius gaius Secundus) (23 سے 79 عیسوی)۔ رومن عالم جس نے علم فطرت کی تاریخ پر 37 کتابیں لکھی ہیں۔

پیسیتراتس(Pisistratus) (قریباً 600 سے 527 ق.م۔ تک)۔ 560 سے 527 ق.م۔ تک وغوروں کے ساتھ ایقنز کا جابر فرم روا رہا۔

ت

تاہیت(Tacitus) پولی کارنیلی (تقریباً 55 سے تقریباً 120 تک زندہ رہا)۔ روم کا عظیم منورخ، جس کی تصانیف "جمنی"، "تاریخ" "Annals" مشہور ہیں۔

تھیودوریک(Theodoric)۔ تین گوچک بادشاہوں کا نام۔ دو ویگوچک بادشاہ تھے۔ تھیودوریک اول (حکومت کا زمانہ تقریباً 453 سے 466 تک) اور تھیودوریک دوم (حکومت کا زمانہ تقریباً 466 سے 474 تک) اوسٹ گوچک بادشاہ تھیودوریک تھا حکومت کا زمانہ 474 سے 526 تک۔ تھیوسیدیز(Thucydides) (تقریباً 460 سے تقریباً 395 ق.م۔ تک)۔ قدیم یونان کا زبردست منورخ جس نے "پیلوپونیس جگ کی تاریخ" لکھی ہے۔

تھیودوریٹس(Theocritus) (تیری صدی عیسیٰ)۔ قدیم یونانی شاعر۔

ث

تارکوئی نینس سوپر بس(Tarquinius Superbus) (534 سے تقریباً 509 ق.م۔)۔ قدیم روم کا خیم افسانوی آخری (ساتواں) بادشاہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ عوامی بغاوت نے اسے جلاوطنی پر مجبور کر دیا تھا۔ بعد میں روم نے ریپبلک کا نظام اختیار کیا۔

ٹائیبئریس(Tiberius) (42 ق-م سے 37 عیسوی)۔ روم کا شہنشاہ (14-37)۔
ٹیلر(Taylor)، ایڈورڈ برنسیٹ (1832-1917)۔ انگریز ماہر علم الانسان، ابتدا کی تہذیب کا مکور خ۔

ج

بولیا(Juliuses) (رومی شہر فنا (پیتیریشن) کے ایک گن کا نام)۔
دیوانی سینکس، ہیلی کارنے سک کا(Dionysius of Halicarnassus) (پہلی صدی ق-م۔ پہلی
صدی عیسوی)۔ زبردست مقبرہ اور روم قدیم کا مکور خ۔
دیکیارکس(Dicaearchus) (چوتھی صدی ق-م)۔ قدیم یونانی میورخ سیاست داں اور ماہر جغرافیہ۔
ارسطو کا شاگرد۔
دیوستھنیز(Demosthenes) (384 سے 322 ق-م)۔ قدیم یونانی خطیب اور سیاسی معاملات میں
نمایاں شخصیت۔
دیودورس سسلی کا(Diodorus of Sicily) (پہلی صدی ق-م)۔ قدیم یونانی مکور خ۔ مشرق، یونان اور
روم کی تاریخ پر ایک کتاب کا مصنف۔
دیپرو دے لہ مال (Durear de La Malle) (ادولف ٹول بیزر او گوست 1777 سے 1857)۔ فرانسیسی مکور خ اور شاعر۔

ڈ

ڈارون(Darwin)، چارلس (1809 سے 1882 تک)۔ شہزاد آفاق انگریز سائنس داں، جس نے ارتقائے
وجود کے نظریے کی بنیاد رکھی۔

ر

راکت(Wright)، اشیر (آرٹر) (1803 سے 1875)۔ امریکن مشتری۔ 1831 سے 1875 تک ریڈ
انڈین قبیلوں میں زندگی بسر کی اور ان کی زبان کی لغت تیار کی۔

ز

زوریتا (Zurita)، الونسو۔ 16 صدی کے وسط میں سینٹرل امریکہ کی نوآبادیوں میں ہسپانوی عہدہ دار۔

ٹ

ٹریا تیولون (Teulon) (اکیس (پیدائش 1893)۔ ابتدائی سماج کا متورخ، جنیوا میں پروفیسر۔

س

سالویانس (Salvianus) (قریباً 390 سے قریباً 484 تک)۔ مارسلز کا پادری اور ادیب، جس نے ایک اہم کتاب "De gubernatione Dei" تصنیف کی۔

سرویس ٹولیوس (Servius Tullius) (578ق-م سے 534ق-م)۔ قدیم روم کا بادشاہ جس کے بارے میں روایت ہے کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں حکومت کرتا تھا۔

اسکندر اعظم (Alexander of Macedon) (اکیسا ندر مقدونیائی، 356ق-م سے 323ق-م)۔ یونان کا مشہور سپہ سالار اور صاحب تخت و تاج۔

سوسرے (Saussure)، آنری (1829 سے 1905)۔ سوئٹر لینڈ کا وعالم اور ماہر حیوانات۔

سوگن ہایم (Sugenheim) سینکل (1811 سے 1877)۔ جرمن بورڑو اور متورخ۔

سوون (Solon) (قریباً 638 سے قریباً 558ق-م)۔ ایتھنرا کا قانون ساز۔ اس نے عام لوگوں کے دباؤ سے کچھ ایسی اصلاحات کی تھیں جن سے قبلی اشرافیہ کے اختیارات پر ضرب پڑتی تھی۔

سوی لنس (Civilis) جولی (پہلی صدی عیسوی)۔ جرمن قبیلے بتادین کا رہنماء جس میں روما سلطنت کے خلاف جرمن اور گال قبیلوں کی بغاوت کی رہنمائی کی۔

سینزر (Caesar)، گائی جولیس سینزر (زمانہ انداز 100 سے 44ق-م تک)۔ روم کا شہرہ آفاق سپہ سالار، سیاسی رہنماء اور مصنف۔ اس کی تصنیف "گالوں سے جنگ کی رواداد" مشہور ہے۔

ش

شارلی مین (Charlemagne) (742ء سے 814ء عیسوی)۔ فریں کا بادشاہ 768 سے 80
شہنشاہ (800ء سے 814ء)۔

شومان (Schwmann)، گورگفیدرک (1793ء سے 1879ء)۔ جرمن، ماہر علم زبان اور منورخ، قدیم
یونان کے بارے میں کئی کتابوں کا مصنف۔

ف

فرڈینڈ پنجم (Ferdianand V) کیتوک (1452ء سے 1516ء)۔ کیسٹل کا
بادشاہ 1504ء اور حکمراء 1507ء۔ (1474ء سے 1516ء) اور فردیند دوم کے نام سے آرگاں کا
بادشاہ (1479ء۔ 1516ء)۔

فری من (Freeman)، ایدورڈ آگسٹ (1823ء۔ 1892ء)۔ انگریز بورڑا آزاد خیال منورخ۔ آفسفورڈ
یونیورسٹی کا پروفیسر۔

فورے (Fourier)، شارل (1772ء سے 1837ء)۔ فرانس کا زبردست یوٹوبیائی (قیاسی) سو شمسی۔
فوسیل دی کولائزے، (Fustel de coulanges)، نومادینی (1830ء سے 1889ء)۔ عبد قدیم اور
وسطی زمانے کی فرانس کی تاریخ کا فرانسیسی منورخ۔

فے بین (Fabiuses)۔ رومی شرفا (پیتھریشن) کے ایک گن کا نام۔
فیسون (Fison)، لاریبر (1832ء سے 1907ء)۔ انگریز پادری جس نے بھی کے جزیرے اور آسٹریلیا میں
مشنی کام کیا۔ آسٹریلیا میں سائنسی تحقیقات کا بانی۔

ک

کلائسٹھنر (Cleisthenes)۔ آئیٹھنر کا مدبر۔ 510-507 ق۔ م۔ کے دوران اس نے ایسی اصلاحات کی
تھیں جن کا مقصد گن نظام کا خاتمه اور آئیٹھنر میں غلامی کا نظام قائم کرنا تھا۔
کلوڈیا (Claudia)۔ رومی شرفا (پیتھریشن) کے ایک گن کا نام۔

کوایفکسی، میکسیم میکسیم ویچ (Kovalevsky Maxim Maximovich) (1851ء سے 1916ء)۔
روسی ماہر عربیات، منورخ اور قانون دان۔ ابتدائی قبائلی تعلقات کے سلسلے میں اپنی تحقیقات کے لئے مشہور ہے۔
کونوف (Cunov)، ہرنٹ بلم کارک (1862ء۔ 1936ء)۔ جرمن سو شل ڈیوکریک پارٹی میں ترمیمیت کا

ایک نظریاتی رہنمائی علم الاقوام کا عالم، قدیم سماج کی تاریخ پر کئی کتابوں کا مصنف۔ 1890ء میں مارکی خیالات کی طرف جھکا لیکن بعد میں انحراف کر گیا۔

کونینک ٹیلیا سروی شرف (پیتھ ٹیشن) کے ایک گن کا نام۔

کیووے (Cuvier)، ٹودرٹ (11769-1832)۔ فرانسیسی عالم فطرت، تقابی تشریح الاجسام اور معدوم شدہ حیوانات کے علم کا بانی۔ تباہ کن حادثوں میں نبی اشارہ ہونے کا غیر علمی نظریہ اسی نے ایجاد کیا تھا۔

کے (Kaye)، جان ولیم (1814ء سے 1876ء)۔ ہندوستان میں انگریزی عہدہ دار۔ اس نے ہندوستان کی قوموں اور قبیلوں کے بارے میں، افغانستان اور ہندوستان میں انگریزی فوجی کارروائیوں اور مہر کوں کے متعلق کئی اہم تصنیفیں چھوڑی ہیں۔

گ

گروٹ (Grote)، جارج (1794ء سے 1871ء)۔ انگریز منورخ۔ اس نے کئی جلدیوں میں "تاریخ یونان" لکھی ہے۔

گریگوری تورس کا (Gregory of Tours)، گیورگی فلوریشتی (Tقریباً 540 سے تقریباً 594 تک۔ مسیحی پادری، حدیث کا عالم، 573ء سے تورس کا اسقف۔ "فریک لوگوں" کا منورخ" مجزوں کی سات کتابوں" کا مصنف۔

گریم (Grimm) یا کب (1775ء سے 1873ء)۔ مشہور جرمن ماہر لسانیات اور تہذیب کا منورخ۔ جرمانوی زبان و ادب میں اس نے تحقیقات کی ہیں۔

گلڈیٹن (Gladstone)، ولیم ایوارٹ (1809-1898)۔ مشہور انگریز مذہبی، 19ویں صدی کے دوسرے آدھے میں برلن پارٹی لیڈر رہا۔ 1852ء سے 1866 تک دو بار وزیر مالیا اور پھر 1868ء سے 1894 تک وکیل سے چار بار وزیر اعظم رہا۔

گوئٹھ (Goethe)، یوگان والف گاٹ (1749-1832)۔ جرمن زبان کا عظیم شاعر، ادیب اور مفکر۔ گیوس (Gaius) (دوسری صدی عیسوی)۔ رومان عالم قانون۔ اس نے رومان قانون پر چند سب سے ابتدائی کتابیں مرتب کی ہیں۔

ل

لاسال (Lassalle) بفرانسیں (1825 سے 1864)۔ جرمن جھوٹی بورژوازی کا آدمی، مضمون نگار اور وکیل۔ رائے صوبے میں 1848-49 کی جمہوری تحریک میں شریک ہوا۔ 1860 کے بعد والے برسوں میں مزدور تحریک سے مل گیا۔ 1863 میں "کل جرمن مزدور یونین" کی بنیاد لانے والوں میں سے تھا۔ پروشیا کے ساتھ میں جرمنی کو مل کر ایک ملک کرنے کی تحریک کا حصہ جس نے جرمن مزدور تحریک میں موقع پرستی کی تیزی پیدا کر دی۔

لانگس (Longus) (تیری صدی عیسوی کی ابتداء)۔ یونانی مصنف۔
لانگے (Lange)، کرستیان کونزولوگ (1825 سے 1885)۔ جرمن ماہر لسانیات۔ روم قدیم کی تاریخ پر اس نے بہت کچھ کھلا کھا ہے۔

لوباک (Lubbock)، جان (1834 سے 1913) (1899 میں اسے لارڈ آدبری کا خطاب ملا)۔ انگریز حیاتیات کا عالم، ڈارون کا پیرو، لسانیات اور علم آثار قدیمہ کا عالم۔
لوگیان (Lucian) (قریباً 120 سے قریباً 180)۔ قدیم یونانی فنریہ قسم کی کتابوں کا ادیب، دہریہ۔
لیتھرنس (Letourneau)، شارل ژاں ماری (1831 سے 1902)۔ فرانسیسی ماہر عمرانیہ اور ماہر علم الاقوام۔
لیتھم (Latham)، رابرٹ گارڈن (1812 سے 1888)۔ انگریز طبیب، لسانیات کا ماہر، علم الاقوام کا عالم، تقابلی علم الاقوام پر متعدد کتابوں کا مصنف۔

لیوتپرند (Liutprand) (قریباً 922 سے 972)۔ کریونا (شامی اٹلی) کا پادری، ازمنہ وطنی کا عالم۔ کتاب "انعام" "Recompense" کا مصنف۔
لیوی تیتوس (Titus Livy) (59 ق م۔ سے 17 عیسوی)۔ روم مکور خ" روم کی تاریخ، شہر کے آغاز سے کا مصنف۔

م

مارکس (Marx) (1818-1883)۔ امریکہ کا مشہور عالم، مورخ، جس نے ابتدائی سماج کی تحقیق کی ہے، مادیت کا قائل۔

ماور (Maureer) گیوگ لدوگ۔ 1700 سے 1872۔ جرمنی کا ایک مشہور مورخ۔ اس نے قدیم اور

وسطیٰ زمانے کے جمنی میں سماجی نظام کی تحقیق کی ہے۔

مولیئر (Moliere)، بڑا باتیست - 1622-1673 فرانس کا عظیم ڈرامہ نگار۔

مومن (mommsen) ہجتوور 1817 سے 1903 جرمن مکور خروجی ترین اور روم قانون کی تاریخ پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔

میکلین (mclennan) جان فرگوسن - 1872-1881 اسکات لینڈ کا بورڈ اسائنس دار، پیشہ کے لحاظ سے وکیل اور مکور خ خاندان اور شادی کے موضوع پر کئی کتابوں کا مصنف ہے۔

مین (Maine) بھری جارج سامنیر 1822 سے 1888 انگریز ماہر قانون اور مکور خ قدیم زمانے کے قوانین کی تحقیقات اور چھان بیان کی۔

ن

نپولین اول (Napoleon)، بونا پارٹ 1769-1821 فرانسیسی سپ سالار جو 1804 سے 1814 میں فرانس کا شہنشاہ رہا۔

نیارکس (Nearchus) چوتھی صدی ق.م۔ سکندر عظم کا رفیق جنگ، بحری بیڑے کا اعلیٰ سردار تھا۔ ہندوستان کی ہم میں شریک تھا۔ ہندوستان سے میسوپوتامیہ تک سکندر کے معروفوں کا حال اسی نے تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔

نیبر (Niebyhr)، بارہمدد گورگ 1776 سے 1831 جرمن مکور خ قدیم روم کی تحقیقات کی۔

و

واتسن (Watson)، جان فارس 1872 سے 1892 انگریز ڈاکٹر۔ ہندوستان پر انگریزی حکومت عہدے دار۔ 1858 سے 1879 تک برٹش میوزیم لندن کا ڈائریکٹر رہا۔ اس نے ہندوستان کے بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔

وارس، (Varus) پھلس کوئن ٹیلیس (9 عیسوی میں مارا گیا)۔ رومی سیاسی لیڈر اور سپہ سالار۔ جرمنی روی گورنر جزیل تھا۔ جرمن قبیلوں کی بغاوت کے دنوں میں مارا گیا۔

واکس مٹھ (Wechsmuth)، ارنست وللم گوتلب 1784 سے 1886 جرمن بورڈ و مکور خ لپرگ میں

پروفیسر تھا۔ قدیم زمانے کے حالات اور یورپ کی تاریخ پر کئی کتابیں لکھیں۔
واغنر (Wagner)، رہنما 1813 سے 1883۔ جرمن نغمہ نگار۔

والفراں فان اشن باخ (Wolfram von eschenbach) تقریباً 1170 - تقریباً 1220 ازمنہ
وسطیٰ کا جرمن شاعر۔

وسترمارک (Westermarck)، ایڈورڈ اکساندر 1862 سے 1939 عمرانیات اور علم الاقوام کا فنی
ماہر۔ بلسکفارس یونیورسٹی میں پروفیسر تھا۔

ویلیدا (Veleda) پہلی صدی عیسوی۔ برودکر تین قبیل کی چبارن اور پیغمبر نبی جس نے روما سلطنت کے خلاف
سوی لنس کی رہنمائی میں جرمن اور گال قبیلوں کی بغاوت میں سرگرمی سے شرکت کی۔
ویتز (Weitz) گیورگ 1813 سے 1886۔ جرمن، بورژوا نظریہ سے ازمنہ وسطیٰ کا مورخ۔

۶

ھاؤٹ (Howitt)، الفریڈ ویم 1830 سے 1908۔ آسٹریلیا کے قبائل پر کئی تصانیف چھوڑی ہیں۔
عہد یاد رکھتا۔ اس نے آسٹریلیا کے قبائل پر کئی تصانیف چھوڑی ہیں۔
ھوشچے (Huschke)، گیورگ فلپ ایڈورڈ 1801 سے 1886۔ جرمن بورژوا عالم قانون۔ رومان قانون پر
کئی کتابیں کا مصنف۔

ہومر (Homer)۔ یہم داستانی قدیم یونانی شاعر "ایلیڈ" اور "اوڈیسی" کا مشہور مصنف۔
ھیرود (Herod) 73 سے 4 ق. م۔ تک۔ یہودیوں کا باہدشاہ 40 سے 4 ق. م۔ تک۔
ھیرودوٹس (Herodotus) تقریباً 425 ق. م۔۔ قدیم یونانی مسیحی۔

ھیسلر (Heusler) آنماریکس 1834 سے 1921 سوئیٹلینڈ کا بورژوا مابرین قانون، سوئیس اور جرمن قانون پر
کئی کتابیں کا مصنف۔

ہیگل (Hegel)، گیورگ لولم فریڈرک 1770 سے 1831 کلاسیکی جرمن فلسفے کی سب سے قد آور
شخصیت، معروضی آنڈیلیٹ۔

یاوسلاف عاقل(jaroslav the wise) کینت کا بادشاہ 1019 سے 1054 تک۔

پوری بیڈر (euripides) تقریباً 406 ق.م۔ قدیم یونانی ڈرامہ نگار۔

ادبی اور افسانوی شخصیتیں

انجیل کے مطابق یہودیوں کے پیغمبر اعظم	Abraham	ابراہیم
قدیم یونان کی دیو مالا میں سورج اور روشی کا دیوتا اور فنون اطیفہ کا سرپرست	Apollo	اپلو
قدیم یونان کی دیو مالا میں آگامنوں اور کلینم نسٹرا کا میٹھا، جس نے اپنی ماں اور اگیس تھس سے اپنے باپ کے قتل کا بدل لیا۔ ایکلیس کے لیے "آرسطیا" کا ہیرو۔	Argonauts	آرٹس
قدیم یونان کی دیو مالا میں آگامنوں کی دیو مالا میں "ارگو" جہاز کے ملاح جو یونان سے کوئیدا اس لئے روانہ ہوئے تھے کہ سنہر اون حاصل کریں جس کا محافظاً ڈھاتا تھا۔	Argonauts	ارگوناٹ
قدیم یونانی دیو مالا کا سب سے بڑا سورما جس نے ٹرائے کا حصارہ کیا تھا۔ ہومر کی ڈرامائی نظم "ایلیڈ" کا ایک ہیرو۔	Achilles	اکیلیس

آگاممنون	Agamemnon	قدیم یونانی دیومالا میں آرگوس کا داستانی بادشاہ۔ ایلیڈ کا ایک کردار۔
		ٹرائے کا محاصرہ کرنے والے یونانیوں کا سردار۔ ایسکلیس کے لئے ہوئے الیے آرسطیا کا اہم کردار۔
اگیس تھس	Aegisthus	قدیم یونانی دیومالا میں کلیتم نتر اکا عاشق، جس نے آگاممنون کو قتل کرنے میں حصہ لیا تھا۔ ایسیکلکس کے لئے ہوئے الیے آرسطیا کے پہلے اور دوسرے حصوں کا اہم کردار
آلثیا	Althea	قدیم یونانی دیومالا میں تھیسیس کی بڑی اور میلیا گیر کی ماں اونا ناروے کی Norwegian قدیم جرمن عوامی رزمیہ نظام اور ازمنہ و سطہ کی نظم گدروں کی ہیر و ن۔
Ute		
اوڈیسیس	Odyssey	ہومر کی رزمیہ نظموں ایلیڈ اور اوڈیسی کا ہیر و اتحا کا جزیرے کا پر اسرار بادشاہ، ٹرائے کی جنگ میں یونان کی فوج کا ایک بہادر، چالاک اور خوش بیان سالار۔
ایتزل	Etzel	قدیم جرمن رزمیہ شاعری اور ازمنہ و سطہ کی نظم نیلو گنگ کا ہیر و اورہنوں کا بادشاہ۔
اپتھنہ پلاس	A t h e n e	قدیم یونان کی دیومالا میں ایک اہم دیوی۔ جنگ کی دیوی، داش کا نشان اور ایجنٹز کی سرپرست۔
پالاس	Pallas	قدیم یونانی دیومالا میں وہ دیویاں جو گناہوں کی سزا دینے کے لئے بھیجی جاتی تھیں۔ اور جن کے بالوں کے جگہ سانپ ہوتے تھے۔
ایرینیس	Erinyes	قدیم یونانی دیومالا میں عشق اور حسن کی دیوی۔
ایفروڈائی	Aphrodite	ہومر کی رزمیہ نظام اوڈیسی کا ایک کردار۔ اتحا کا جزیرے کے بادشاہ
اییوئیس	Eumaeus	اوڈیسیس کے سورماؤں کی دیکھ بھال کرنے والا۔ وہ بادشاہ کی طویل جلادی میں اس کا وفادار ہا۔
برون ہلدا	Brunhilda	قدیم جرمن رزمیہ شاعری اور ازمنہ و سطہ کی نظم نیلو گنگ کا گیت کی ہیر و ن۔ آئس لینڈ کی ملکہ اور بعد میں برگنڈیوں کے شاہ کنقر کی بیوی۔

قدیم یونانی دیومالا میں بادشاہی کے دیوتا بورے آس اور شاہ ائچنزر کی بیٹی اور متحانی کی اولاد۔	Boreads	بورید
قدیم یونانی دیومالا میں تھیز کے بادشاہ ایڈمیں کا بیٹا۔ اپنے بھائی ائیو کلیز کے ساخت سلطنت میں حصے دار تھا۔ ڈول میں بھائی کو مار دلا لیکن خود بھائی کے ہاتھوں مارا گیا۔ ایسکیلیس نے اپنے الیے "تھیز کے خلاف سات" میں یہ قصہ بیان کیا ہے۔	Polynices	پولنیس
قدیم یونانی دیومالا کے مطابق ائینو لیا میں پلیورون کا مشہور حکمران۔	Thestius	ٹھسٹیوس
قدیم یونانی دیومالا کا اہم ہیرودیس ریاست ائچنزر کا بانی	Theseus	ٹھسیس
قدیم یونان کی دیومالا میں ایک ہیرود جس نے ٹرائے کی جنگ میں حصہ لیا۔	Telamon	تیلامون
تیلی ماکس ہومر کی رزمیہ نظم "اوڈیسی" کا ہیرود، اتحا کا جزیرے کے فرمانرو اوڈیسیس کا بیٹا۔	Telemachus	تیلی ماکس
ہومر کی رزمیہ نظم "ایلیڈ" کا ہیرود جس نے ٹرائے کی جنگ میں حصہ لیا۔ لانگس کے قدیم یونانی ناول "دانی اور کلوئی" کا ہیرود	Teucer	تیوکراس
ہومر کی رزمیہ "اوڈیسی" کا ایک کردار، پراسرار بادشاہ الکسیوس کے دربار کا اندھا بھاش۔	Daphnis	دانی
جارج مولیر کی طربیہ "جارج ویدن" کا خاص کردار۔ ایک بے وقوف مادر کسان کو چالاکی سے دھکا دے کر ایک شکستہ حال لیکن شرف سے تعلق رکھنے والی عورت اس سے شادی کر لیتی ہے۔ یہ ہے اس کی کہانی۔	Dandin	دیدن
قدیم یونان کی دیومالا میں سب سے بڑا دیوتا۔	Romulus	روموس
قدیم اسکینڈی نیویا کی دیومالا میں بھلی کی گرج کے دیوتا تھور کی بیوی۔	Sif	سف
قدیم اسکینڈی نیویا کی رزمیہ نظم "ایلڈ رایڈا" کی ایک ہیرود۔	Seigfried	سکفرید
قدیم ہرمن رزمیہ نظم اور از منہ و سلطی کی نظم "نی بیلوگ" کا گیت "کا ایک ہیرود۔		

سکفر یہ مور لینڈ Siegfried of "گدر وون" کا
قدیم جرمن رزمیہ نظم اور تیر ہوں صدی کی عظیم نظم "گدر وون" کا
بیرو۔ گدر وون کا نام دوہبا۔ Moorland

سیبانٹ Sigebant of "گدر وون" کا هیر و اور
آئر لینڈ کا بادشاہ Ireland آئر لینڈ کا

قدیم اسکینڈی نیبیا کی دیو مالا میں بار آوری اور محبت کی دیوبی۔ قدیم
اسکینڈی نیبیا کی رزمیہ نظم "ایلڈ رائیڈا" Elder Edda میں اپنے
بھائی فریز کی بیوبی۔

قدیم یونان کی دیو مالا میں نایتا پتھر، جس نے اپنی دوسری بیوبی کے
اکسانے پر اپنی پیلی بیوبی کلیو پتھر ابورے آس کی بیوبی کی اولاد کو جسمانی
اذیتیں پہنچائیں۔ دیوتاؤں نے اسے سزادی۔

قدیم جرمن رزمیہ نظم اور از منہ و سلطی کی نظم "نی بلیوگ" کا گیت" کی
بیروؤن، برگنڈیوں کے بادشاہ گنھر کی بہن، سکفر یہ کی مغتیر اور بیوبی،
اس کی وفات کے بعد ہنوں کے بادشاہ ابتر میں کی بیگم۔

لانس (دوسری اور تیسرا صدی عیسوی) کے قدیم یونانی ناول "دانی
اور کلوئی" کی بیروؤن۔ بیمار عشق گذر فنی۔ Chloe کلوئی

آگاممنون کی بیوبی۔ Clytemnestra کلیتمنسترا

قدیم یونان کی دیو مالا میں بادشاہی کے دیوتا بورے آس کی بیوبی
قدیم یونان کی دیو مالا میں پتھر بنی، شاہزادے پری آم کی بیوبی جوڑائے
کی شکست کے بعد آگاممنون کی لوٹی بنا لگی۔ اسکلیس کے الیے
آگاممنون" کا ایک کردار۔

قدیم جرمن رزمیہ نظم اور تیر ہوں صدی کی عظیم نظم "گدر وون" کی
بیروؤن۔ ہیگلنگوں کے بادشاہ ہمیل اور آئر لینڈ کی بہادر اسکلید
کے ہر وگ کی مغتیر۔ اسے اور مانی کے ہاتھوت نے تیرہ سال قید میں
رکھا لیکن شادی کرنے میں ناکام رہا۔ آخر میں ہر وگ نے اسے رہا کر
لیا اور وہ اس کی بیوبی بن گئی۔ Gudrun گدر وون

قدیم جرمن رزمیہ شاعری اور ازمنہ و سطھی کی نظم "نی بیلوگ کا گیت" کا بیرو، برگنڈیوں کا بادشاہ۔	Gunther	گنٹھر
قدیم یونانی دیومالا میں نوجوان مردانہ حسن کا پیکر۔ دیوتا اسے گرفتار کر کے اپوس لے گئے اور ہاں وہ زیوں کا ساتی بن گیا۔	Ganymede	گینی مید
قدیم اسکنیدی یونیا کی دیومالا میں بدی کا بھوت۔ اور آگ کا دیوتا۔ قدیم اسکنیدی یونیا کی رزمیہ نظم "ایلڈ رائیڈا" کا بیرو۔	Loki	لوکی
انجیل کے مطابق پیغمبر اور قانون تصنیف کرنے والے گزرے ہیں۔ انہوں نے ہی یہودیوں کو مصر میں غلامی سے بچایا اور ان کے لئے ضابطے وضع کئے۔	Moses	موہی
ہومر کی رزمیہ نظم "اوڈیسی" میں ایک کردار نقیب۔ میفستوفلیس گوئیت کی نظم "فاؤست" میں وہ ورنلانے والا شیطان جس کے ہاتھ فاؤست نے اپنی روح تجھ ڈالی تھی۔	Mulius	مولیوس
اشتار Ishtar کا قدیم یونانی نام، باہل کی دیومالا میں محبت اور بار آوری کی دیوی۔	Mylitta	میلتنا
قدیم یونانی دیومالا میں شہر کلید رون کے داستانی بادشاہ اسٹین اور کلمہ آلخیا کا بیٹا۔ اس نے اپنے ماموں قتل کر دا لے۔	Meleager	میلیا گیر
قدیم یونانی دیومالا میں جنگ ٹرائے کا سب سے بزرگ اور داشمند بیرو۔	Nestor	نستر
قدیم اسکنیدی یونیا کی دیومالا میں بار آوری کا دیوتا۔ قدیم اسکنیدی یونیا کی رزمیہ نظم "ایلڈ رائیڈا" کا بیرو۔	Niordhr	نیو
قدیم جرمن رزمیہ نظم "ہلدے براند کا گیت" کا ایک کردار۔ اس نظم کے بیرو کا بیٹا۔	Hadubrand	ہادو براند
قدیم جرمن رزمیہ نظم اور جرمی کے ازمنہ و سطھی (تیر ہویں صدی) کی نظم "گدریون" کا بیرو، شاہ اور مانی کا بیٹا اور گدریون کا ناکام عاشق۔	Hartmut	ہارتmut

قدیم یونانی دیوالا کا ایک مقبول ہیرو، اسپورٹ میں ماہر اور بہادر کارناموں کے لئے مشہور۔	Herakles	پرلس
قدیم جرمن رزمیہ نظم اور ازمنہ و سلطی کی مشہور نظم "گدروان" کی ہیرون، شاہ آرلینڈ کی بیٹی جو بعد میں ہیگنگنوں کے بادشاہ ہیقیل کی بیوی بنی۔	Herwig	ہرولگ
قدیم جرمن رزمیہ نظم "ہلدے برانکا گیت" کا ہیرو قدیم جرمن رزمیہ نظم اور ازمنہ و سلطی کی نظم "گدروان" کا ہیرو ہیگنگنوں کا بادشاہ۔	Hildebrand Hettel	ہلدے براند ہیقیل

سلی گروہوں کے نام

الف

آریا-Aryans۔ انیسویں صدی میں یہ اصطلاح وسیع پیانا نے پران لوگوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی جن کا ہندوپری زبانوں کے گروپ سے تعلق تھا۔

اسپارتا کے لوگ-Ancient Spartans

اسی وونی گروپ-Ischaevonians, Istavonains۔ جرمن قبیلوں کا ایک خاص گروپ۔ عیسوی دور کے شروع میں وہ رائن دریا کے وسطی اور نیشی کناروں پر آباد تھے۔ تیسری صدی سے فریگک کھلانے لگے۔ آسٹریلیا کے باشندے۔ Australian Neroes، آسٹریلیا کے دُسی لوگ۔

اسکاٹس-Scots۔ کیلٹ قبیلوں کا ایک گروپ جو قدیم آرلینڈ میں رہا کرتے تھے۔ پانچویں صدی میں ان میں سے کچھ اس علاقے میں آگئے جواب اسکاٹ لینڈ ہے۔ نویں صدی میں انہوں نے کچھ لوگوں کو اپنا حکوم بنالیا جو وہاں کے اصلی باشندے تھے۔

اطالوی قبیلے۔ Italic tribes۔ قدیم زمانے میں وہ اپنین جزیرہ نما میں رہتے تھے۔ ان کے دو خاص گروپ لاطینی اور سیلین پر مشتمل تھے۔

آگیلا۔ angilers۔ نخستاً آگیلا (لبیا کے شمال میں) کی بربادی آبادی۔ المانی لوگ۔ Allemanni۔ جرمون قبیلوں کا ایک گروپ جو تیری اور چھٹی صدی میں اوڈرا اور ایلب دریاؤں کے درمیان کا علاقہ چھوڑ کر دریائے رائن کے بالائی حصے میں آباد ہو گیا اور پھر دباں سے آہستہ آہستہ اس رقبے میں پھیل گیا جواب الزاس، مشرقی سوئز لینڈ اور جنوب مغربی جرمنی پر مشتمل ہے۔ امریکی ائٹین۔ American Indian۔ امریکی مقامی آبادی۔

انگیونی۔ Ingavonians۔ جرمون قبیلوں کا ایک خاص گروپ۔ عیسوی دور کے آغاز میں وہ زودیزی خلیج سے لے کر ڈنمارک تک بھیرہ شامی کے ساحل پر رہتے تھے۔ ایگلو سکسن اور دوسرے قبیلے اسی گروپ میں شام تھے۔ انہوں نے پانچویں اور چھٹی صدی میں برطانیہ کو فتح کیا۔

اوچبوا۔ Ojibwas or Chippeway۔ شمالی امریکی ائٹین کا ایک قبیلہ جو بڑی چیلوں Great Lakes کے شمال اور شمال مغرب میں آباد تھا۔

اوی پیتن۔ usipetans۔ ایک جرمون قبیلہ جو رائن دریا کے دائیں کنارے کے نیشنی خطوں میں بسا ہوا تھا۔ پہلی صدی قبل از مسیح کے وسط میں وہ باکیں کنارے پر آباد ہو گیا۔ جب رومیوں نے اسے شکست دے دی تو پھر دائیں کنارے پر رہنے لگا۔

او ماہ۔ Omahas۔ شمالی امریکی ائٹین کا ایک قبیلہ جو سوری دریا کی وادی کے مرکز میں رہا کرتا تھا (اب وہاں نیبراسکا کی ریاست واقع ہے)۔

او نینڈاگا۔ Onondagas۔ شمالی امریکی ائٹین کا ایک قبیلہ۔ اس کا تعلق ایروکواس گروپ سے تھا اور وہ موجودہ نیویارک ریاست کے علاقے میں رہتا تھا۔

او نینڈا۔ Oneidas۔ ایروکواس گروپ سے تعلق رکھنے والا شمال امریکی ائٹین کا ایک اور قبیلہ۔ وہ اس علاقے میں آباد تھا جہاں آج نیویارک ریاست ہے۔

اسپیریں۔ Iberians۔ قبیلوں کا ایک گروپ، قدیم زمانے میں یہ بیرونیں جزیرہ نما، بھیرہ روم کے پڑوی جزیروں اور آج کے فرانس کے مشرقی علاقے میں بے ہوئے تھے۔ عیسوی دور کی ابتداء میں رومیوں نے انہیں پنا حکوم بنا لیا اور آہستہ آہستہ وہ رومیوں میں خصم ہو گئے۔

ایتھنر قدمیم۔ Ancient Athens۔

ایرانی قدیم۔ Ancient Persian.

ایروکواس۔ Iroquois۔ شمالی امریکہ کے انڈین قبیلوں کا ایک گروپ۔ وہ ایری اور اوٹار یوچیلوں کے نزدیک، سینٹ لارنس دریا کے کنارے پر اور اپالاچیان پہاڑوں کے جنوب میں رہتے تھے۔

ایریز۔ Eriaas۔ شمالی امریکی انڈین کا ایک قبیلہ۔ جس کا تعلق ایروکواس گروپ سے تھا۔ وہ چیل ایری کے آس پاس رہا کرتا تھا۔

ایونی۔ Ionians۔ قدیم یونان میں قبیلوں کا ایک بنیادی گروپ۔ قدیم زمانے سے وہ ایکا اور پیلو پونین جزیرہ نما کے شمال مشرقی علاقے میں بے ہوئے تھے، پھر بھیرہ انجین کے چند جزیروں میں اور ایشیائے کوچک کے ساحل پر آباد ہو گئے۔

ب

باریا۔ Barea۔ جشنہ کے باریا۔ ایک قبیلہ جو آج کل مغربی ایتھوپیا میں اور مشرقی سودان کی سرحد پر ایریا میں رہتا ہے۔

باسترنین۔ Bastarians۔ یہ گوچھ گروپ کا ایک جرمن قبیلہ جو عیسوی دور کے شروع میں کارپے ٹھین اور دریائے ڈینوب کے درمیان رہا کرتا تھا۔

باتاوین۔ Batavis۔ ایک جرمن قبیلہ جو عیسوی دور کے شروع میں ماس، رائن اور وال (موجوہہ الینڈ) دریاؤں کے درمیان علاقے میں بسا ہوا تھا۔

برگنڈی لوگ۔ Burgundians۔ گوچھ گروپ کا ایک جرمن قبیلہ۔ عیسوی دور کی ابتداء میں وہ اسکیٹنڈی نیویا چھوڑ کر وسٹولا اور اوڈر دریاؤں کے درمیانی علاقے میں رہنے لگے۔ وہ آہستہ آہستہ جنوب مغربی سمت میں آباد ہو گئے اور پانچویں صدی کے وسط میں رون دریا کی وادی میں مستقل بس گئے۔

بروکترنین۔ Bructerians۔ ایک جرمن قبیلہ جو عیسوی دور کے شروع میں لپے اور ایکس دریاؤں کے درمیان علاقے میں بسا ہوا تھا۔

بریتوں۔ Britons۔ کیلٹ قبیلوں کا گروپ جس پر برطانیہ کی قدیم آبادی مشتمل تھی۔ اینگل کیسن فتح کے بعد ان کا ایک حصہ توفاتوں سے گھل مل گیا اور باقی حصہ میز، اسکاٹ لینڈ اور جزیرہ نما بریتان بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

بلجن۔ Belgae۔ گال علاقے کے کیلٹ قبیلوں کا گروپ جو سین اور رائن دریاؤں کے بیچ میں (شمالی گال) اور

ہر طالیہ کے مغربی ساحل کے ایک حصے پر بھی رہا کرتا تھا۔

۴

پارتوہوی—Pathians۔ قدیم ایران کے قبیلوں کا ایک گروپ۔ پہلے ہزار سالہ دور قبل از مسح کے وسط میں ایران کے کوہستانی خطے کے شامل مشرق میں آباد تھے۔ جھٹی اور ساتوں صدی عیسوی میں وہ پڑوئی لوگوں میں ختم ہو گئے۔ پشاو—pashavs۔ جارجیائی لوگوں کا ایک قومی گروپ جو ارگوئی دریا کے وسطی پہاڑی علاقے میں اور ایوری دریا کے بالائی حصے میں رہتے ہیں۔

پنجا—Punja۔ ایک ہندوستانی قبیلہ۔

پولینیزیون—Polynesians۔ پولینیزیا اور مشرقی میلانیزیا کے بعض چھوٹے جزیروں کی مقامی آبادی۔ پوکبلو—Pueblو۔ شہلی امریکہ کے انڈین قبیلوں کا ایک گروپ۔ وہ اس علازے میں رہا کرتا تھا جہاں اب نیو میکسیکو، اریزو ناریا سیل، ریاست کیلی فورنیا، کا جنوپی حصہ اور میکسیکو کا شہلی مغربی خطہ ہیں۔

پیرو کے باشندے—Peruans۔ پیرو کے اصلی باشندے۔

پیلا گسکی—Pelasgi۔ قبیلوں کا ایک گروپ جو قدیم زمانے میں بلقان جزیرے نما کے جنوب میں اور ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر آباد تھے۔

پیونین—Peucinians۔ جمن قبیلی باسترنین کی ایک شاخ۔ بعض قدیم سورخ دونوں کو ایک ہی قبیلہ تصور کرتے تھے۔

ت

تامل—Tamil۔ دراوز قبیلوں کا ایک گروپ جو اب قومیت کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اب یہ قومیت تامل ناؤ میں رہتی ہے۔

تاہو—Tahus۔ شہلی انڈین کا ایک قبیلہ۔ وہ ان خطوں میں آباد تھا جہاں اب شہلی میکسیکو ہے۔

تورانی—Turanians۔ وہ لوگ جو توران کے نشینی خطے میں (وسط ایشیا) میں رہا کرتے تھے۔

تریشیا کے باشندے—Thracians۔ قبیلوں کا ایک گروپ جو قدیم زمانے میں بلقان جزیرے نما کے مغربی

خطوں میں رہا کرتے تھے۔

تینکرین-Tencterans۔ ایک جرمون قبیلہ جو ائن دریا کے فضیلہ علاقے میں دائیں کنارے رہتا تھا۔ پہلی صدی ق.م۔ کے وسط میں وہ بائیں کنارے پر آباد ہو گئے لیکن جب رومیوں کے ہاتھوں شکست کھانی تو وہ پھر دائیں کنارے آگئے۔

تیوتونی-Teutons۔ جرمون قبیلوں کا ایک گروپ۔ پہلے وہ جملیدج جزیرے نما اور ایلب دریا کے نیشنی علاقے میں آباد تھے۔ دوسری صدی قبل از مسح کے آخر میں سمبریوں کے ساتھ وہ جنوبی یورپ آئے۔ پھر جب رومیوں نے انہیں شکست دی تو پچھے لوگ ماس، مینن اور نیکار دریاؤں کے نزدیک رہنے لگے۔

ث

ٹائفانی-Taifalians۔ گوتح کا رشتہ دار ایک جرمون قبیلہ۔ تیسرا صدی میں اس قبیلے کے لوگ بھیرہ اسود کے شمالی علاقوں میں آباد ہوئے تھے۔ چوتھے صدی کے دوسرے نصف میں ہنوں نے انہیں وہاں سے مار بھگا دیا۔

ٹسکارو-Tuscaroras۔ شمالی امریکی انڈین کا ایک قبیلہ جو ایروکووس گروپ سے تھا۔ وہ بحر اوقیانوس کے ان ساحلی علاقوں میں آباد تھے جہاں اب ورجینیا اور شمالی کیرولین کی روائیں ہیں۔
ٹھاکر-Teehurs۔ ایک ہندوستانی قبیلہ جو اودھ میں رہتا تھا۔ (آج کل اتر پردیش کا ایک حصہ)

ج

جرمن قدیم-Ancient Germans۔

ج

چرکس-Circassians۔ آدیگیا پہاڑی لوگوں کا ایک گروپ (آدیگی، چرکس اور کا بر دین) جو قفقاز کے شمالی مغربی علاقوں میں آباد ہیں۔ عظیم اکتوبر انقلاب سے پہلے یہ سب اسی نام سے مشہور تھے۔

چھپیو انڈین-Chipeway Indians۔ شمالی امریکی انڈین قبیلہ جو راکی پہاڑوں Rocky

اولیخن پُسن کے درمیانی خطے میں بسا ہوا تھا۔ Mountains
چیر و کی۔ Cherokees۔ ایروکواس گروپ کا ایک اٹھین قبیلہ۔ یا پالاچیان پہاڑوں کے جنوبی علاقوں میں رہا
کرتا تھا۔

خ

خیوسور Shevsurs۔ جارجیائی لوگوں کا ایک قومی گروپ جو شرقی جارجیا کے پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں۔

و

دراوڑی۔ Dravadians۔ ہندوستانی لوگوں کا ایک گروپ۔ آج کل وہ جنوبی ہندوستان میں رہتے ہیں تھیں
زمانے میں وہ برصغیر ہندوستان کے اصلی باشندے تھے۔

ڻ

ڈکوٹا۔ Dakota۔ شمالی امریکہ کے اٹھین قبیلوں کا ایک گروپ جو مسوری دریا کے کنارے پر، مسی پسی دریا اور
راکی پہاڑوں کے درمیان گیاہستان نوں میں اور کناؤسے لے کر اکنساس دریا تک آباد تھا۔
ڈکوٹا۔ Dakota۔ شمالی امریکہ کے اٹھین قبیلوں میں ان گروپوں کا نام جو سکا hoka-oosioo زبان
بولتے تھے۔ مثلاً ڈکوٹا، ایروکواس لوگ وغیرہ۔

ڈنمارک کے قدیم باشندے۔ Ancient Danes۔

ڈورین۔ Dorians۔ قدیم یونان کے قبیلوں کا ایک خاص گروپ۔ بارہویں اور گیارہویں صدی قبل از مسح میں یہ
جنوب کی طرف بڑھا اور بیلوبونیں جزیرہ نما اور بحیرہ اتجہین کے جنوبی جزیروں میں آباد ہو گیا۔

ڈیلاویر۔ Delawares۔ شمالی امریکہ کا ایک اٹھین قبیلہ۔ سترہویں صدی کے آغاز میں یہ قبیلہ ڈیلاویر دریا کے
کنارے کنارے اور ہڈسن دریا کے کنارے پر آباد ہو گیا۔ انسویں صدی کے شروع میں امریکی نوآباد کاروں نے
اسے یہ علاقہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ پھر مغرب کی جانب بڑھا اور مسی پسی دریا کے دوسرے کنارے پر بس

رومی، رومان قدیم (Romans, Ancient)۔

س

سالین فرینک (Sallian Franks)۔ فرینک گروپ کے جرمی قبیلوں کی دو خاص شاخوں میں سے ایک شاخ۔ چوتھی صدی کے وسط میں وہ رائے دریا کے مخرج سے شیلد تریا تک بحیرہ شمالی کے ساحل پر آباد تھے۔ بعد میں وہ شمالی گال میں بس گئے۔

ساموئید (Samojedes)۔ ملاحظہ ہونشی۔

سامی (Semites)۔ ایسویں صدی میں یہ اصطلاح عام طور پر ان لوگوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی جن کا تعلق "ساموئی حاموئی" (Semitic)۔ زبان کے گروپ کی سامی شاخ سے تھا۔

سیبلیلین قبیلے (Sabellian Tribes)۔ اطالوی قبیلوں کے دو خاص گروپوں میں سے ایک گروپ۔ سکائی تھمن (Scythians)۔ قبیلوں کا ایک گروپ جو ساتویں صدی قبل از مسیح سے لے کر پہلی صدی تک بحیرہ اسود کے شمال میں آباد تھے۔

سلاف قدیم (Slavs, Ancient)۔

سمبری (Cimbri)۔ جرمی قبیلوں کا ایک گروپ جو جٹ لینڈ میں رہتا تھا۔ دوسری صدی قبل از مسیح میں تیپولونی قبیلوں کے ساتھ ساتھ وہ جنوبی یورپ میں بننے لگے۔ رومیوں کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ان کے پنج کچھ لوگ ماس، میٹن اور نیکار دریاؤں کے آس پاس آباد ہو گئے۔

سنگاک (Santals)۔ جارجیائی لوگوں کا ایک وقٹ گروپ۔ یہ سوانحیا علاقے میں رہتے ہیں جو قفقاز کے خاص سلسلہ کوہ کے جنوب پر مغربی دامن میں واقع ہے۔

سوئیوی (Suevi)۔ جرمی قبیلوں کا ایک گروپ جو عیسوی دور کے شروع میں ایلب دریا کی وادی میں آباد تھے۔

سینیکا (Senecas)۔ شمالی امریکہ میں ایک کواس گروپ کا ایک اٹھین قبیلہ جہاں آج کل نیویارک ریاست ہے

وہ وہیں رہا کرتے تھے۔

ش

شانی(Tinneh)۔ شمالی امریکہ میں انڈین قبیلوں کا ایک گروپ۔ یہ قبیلے مغربی کناؤ کے جنگلوں، الاسکا کے اندر ویں علاقے میں اور براکاہل کے ساحل پر کینائی جزیرے نما (جنوبی الاسکا) میں آباد تھے۔

ف

فرییک(frank)۔ جمن قبیلوں کا ایک گروپ۔ تیسرا صدی تک انہیں اسی وطنی کہا جاتا تھا۔ یہ رائے دریا کے درمیانی اور نیشی حصوں کے قریب رہتے تھے۔ تیسرا صدی میں انہوں نے گال کا علاقہ فتح کرنا شروع کیا اور چھٹی صدی کے شروع تک پورا علاقہ تعمیر کر لیا۔
فوئنیشین(Phoenicians)۔ قدیم فونیشیا کی آبادی۔

ک

کابیل(Kabyles)۔ انجیریا کے پیریوری قبیلوں کا گروپ۔ وہ جور جور پہاڑوں، قسطنطینی صوبے کے پہاڑی علاقوں میں اور میدانِ مرتفع اور لیس میں بے ہوئے ہیں۔

کافرزولو(Kaffirs. Zulus)۔ اصلی نام زولو ہے جو جنوب مشرقی افریقیہ کی ایک قوم ہے۔

کالمیک(Kalmucka)۔ منگولیائی نسل کے لوگ۔ سواہویں صدی کے آخر تک یہ سلطی ایشیا کے جو گاریا اپنی میدانوں میں آباد تھے۔ ستر ہویں صدی کے دوسرے نصف میں وہ روں کے جنوب مشرقی علاقوں کی طرف بڑھے اور والگا کے شہی حصے میں بس گئے۔

جاویات(Cayugas)۔ شمالی امریکہ کا ایک انڈین قبیلہ جو ایری کواس لوگوں سے تھا۔ یہ اس سر زمین پر بسا ہوا تھا جہاں اب نیو یارک ریاست ہے۔

کرین(Karens)۔ پہلے قبیلوں کا ایک گروپ تھا اور اب ایک قومیت کی ہیئت رکھتا ہے۔ یہ برما کے جنوب مشرقی علاقے میں آباد ہیں۔

کمیاروئی(Kamilaroi)- آسٹرالیا کا ایک قبیلہ جو ڈارلینگ دریا کے کنارے رہتا تھا (مغربی آسٹرالیا)۔
کوتار(Kotars)- یہ ہندوستانی قبیلے میں پہاڑوں میں رہتا ہے (موجودہ تامل نادی اور میسور پر دیشوں کے
شمالي علاقے میں)۔

کوکوس(Cucus)- جنوبی امریکہ کا ایک انڈین قبیلہ جو اس جگہ رہتا تھا جہاں آج چلی واقع ہے۔
کیرے بین(Caribs)- جنوبی امریکہ میں انڈین قبیلوں کا ایک گروپ۔ یہ برازیل کے شمالي اور مرکزی علاقے
میں اور یونیونیا، گی آنا اور کولمبیا کے پڑوی قطعوں پر رہا کرتے تھے۔
کیلت(Celts)- قرابت دار قبیلوں کا ایک گروپ جو قدیم زمانے میں مرکزی اور مغربی یورپ میں آباد تھے۔

گ

گال علاقے کے کیلت لوگ(Gallis Celts, Galls)- کیلت قبیلوں کا ایک گروپ۔ یہ قدیم گال علاقے
میں رہا کرتے تھے (جو اب فرانس، شمالي اٹلی، بلجیم، لکسمبرگ اور نیدر لینڈ کے ایک حصے اور سوئٹر لینڈ پر مشتمل
ہے)۔ عیسوی دور کی ابتداء میں رومیوں نے انہیں حکوم بنایا۔

گوتح(Goths)- گوتحی گروپ کا خاص جسم قبیلہ، عیسوی دور کے آغاز میں وہ اسکینڈنیونیا کو خیر باد کہہ کر سوٹولا
دریا کے نیشیب میں بس گئے۔ تیسری صدی میں انہوں نے بحیرہ اسود کے شمال میں ڈیرے ڈالے جہاں سے پوتحی
صدی میں ہنوں نے انہیں مار بھاگایا۔ بعد میں وہ دو گروپوں میں بٹ گئے۔ مشرقی گوتح اور مغربی گوتح۔ مشرقی گوتح
نے پانچ سی صدی کی ابتداء میں پہلے جنوبی گال میں اور پھر پیرنین جزیرہ نما میں ایک سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔
گوتحی قبیلے(Gothic tribes)- جرم قبیلوں کا ایک خاص گروپ۔ عیسوی دور کے شروع میں وہ اسکینڈنیونیا
چھوڑ کر سوٹولا اور اوڈر دریاؤں کے کنارے آباد ہو گئے تھے۔

گورا(گاؤڈا)(Gaura, Gauda)- مغربی بنگال میں ہندوستانی قبیلے۔

ل

لاطین قبیلے(Latin tribes)- قدیم اٹلی کے خاص دو قبائل میں سے ایک۔ اس میں قدیم رومی بھی شامل تھے۔
لیگورین(Ligurians)- بہت ہی قدیم زمانے میں قبیلوں کا یہ گروپ اپنین جزیرے نما میں آباد تھا۔ چھٹی

صدی قبل از مسیح میں اٹالاوی قبیلوں نے انہیں جزیرے نما کے شال میں اور گال کے جنوب مشرقی ساحل تک پہنچا دیا۔ عیسوی دور کے شروع میں وہ رومیوں کے حکوم بن گئے اور آہستہ آہستہ رومی ہو گئے۔ لینگو بارڈ(Lombards)۔ ایک جرمن قبیلہ جو پانچویں صدی کے آغاز میں ایلپ دریا کے بائیں کنارے پر اس کے نشیبی حصے میں رہا کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ ڈینوب دریا کے مرکزی حصے میں اور پھر شمالی اور مرکزی اٹلی میں آباد ہو گیا۔

م

ماگر(Magars)۔ پہلے ایک قبیلہ تھا، اب قومیت ہے۔ یہ نیپال کے مغربی علاقے میں بسا ہوا ہے۔ منی پوری(Munniporees)۔ ایک ہندوستانی قومیت ہے اور منی پور میں آباد ہے۔ موہاواک(Mohawks)۔ شماں امریکہ کا ایک اٹلین قبیلہ جو ایریہ کو اس گروپ سے تھا۔ وہ اس علاقے میں رہا کرتا تھا جہاں آج کل نیویارک ریاست ہے۔ میاہی(Miamies)۔ شماں امریکہ کا ایک اٹلین قبیلہ جو ستر ہویں صدی میں مشکن جھیل کے مغربی ساحل پر رہا کرتا تھا۔ انھار ہویں صدی کی ابتدا میں وہ اس علاقے میں منتقل ہو گیا جہاں آج کل الی فوکس، اٹلیانا، اوہیوریا ٹیس ہیں۔ بعد میں امریکی نوآباد کاروں نے اسے مغرب کی طرف بھاگا دیا۔ مسی پسی سے بھی آگے۔ میکسیکی(Mexicans)۔ میکسیکو کی قدیم آبادی۔

ن

نارمن(Normans)۔ جرمون قبیلے جو جنگ لینڈ اور اسکنڈینی یوپیا میں رہا کرتے تھے۔ از منہ و سطی میں ناروے، سویڈن اور ہالینڈ کے لوگ اسی نام سے مشہور تھے۔ نارکین(Noricans)۔ الوری کبلٹ(Illirian-Celtic) قبیلوں کا ایک گروپ۔ وہ قدیم رومی صوبے نوریک میں آباد تھے۔ (اب اس میں شپر یا اور کارنھیا کا ایک حصہ شامل ہے)۔ نائر(Nairs)۔ ہندوستان کے ملایا لوگوں میں سب سے اوپری فوجی ذات جو کیریلا پر دلیش کے ساحل پر رہتی ہے۔ نوبین(Nubians)۔ ایک افریقی قومیت جو مشرقی سودان کے شمالی علاقے اور مصر کے جنوبی حصے میں رہتی ہے۔

نوٹکا(Nootka)۔ شمالی امریکہ کے چھوٹے چھوٹے امیں قبیلوں کا ایک گروپ جو نکوور جزیرے کے مغربی حصے میں اور آبناۓ فلامبری میں رہا کرتا تھا۔
 نینسی(Nentsi)۔ ایک قومیت جو سوویت یونین کے شمال میں آباد ہے، یعنی بحیرہ ایض کے مشرقی ساحل سے لے کر نیں سے دریا کے نیشنی حصے تک کے علاقے میں اور کولویف واگچ اور نو دیاز ملیا جزیروں میں۔
 نئے میکسکنی(New Mevicans)۔ ملاحظہ ہو پہلو۔

و

وارالی(Warali)۔ ایک ہندوستانی قومیت جو آج کل مہاراشٹر پر دیش میں اور مدھیہ پردیش کے شمالی علاقوں میں آباد ہے۔
 ولیز کے لوگ(The Welch)۔ کلیٹ نسل کی ایک قومیت جو ولیز جزیرے نما اور آنگلی جزیرے میں رہتی ہے۔

ھ

ھائیداں(Haida)۔ شمالی امریکہ کا ایک امیں قبیلہ جو کوئین چارلس جزائر اور پنس آف ولیز جزیرے کے جنوبی حصے میں رہا کرتا تھا۔
 ھرمنیونز(Herminons)۔ جرم قبیلوں کا ایک بنیادی گروپ۔ عیسوی دور کے شروع میں ایلب اور مین دریاؤں کے نقش میں رہا کرتے تھے۔ ان میں یہ قبیلے شامل تھے: سویوی، لینکو بارڈ، مارکومان(Marcomans)، ھاث(Hatts) وغیرہ۔
 ھن(Huns)۔ ایک وسطی ایشیائی (خانہ بدوش) قبیلہ جو عیسوی دور کے شروع میں ھوا گک ہو (Hwang) (Ho) دریا کے شمالی اور مغربی علاقوں میں بسا ہوا تھا۔ یہی صدی میں ھنوں کا ایک حصہ مغرب کی طرف بڑھنے لگا اور پانچویں صدی کی ابتداء میں گال تک بہنچ گیا۔ بعد میں رومیوں اور دوسرے یورپی لوگوں نے ان پر تحریر حاصل کی۔
 ھو(Ho)۔ ایک ہندوستانی قبیلہ۔ جو بہار پر دیش کے جنوب میں رہتے ہیں۔

ھرولانس (Herullans)۔ ایک جسم قبیلہ جو عیسوی دور کے آغاز میں جزیرہ نما اسکینڈی نیویا میں رہتا تھا۔ تیسرا صدی میں اس کا ایک حصہ بحیرہ اسود کے شمال میں آباد ہو گیا پھر ہنوں نے انہیں باہر نکال دیا۔

۵

بیانی قدمیں (Greeks,Ancient)

ختم شدہ
